فہم دین

جلد ہشتم

مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6- [illegible] لاہور

042-37115771, 0321-9407699,0315-9407699

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (سورۃ التوبہ ۱۲۲)

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہم دین

جلد ہشتم

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز، کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771 0321-9407699

CamScanner

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ——— فہم دین (جلد ہشتم)
از قلم ——— ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی
مرتب ——— مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)
باہتمام ——— شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی
تعداد ——— 1100
صفحات ——— 480
ہدیہ ——— 350

ملنے کے پتے

○ صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا
○ کرمانوالہ بک شاپ ○ قادری رضوی کتب خانہ لاہور
○ مکتبہ بہار شریعت قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
○ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
○ مکتبہ غوثیہ کراچی ○ مکتبہ برکات المدینہ (کراچی)
○ مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ○ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
○ مکتبہ ضیاء السنہ ملتان ○ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان
○ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ (بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین)
○ جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور ○ زاویہ پبلی کیشنز، لاہور
○ جلالیہ صراط مستقیم گجرات ○ رضا بک شاپ گجرات
○ اے ون ملک بک کارپوریشن کمال چوک ○ نوریہ رضویہ فیصل آباد
○ اویسی بک سٹال [illegible] 0333-8173630

آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام 140

مومن و کافر کی خرید و فروخت میں فرق 140

اسوۂ حسنہ کی بہار 142

سنت نبوی سے رضا خداوندی کا حصول 143

استصناع کسے کہتے ہیں 144

استصناع کا لغوی معنی 145

استصناع کا شرعی معنی 145

استصناع کی مثال 146

استصناع کی شرعی حیثیت 146

قیاسا آرڈر پر اشیاء تیار کروانا جائز نہیں 146

اجارے کی صورت بھی درست نہیں 148

بیع کی صورت بھی درست نہیں 149

استحسانا آرڈر پر اشیاء تیار کروانا جائز 149

جواز پر دلائل 150

حدیث پاک سے دلیل 150

اجماع امت سے دلیل 151

امت محمدیہ کی شان 152

مسلمانوں کی حسن رائے کی حیثیت 153

استصناع کی شرائط 155

استصناع اور بیع سلم کی شرائط میں فرق 159

سچے تاجر کی شان 160

بیع سلم کی تعریف 161

قیمت اور ثمن میں فرق 161

بیع سلم کی قرآن میں وضاحت 161

عورت کو مرد کے مساوی قرار دینے والوں کا رد 165

آنکھوں کی عبادت 167

قرآن کا حق کیا ہے؟ 171

بیع سلم کی حدیث میں وضاحت 173

بیع سلم کی شرائط 173

بیانہ دینا جائز نہیں 176

حکم استصناع 177

عقد کے بعد رجوع جائز نہیں 178

رجوع کی ایک صورت میں جواز 178

ایک مسئلہ کی وضاحت 179

رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید 182

مسلم کی خودی پر حملے کا منصوبہ 183

مسلم کے خون میں جذبہ جہاد 186

بے مداوائے جنون نشتر تعلیم جدید 188

برصغیر میں انگریز کے آنے کا مقصد 192

اسلامی مدارس انگریز کیلئے بڑا خطرہ 193

انگریز کا اوقاف کے مدارس پر قبضہ 195

مدرسہ کے مقابلے میں سکول و کالج کا قیام 196

اقبال کی نظر میں جدت تقلید فرنگی کا بہانہ 197

نصاب کی تبدیلی سے نظریہ میں تبدیلی کیسے؟ 198

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے غلط نظریہ 199

انگریز کا خطرناک طریقہ واردات 201

ہماری ایمانی ذمہ داری 202

بچوں کے لئے والدین کی ذمہ داری 203

تعلیم جدید میں قرآن وسنت کی خلاف ورزی 204

قرآن وسنت کا مذاق اڑانے والوں کا بائیکاٹ 204

CamScanner

گندے نظریات والے کے پاس بیٹھنا حرام 208
امریکہ کیلئے خطرہ پاکستان کے مدارس 209
موجودہ نصاب میں مہلک تبدیلیوں کی نشاندہی 210
نصاب میں تبدیلی کی پہلی وجہ 210
نصاب میں تبدیلی کی دوسری وجہ 211
نصاب میں تبدیلی کی تیسری وجہ 211
نصاب میں تبدیلی کی چوتھی وجہ 212
تبدیلی نصاب کے بعد ایک اور حملہ 213
مدارس کے نصاب کی تبدیلی امریکہ کا ہدف 214
مدارس کی علمی سوغات کا اثر 215
ایسے پرفتن دور میں ہماری ذمہ داریاں 216
نگاہ مصطفی ﷺ میں بہترین نوجوان 216
شرارتی بوڑھا کون؟ 218
دنیوی تعلیم سیکھنے کی ضرورت 219
غیروں کی بولی سیکھیں لیکن مذہب نہیں 220
سب کچھ بننے سے پہلے مسلمان بنیں 222
علامہ اقبال کی ایمانی سوچ 222
رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید کا مطلب 224
دینی مدارس کے نصاب کی اہمیت 225
نصاب تعلیم کے خدوخال 226
اہل علم اور دنیادار کی سوچ میں فرق 227
اہل علم کیلئے بہترین مثال 230
خواتین کا تعلیم دین میں حصہ 231
جب رسالت خود نعرہ زن ہو 234
بچے کی گواہی پر نعرہ رسالت 235
ببول درخت کی گواہی پر نعرہ رسالت 237
منفرد نوعیت کا موضوع 239
مزاج نبوت سے ہماری مناسبت 240
تبوک میں برکت کے ظہور پر نعرہ رسالت 242
مشکل کشائی پہ نعرہ رسالت 245
کلمہ طیبہ کی برکت 246
غیب کی خبر کے سچا ہونے پر نعرہ رسالت 246
عمل صالح ایمان کی علامت، عین ایمان نہیں 250
شان رسالت کے اظہار پر نعرہ رسالت 255
اہل سنت کے عقیدہ کی بنیاد 256
نعرہ تکبیر ورسالت کا پس منظر 258
قحط سالی میں بارش کے نزول پر نعرہ رسالت 259
شان کے اظہار پر نعرہ رسالت 265
گھر آباد ہونے پر نعرہ رسالت 267
زوجین میں جدائی ڈالنا شیطان کی خواہش 269
عورت نے قدم رسول ﷺ کو بوسہ دیا 272
جائز محبتوں کا نصاب 273
بہترین صدقہ کون سا؟ 274
سچے عقیدے کی پہچان وعلامت 275
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نعرہ رسالت لگا دیا 276
معیار رسالت کو اجاگر کرنے کی ضرورت 277
حرمت شراب 280
ایمان کا نور بہت بڑی سعادت 281
غیرت خداوندی اس کی حدود کا احترام 283
کلمات کفر اور کافرانہ سوچ 285

شراب نوشی کی قرآن میں مذمت 286
صحابہ میں حکم قرآن پر عمل کرنے کا جذبہ 289
شراب نوشی کی ہلاکتیں 291
پہلی ہلاکت ایمان کی دولت سے محروم 292
دوسری ہلاکت شراب برائیوں کی جڑ 293
شراب نوشی سے بچنے کے فوائد 298
شراب کا نام بدلنے سے حکم نہیں بدلتا 299
مردار کی چربی حرام 300
مردار کی چربی کے تین استعمال 300
اجتماعی شراب نوشی اور اس کی سزا 303
جہنم میں شراب نوشی پر ایک دوسرے کو ملامت 304
کامیاب دوستی ایمان والی دوستی 305
ادارہ صراط مستقیم کا منشور 306

انسانی حواس کا صحیح استعمال 308

حواس خمسہ کے صحیح استعمال پر اجر وثواب 309
انسان اور جانوروں میں فرق کی بنیادی وجہ 310
قرآن کا میابی کا معیار 312
آخرت میں انسانی اعضاء سے سوال 312
(کان کا مواخذہ)، (آنکھ کا مواخذہ) 313
انسان کے خلاف ہاتھ، پاؤں کی گواہی 314
انسانی بدن کی اپنے خلاف گواہیاں 315
انسانی دل ایک گھر کی طرح 320
حواس گھر کے دروازں کی طرح 321
زبان اور اس کا فرض 324
دو چیزوں کی ضمانت پر جنت کا انعام 325
زبان کا غلط مواخذہ 326
[illegible] 328
[illegible] 329
آنکھ اور اس کا فرض 330
بد نظر دیکھنا شیطان کا تیر 331
ایمان کی حلاوت آنکھوں کی حفاظت میں 332
آنکھوں کی حفاظت پر حور سے نکاح 333
بد نظر دیکھنے والا قیامت کے دن اندھا 333
کان اور اس کا فرض 334
صراط مستقیم کی آواز اور اس کا پیغام 335
گانے کے بارے سوال اور اس کا جواب 336
کان اور اس کا کردار 337
بدعتی کی بات نہ سنیں ورنہ نقصان ہوگا 338
ظالم کے پاس مت بیٹھیں 340
حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنا طریقہ 340
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا شریعت پر عمل 340
بُرے دوست سے بچنا ضروری 341
قوت شامہ (سونگھنا) اور اس کا فرض 341
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا روشن کردار 342
قوت لامسہ (چھونا) اور اس کا فرض 343
قوت لامسہ کی پابندیوں سے صرف نظر 343
ادارہ صراط مستقیم حق کا داعی 344
ارباب حکومت کے حیاء باختہ معمولات 344
ہاتھ، قدم اور اس کا فرض 346
ہماری دینی ذمہ داری 346

ہر تقریر کے دور دراز تک اثرات	347
نظام مصطفیٰ ﷺ کا ایک مثالی انداز حکمرانی	**349**
سیاست منصب انبیاء علیہم السلام	351
سات خوش نصیب آدمی	354
امام عادل اللہ کی رحمت کے سائے میں	354
قرآن کے نزول کا مقصد	355
قرآن کی قیادت میں جنت جانا	358
قرآن سے اعراض کرنے والے کا انجام	358
عدل نظام مصطفیٰ ﷺ کی اساس	361
حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت حکم کا نفاذ	361
ظالم حکمران جنت کی خوشبو سے محروم	365
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ	368
منصب کا خواہش مند حمایت الٰہی سے محروم	369
امیر المومنین ہونے کا مطلب	371
حضرت ابوبکر صدیق کا کمال ادب رسالت	371
میرا عمل رسول اللہ ﷺ کے عمل کی مثل نہیں	373
حضرت ابوبکر صدیق کا مثالی انداز حکمرانی	375
امیر المومنین رعایا کا خیر خواہ	376
حضرت معاویہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں	376
مہمان کی مہمان نوازی	377
امیر المومنین کے خادم ہونے کی حیثیت	380
رعایا کی خدمت کا جذبہ	381
نظام مصطفیٰ ﷺ کے حکمران کا نصاب	383
خادم نظام مصطفیٰ ﷺ کا انداز حکومت	385
دنیا کا نظام حکومت دین کا ایک شعبہ	387

دین کی سمجھ کیساتھ عشق رسول ﷺ بھی ضروری	388
فتح مکہ کے موقع پر عدالت سید المرسلین ﷺ	389
حضرت اسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا اعزاز	391
نظام مصطفیٰ ﷺ کے رہبر اصول	393
جمعہ کے لئے لیٹ آنے پر معذرت	394
امیر المومنین کے کھانے کا معیار	395
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انداز	397
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گورنر کا نصاب	399
مصر کا گورنر عہدے سے معزول	401
حج کے موقع پر گورنر کی حاضری	402
حج کے موقع پر امت کے مسائل کا حل	403
مرکز اسلامیہ کی ذمہ داری اور اس کا فریضہ	403
مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہونا ایمانی تقاضا	405
اسلام ہم تیرے ہیں	**409**
شکر خداوندی پر عطاؤں کی بارش	409
حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ	411
قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ	411
حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ	411
حضرت شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی	412
حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	412
موضوعات کا تسلسل اور ان کی بہار	413
راہ علم میں اٹھنے والے قدم	415
حق پرستوں کے اجتماع پر خراج تحسین	416
اسلام ہم تیرے ہیں" ہر مومن کی آواز	417
اے اسلام	418

اسلام سے عہد وفا	420
اسلام مومن کے لئے تحفہ	421
اسلام والوں کی ذمہ داریاں	421
اسلام کے ساتھ تجدید عہد	422
اسلام کے سوا دین چاہنے والا خسارے میں	423
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے	426
اسلام سے غبار کو دور کرنا ایک ذمہ داری	427
اللہ کے دربار میں اعمال کی حاضری	429
نماز کی حاضری	429
روزے کی حاضری	430
دیگر اعمال کی حاضری	430
اسلام کی رب کے دربار میں حاضری	431
اسلام کی وجہ سے عطاوسزا	432
اسلام کے سوا کوئی طریقہ قبول نہیں	434
مسلمانوں کی تنزلی کی بنیادی وجہ	435
انسان کی غلط سوچ کا ازالہ	435
بظاہر مجرموں کے جرم پر عطا	436
استدراج	440
اسلام ہم تیرے ہیں، کی حقیقی ترجمانی	442
مسلمانوں کے بارے مشرکین کی غلط سوچ	442
مسلمانوں کو معیشت کا طعنہ	443
اسلام کے بیٹے کا مجوسی کو جواب	445
ہمارے آنے کا مقصد کچھ اور ہے	445
اسلام لانے سے پہلے کی حالت	446
ہم طعام لینے نہیں اسلام دینے آئے	449
حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تحمل	452
یہودیوں کی شرارت	453
اسلام کے بیٹے کا کردار کیا ہونا چاہیے؟	454
یہودی اللہ کی مخلوق سے بدتر	456
غصے کی حالت میں بھی انصاف	457
دین اسلام میں رشوت حرام	458
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی عدالت	461
تعلیمی نصاب بدلنے کی سازش	461
اسلام کے بیٹے کی پالیسی کیا ہے؟	462
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام سے پیار	462
آقا ﷺ کے دشمنوں سے لڑنے میں لذت زیادہ	463
شہادت کی تمنا	465
اللہ کیلئے محبت ودشمنی افضل عمل	465
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت	466
بدر کی وردی کا کفن	467
رسول اکرم ﷺ کے غیب کی خبر	468
حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درد دل	470
مستقبل میں آنے والے خطرات کا تذکرہ	471
نظام الٰہی سے روگردانی ذلت کا باعث	472
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درد بھرا پیغام	473
علم پہ عمل کرنے والا بہترین شخص	475
ذکر مصطفیٰ ﷺ ہے روح کی غذا	476
ادارہ صراط مستقیم کا پیغام	477
آج ماں کی ذمہ داری کیا ہے؟	478
طلباء کے صدقے رزق میں برکتیں	479

علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

(ایک صاحب حکمت وبصیرت مبلغ)

از قلم

ممتاز علمی وادبی وروحانی پیشوا حضرت

علامہ پیر سید وجاہت رسول قادری صاحب

(صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی)

ان شئت من محكم الآثار يرفعها

الى النبى ثقات خيرة نجبا

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے راسخ العلم عالم کے لیے "اھـل الـذکـر" کی اصطلاح استعمال کی ہے اور طالبانِ علم کو حصولِ علم اور عامۃ الناس کو تفہیم دین اور حلِ اشکال کے لیے "اھل الذکر" سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ

(النحل، ۱۶، ۴۳-۴۴)

مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"معنیٰ یہ ہیں روشن دلیلوں اور کتابوں کے جاننے والوں سے پوچھو اگر تم کو دلیل و کتاب کا علم نہ ہو۔"

شہرۂ آفاق امام حدیث، علامۃ الدھر حضرت ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) جو علامہ ابن عبد البر اندلسی کے نام سے معروف

ہیں، اپنی مشہور و معروف تصنیف "جامع بیان العلم و فضلہ"

(باب اقسام العلوم) میں فرماتے ہیں:

''جملہ اہلِ اسلام کے نزدیک علمِ دین کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ: پہلا درجہ خاصۂ ایمان واسلام، یعنی معرفتِ توحید واخلاص۔ اس علم کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ ہے اعلمِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذریعہ، کیونکہ آپ ہی نے اللہ ربّ العزت کے احکام بندوں تک پہنچائے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی منشا ظاہر فرمائی ہے، پھر حکمِ قرآنی کے بموجب خلقِ الٰہی میں غور وتامل اور اللہ رب العالمین کی ربوبیت ووحدانیت اور ازلیت کے دلائل میں تفکر وتدبر ہے، قرآنِ حکیم میں جو کچھ ہے سب پر ایمان لانا چاہیے، خدائے ذوالجلال کے فرشتوں، کتابوں، نبیوں کی تصدیق کرنی چاہیے۔

دوسرا درجہ: دوسرا درجہ، حاملِ دین وشریعت کی معرفت کا ہے اور وہ ہیں نبی مکرم و محتشم رسول اللہ ﷺ، جن کی زبانِ اطہر اور دستِ مبارک سے دین اترا اور (تبلیغ وعمل سے) قائم ہوا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کے اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معرفت ہے، جنہوں نے اپنے آقا ومولیٰ ﷺ سے بالمشافہ شریعت وطریقت (اور ادب وآدابِ بارگاہِ معلّم کائنات ﷺ) سیکھی، سمجھی اور بعد کی نسلوں (تابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو منتقل کی، پھر تمام علما وائمۂ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، جنہوں نے علمِ دین مذکورہ ذرائع سے سلسلہ بہ سلسلہ حاصل کیا اور اخلاص کے ساتھ اس کی ابلاغ وترسیل کی، پھر خبرِ متواتر کی معرفت بھی ضروری ہے، جو اپنی صحت وثبوت میں ظاہر وباہر ہے۔

CamScanner

تیسرا درجہ: تیسرا درجہ، سُنن، واجبات سُنن، آداب سُنن کی معرفت کا ہے۔ اسی میں ثقہ راویوں کی حدیث مبارکہ بھی داخل ہے، تکمیل فقہ ان تینوں درجوں کے بغیر ممکن نہیں۔''

اس طویل تمہید کا مقصد یہ ہے کہ میرے موصوف فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا، مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زیدعلمہٗ کو جن اہل علم نے دیکھا ہے، ان کی صحبت میں رہے ہیں، ان کی مجلس میں بیٹھے ہیں، ان کی گفتگو سنی ہے، ان کے خطابات کی سماعت کا اعزاز حاصل کیا ہے، ان کی تصانیف کا بنظرِ غائر مطالعے کا شرف حاصل کیا ہے وہ اس بات کی یقیناً گواہی دیں گے کہ حضرت علامہ جلالی حفظہ اللہ الباری راسخ العلم عالم کی قرآنی اصطلاح "اھل الذکر" کے معیار پر پورا اترتے ہیں اور ان تینوں درجات کے حامل ہیں، جو علامہ ابن البر اندلسی علیہ الرحمۃ نے بیان کیے ہیں اور جو اس مضمون کی مذکورہ بالا سطور میں تحریر ہیں۔

حضرت علامہ جلالی کی شخصیت حسنِ صورت اور حسن سیرت کا ایک حسین آئینہ ہے۔ جسمانی طور پر قد آور ہونے کے علاوہ ایک بلند و ممتاز علمی قد و قامت کے حامل بھی ہیں، پھر یہ کہ روحانی جاہ و جمال نے آپ کے صوری و معنوی حسن میں مزید نکھار اور کشش پیدا کردی ہے؛ جو ایک بار آپ کی محفل میں آجاتا ہے، وہ پھر آپ کے گن گانے لگتا ہے۔

بقول حافظ:

بر جمال تو چناں صورت چیں حیران شد
کہ حدیثش ہمہ جا بر در و دیوار بماند

قرآنِ حکیم نے فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ فرما کر صبحِ قیامت تک کے لیے یہ بات واضح

کردی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا، لیکن ہر دور میں آپ کی امت کے "اھل الذکر" یعنی راسخ العلم علما پیدا ہوتے رہیں گے، جو تبلیغ و تفہیم دین کا فریضہ بطریق احسن انجام دیں گے؛ لہٰذا مسلمان فہم دین اور مسائل کے حل کے لیے ان کی طرف رجوع کریں۔

ماضی قریب میں شیخ الاسلام والمسلمین امام الھمام امام الاکبر مجددِ دین وملت علامہ احمد رضا خاں محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ایسی ہی راسخ العلم شخصیت تھے، جو قرآن وحدیث اور دیگر علوم اسلامی کے علاوہ ۵۵ سے زیادہ علوم قدیمہ وجدیدہ پر حاوی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ مرجع خلائق تھے۔ عوام وخواص تفہیم دین اور اپنے مسائل کے حل کے لیے آپ سے رجوع کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایسے ہی عالم کو (کہ جس نے علم میں رسوخ حاصل کیا، پھر اس کی تعلیم دی اور اپنی تراث العلمی کے ابلاغ وترسیل میں کاوش کی) ملکوت والسمٰوات میں عظیم کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہٗ باب اشاعۃ العلم)

اسے ایک خوشگوار حیرت یا حسین اتفاق کہیے کہ سر دست ہم جن اہل الذکر پر گفتگو کر رہے ہیں، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ، ان کا تلمیذی سلسلہ دو واسطوں سے انھی یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔

آپ کے استاذِ گرامی اور مرشدِ برحق، جنید زماں، حافظ الحدیث حضرت پیر محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ تھے حضرت حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا

CamScanner

خاں کے اور وہ شرفِ تلمذ رکھتے تھے اپنے والدِ ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہما الرحمۃ سے۔ یہ وہ فضاءِ علم وآگہی وعوارف ومعارف تھی جس نے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہٗ کو علم کی پختگی کے ساتھ ساتھ عقل وخرد کو آسودگی اور قلب ونظر کو بالیدگی عطا کی۔ایک اور حوالے سے بھی بارگاہِ رضوی سے آپ کو قوی نسبت حاصل ہے اور وہ یہ کہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ابن مفتی ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں ابن حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خاں (علیہما الرحمۃ) سے سندِ خلافت واجازت بھی حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ اپنے آخری کلمات (وصایا شریف) میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے روشن ہوئے، ان سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ان سے تابعین اور ان سے ائمہ کرامانِ امت رحمھم اللہ تعالیٰ اور ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ یہ روشنی ہم سے لےلو۔''

ایسا محسوس ہوتا ہے عالمِ ارواح میں محمد اشرف آصف نے اعلیٰ حضرت کی یہ ''صلائے خاص'' سماعت فرما کر لبیک کہا، جبھی تو آج وہ وارثِ علوم مصطفیٰ، عبد مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری کے چشمۂ علم وحکمت سے سیراب ہونے والی نہروں سے علم وحکمت کے موتی اور فراستِ ایمانی اور بصیرتِ دینی کے لعل وگہر بٹور کر اپنے دامنِ مراد کو گلِ گلزار بنا رہے ہیں۔ واللہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

حضرت جلالی زید مجدہ کی شخصیت پر قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی

صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہم نشینی کا بھی بہت اثر ہے، جو ظاہر و باطن دونوں میں نمایاں ہے۔

حضرت علامہ جلالی کی علمی و روحانی پرورش و پرداخت کی عظمت کی بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ آپ کی شخصیت پاک و ہند و عراق کی عظیم علمی و روحانی درسگاہوں کا ایک ایسا حسین سنگم ہے، جو عصر حاضر کے نوجوان علما میں شاید آپ ہی کی امتیازی خصوصیت ہے۔ وہ بھکوی، بندیالوی، رضوی، خیرآبادی اور مدرسۂ قادریہ بغداد شریف کے علمی، معقولی اور روحانی سلسلوں کا حسین امتزاج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں، قرآن وحدیث فقہ وتفسیر اور دیگر علوم اسلامی کا گہرا ادراک وشعور رکھتے ہیں، وہیں عصری تعلیمات سے بھی بخوبی آراستہ ہیں۔

آپ کا تعلیمی کیریر بہت شاندار ہے۔ ابتدائی جماعتوں سے لے کر شہادت عالمیہ تک اور ایم۔ اے عربی سے لے کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھیسز تک آپ نے ہمیشہ ممتاز کامیابی حاصل کی۔ اسی طرح درس وتدریس کے میدان میں بھی آپ ایک بہترین معلّم و مدرس ہیں، چونکہ اخلاقِ نبویہ پر عمل پیرا ہیں۔ اس لیے طلباء سے شفقت اور اپنے ساتھی اساتذہ سے محبت ورواداری آپ کا شعار ہے۔ طلباء کی عصری ضروریات اور علمی میدان میں ان کے عصری تقاضوں سے بخوبی واقف ہیں۔

پرانا مقولہ ہے کہ ''جید عالم وہ ہے جو اپنی بہترین مسموعات لکھتا ہے، اپنے بہترین مکتوبات حفظ کرتا ہے اور اپنے بہترین محفوظات روایت کرتا ہے۔''

جید عالم کی یہ تعریف آج کے دور میں حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کے علمی قد وقامت پر بھی صادق آتی ہے۔ ان کی تحقیقاتِ علمی کو پرکھیں، ان کی تصانیف کا

مطالعہ کریں یا ان کے لکچر (علمی گفتگو) کو سماعت کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا وہ ایک علمی نظم وضبط اور احتیاط وتدبر کے ساتھ اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں اور منتخب دلائل و براہین، ناقابلِ تردید مشاہدات، مستند روایات و درایات، اور اصل ماٰخذ ومراجع سے استفادہ کرتے ہوئے موضوعِ زیرِ بحث پر اپنا مدعا بیان کرتے ہیں اور آخر میں اپنا قولِ فیصل صادر کرتے ہیں۔

حسنِ بیان کے ساتھ زبان کی چاشنی، سلاست وروانی، فصاحت وبلاغت کی فراوانی، زبان کی شائستگی، الفاظ کا بندوبست، سہل نگاری، محاورات و روزمرہ کا برمحل استعمال، نکتہ سنجی، معلومات کی بہم رسانی، تجزیہ نگاری، علم وحکمت کے تمام موجود وسائل کا مناسب استعمال اور انھیں برتنے کا سلیقہ وغیرہ، یہ وہ خصوصیات ہیں جو ان کی نگارشات کو مستند ومؤقر اور قابلِ اعتماد بناتی ہیں۔ آپ کی تحریرات مقصدی لٹریچر کا اعلیٰ نمونہ ہیں، اور افراط وتفریط اور لایعنی باتوں سے مبّرا ہوتی ہیں۔

آپ عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر کامل دسترس رکھنے کے علاوہ انگریزی زبان سے بھی خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا تینوں زبانوں میں ان کی تصانیف موجود ہیں۔ آپ جید عالمِ دین، بلند پایہ فقیہہ اور بے بدل محدث ہونے کے علاوہ ایک باذوق سخن سنج وسخن ور شاعر بھی ہیں۔ اردو کے علاوہ عربی اور فارسی شعروادب کا بھی بلند ذوق رکھتے ہیں؛ سخن فہم وسخن ور ہونے کے ساتھ بزلہ سنج بھی ہیں۔

بایں ہمہ خوبی وخصائص آپ کی تحریر کا اصل مقصد فہم دین کو عام کرنا، تیزی سے بگڑتے ہوئے معاشرے میں تبلیغ دین کے ذریعے لوگوں کو اپنی اصلاح اور فلاح کی طرف متوجہ کرنا، اسلامی شعائر کی حکمت وافادیت واہمیت، اللہ عزوجل کی عظمت وبزرگی اور

اس کے رسولِ مکرم و معظم، سیدِ عالم ﷺ، صحابۂ کرام، ائمۂ کرام، اولیا و صلحائے امت (علیھم الرضوان) کی عزت و ناموس کا تحفظ اور ان کے فضائل و مناقب کا اس اسلوب میں بیان کہ قاری (بالخصوص جدید تعلیم یافتہ نوجوان) کے دل میں ان کی عظمت و محبت کے ساتھ اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب و تشویق پیدا ہو، معاشرے میں ''روشن خیالی'' کی آڑ میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی، بے حیائی اور جدّت پسندی، بدمذہبیت اور دین میں نت نئے فتنوں کا سدّ باب ہو سکے اور بدلتے ہوئے زمانے اور حالات کے ساتھ دین اسلام پر عمل پیرا ہونے میں آسانی پیدا ہو اور علم و حکمت اور دینِ متین کو فروغ حاصل ہو۔

حضرت علامہ جلالی صاحب کی تحریر و تقریر کی ایک انفرادی خوبی یہ بھی ہے کہ آپ مخاطب کی استعدادِ علمی اور سطحِ فہم کے مطابق گفتگو کرتے ہیں کہ بات اس طرح اس کے دل نشیں ہو جائے کہ اسے دوبارہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔

طوالت کے خوف سے مولانا کی اس اسلوب تحریر کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں:

حضرت علامہ صاحب کی ختم نبوت کے عنوان سے ایک کتاب راقم کے سامنے ہے۔ اس میں صفحہ ۱۰، پر ایک بحث ہے کہ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے اور آیتِ کریمہ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" (سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب، آیت ۴۰)" میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر تو دونوں منصبوں یعنی رسالت و نبوت کا کیا ہے، لیکن ختم کے لحاظ سے یہ فرمایا کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ خاتمِ رسالت کیوں نہ فرمایا؟

علما تو اس مسئلے کو سمجھتے ہیں، لیکن ایک عام قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔

CamScanner

یہاں منطق کا ایک اصول کارفرما ہے کہ "عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جاتی ہے، خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہو سکتی۔" حضرت علامہ جلالی کے مخاطب صرف علما وطلبہ ہی نہیں ہیں، عوام الناس بھی ہیں؛ بلکہ ان کی تبلیغ وارشاد اور تحریر وتصنیف کا مدعا ہی عامۃ المسلمین تک تفہیم دین کا ابلاغ وترسیل اور ان کی اصلاح ہے، ان کے پیشِ نظر ہمیشہ یہ نکتہ رہتا ہے کہ عوام الناس کی عقل اور ذہنی سطح (I.Q Frequency) کے مطابق گفتگو کی جائے تاکہ ان کے ذہن میں کوئی اشکال نہ رہ جائے۔

لہٰذا انہوں نے اس مسئلے کی تفہیم اس قدر عام فہم انداز میں فرمائی کہ ایک ہوشیار بچہ بھی سمجھ سکتا ہے؛ کسی سامع یا قاری کے ذہن میں کوئی ابہام یا خلش باقی نہیں رہ سکتی ہے۔ اسلوب ملاحظہ ہو، آپ فرماتے ہیں:

"ایک ہے نبی ہونا اور ایک ہے رسول ہونا، نبوّت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ نبی بڑھتا ہے (ترقی پاتا ہے) تو رسول بن جاتا ہے۔ اس طرح کہ جو بھی رسول ہوتا ہے وہ نبی ضرور ہوتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو بھی نبی ہو وہ رسول بھی ہو؛ کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال اس طرح سمجھی جا سکتی ہے: ایک ہے سندھی ہونا اور ایک ہے پاکستانی ہونا۔ پاکستانی ہونا عام ہے اور سندھی ہونا خاص ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص سندھی نہیں تو اس کے پاکستانی ہونے کی نفی نہیں ہوتی؛ ہو سکتا ہے وہ پنجابی ہو، بلوچ ہو؛ لیکن جس وقت ہم یہ کہیں گے کہ وہ پاکستانی نہیں تو اس سے سب کی نفی ہو جائے گی کہ وہ بلوچی بھی نہیں، پنجابی بھی نہیں (وغیرہ)۔ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جاتی ہے، لیکن خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا اس آسان اور عام فہم مثال سے علامہ نے منطقی قضیہ کی بھول

بھلیوں اور نبی و رسول کی تعریف بیان کرنے کے لیے لغات و تفسیری مآخذ کی تفصیل میں جائے بغیر کس قدر آسان زبان اور مثال سے قاری کے ذہن کے تمام خلجان، تردد، اشکال اور شکوک و شبہات کو رفع فرما دیا۔

مذکورہ کتاب کا قاری اب زندگی بھر کسی منکرِ ختم نبوت (قادیانی) مؤیدِ انکارِ ختم نبوت (دیوبندی وہابی) کی کسی بھی خود ساختہ دلیل کے جھانسے میں نہیں آئے گا۔ اس کے دل میں ایمان اور محبتِ رسول ﷺ راسخ ہو جاتی ہے اور وہ شیطانی فریب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ نفسِ مسئلہ اور حکم مسئلہ کی اصل حقیقت اس کے ذہن میں مرتسم ہو جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر و تشریح اور ترجمہ ہر کہ ومہ کے بس کی بات نہیں۔

بقول حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ ۲۵ سے زیادہ علوم پر گہری نظر رکھنے والا اس منصب کا اہل ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی ایک شرط ہے دل خشیت الٰہی اور صاحب قرآن، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے سرشار ہو۔ حضرت علامہ جلالی زید علمہ اس فن میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ''منصب نبوّت اور عقیدۂ مومن''، باب ۳، فہمِ دین، حصّہ اوّل، سے ایک تفسیری اقتباس پڑھیں اور فاضلِ بغداد کی قرآنی بصیرت کی اور جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کی داد دیں:

''قرآنِ مجید کی آیات کا اگر سرسری جائزہ مرتب کیا جائے تو رسولِ اکرم ﷺ کی شخصیت اور آپ کا مقام و مرتبہ اس بات کو معین کرتا ہے کہ معیارِ نبوّت اور منصبِ نبوّت کتنا بڑا ہے اور اس کے لیے مومن کو کس طرح محتاط رہنا چاہیے اور اس کے بارے میں اپنا عقیدہ کیا رکھنا چاہیے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی عظمت وشان اور آپ کا منصب نبوّت میں جو مقام ہے اُس کے لیے اس آیتِ کریمہ میں غور کیا جائے جو سورہ حجر کی آیت نمبر ۷۶ ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ''

(پارہ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۷۶)

''اے میرے محبوب ﷺ مجھے تمہاری عمر کی قسم بے شک وہ لوگ اپنے نشے میں بھٹکتے پھرتے ہیں''

لفظ عُمر اور لفظ عَمر آپس میں دونوں مترادف ہیں۔ ہم اپنی زبان میں عُمر کا لفظ بولتے ہیں کہ فلاں کی عُمر اتنی ہے اور عَمر کی لغت بھی موجود ہے۔

لَعَمْرُكَ

اللہ تعالیٰ رسول پاک ﷺ کی عمر مبارک کی قسم اٹھا رہا ہے اس پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ صرف رسول اکرم ﷺ کی انسانوں سے ایک ذات ہے کہ جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے۔

لَعَمْرُكَ

مجھے تمہاری عمر کی قسم ہے۔

یہ قسم اس بات کو واضح کرتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی عمر مبارک کتنی تابناک تھی اور اُس کی کتنی عظمتیں تھیں۔ خالق کائنات جلّ جلالہٗ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو اپنی رضا کتنی عطا فرما رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا رہا ہے اور جس عمر کی قسم اٹھا رہا ہے اُس عمر کے ہر سال اُس عمر مبارک کے ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک کے ہر ہفتہ کی قسم اٹھا رہا

ہے۔ اُس عمر کا ہر سال اُس عمر مبارک کا ہر مہینہ اور اُس عمر مبارک کا ہر ہفتہ اور اُس کا ہر گھنٹہ اور اُس کا ہر منٹ اور اُس کا ہر سیکنڈ اس لائق ہونا چاہیے کہ رب اُس کی قسم اٹھا سکے۔ اگر اُس عمر کا معاذ اللہ کوئی دن، کوئی گھنٹہ، کوئی لمحہ ایسا ہو کہ جس میں اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو پھر اُس عمر کی قسم کیسے اٹھائی جا سکے گی۔ خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے رسولِ پاک ﷺ کی پوری عمر مبارک کی قسم اٹھا کر اپنی طرف سے یہ واضح کر دیا کہ یہ وہ ذات ہے کہ جن سے میں ایک لمحہ بھی ناراض نہیں ہوا اور یہ وہ ذات ہے کہ جس نے ایک دن تو کیا، ایک گھنٹہ تو کیا، ایک سیکنڈ بھی میرے حکم کی نافرمانی نہیں کی۔ یہ وہ ہیں کہ ہر وقت جنہوں نے میری خوشنودی کے کام کیے ہیں۔

ان کی زندگی اتنی عظیم ہے کہ میں خالق ہو کر بھی ان کی قسم اٹھا سکتا ہوں تو رسولِ اکرم ﷺ کی پوری زندگی اور زندگی کا جو لفظ میں بول رہا ہوں لفظ عمر کا ترجمہ کرتے ہوئے'' تو اس میں یہ بھی ہے خواہ وہ اعلان نبوت سے پہلے کی ہے یا اعلان نبوت کے بعد کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی مکمل زندگی کی خالق کائنات جل جلالہٗ نے قسم اٹھا کر یہ واضح کر دیا کہ ان کے بارے میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ فلاں موقع پر ان کو فلاں جھڑکی میری طرف سے ملی یا معاذ اللہ اس طرح کا کوئی سلسلہ ہوا۔ نہیں، بلکہ ان کی پوری کی پوری زندگی اتنی عظیم ہے اور مومن کے لیے ماننا لازم ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو رب ذوالجلال نے اتنا مقام دیا ہے کہ زندگی کے ہر لمحے کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول بھی ہو رہا تھا اور خالق کائنات صرف اُن پر خوش ہی نہیں بلکہ اُن کی زندگی کے ہر لمحے کی قسم بھی اُٹھا رہا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کی یہ مقدس زندگی جس کو خالق کائنات نے اس انداز میں بیان کیا اب

ہمارے لیے اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ ہم کبھی بھی زبان کھولتے ہوئے اس مقدس زندگی کے کسی لمحے پر تنقید نہ کریں اور یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ اللہ اُن کی زندگی کی قسم اٹھائے اور ہماری زبانوں سے ان کی زندگی کے کسی لمحے پر تنقید ہو کہ فلاں وقت یہ ہو گیا تھا، فلاں وقت یہ ہو گیا تھا۔

خالق کائنات نے آپ کی زندگی کی قسم اٹھا کر منصب نبوّت کی عظمت کو واضح کر دیا ہے اور قیامت تک کے لیے مسلم امہ کے ہر فرد کے لیے یہ لازم کر دیا ہے کہ کبھی بھی ان کی زندگی، ان کی ذات، ان کی صفات اور ان کی ہر حالت کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ نہ بولو کہ اگر کوئی ایسی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ قسم ہی نہ اٹھاتا۔ اللہ تعالیٰ خالق ہو کر جو ہر وقت ہر جہت سے واقف ہے اور ہر لمحے کے پیچھے جو محرکات ہیں وہ بھی جانتا ہے جب اُس نے ان کی زندگی کو اتنا عظیم قرار دے دیا ہے کہ اس کی قسم اٹھا رہا ہے۔ مومن تو آپ کا اُمتی ہے جب وہ خالق ہو کر اس کی قسم اٹھاتا ہے تو مومن کو اس مقدس زندگی کے ہر لمحے کے بارے میں اپنا ہر وقت یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے ہر لمحے کو عظمت والا بنایا ہے اور کوئی سیکنڈ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی طرف کسی عیب کی نسبت کی جا سکے۔"

آپ نے ملاحظہ کیا کہ کلمہ "لَـعَـمْـرُكَ" کی کس قدر آسان، عام فہم مگر مدلل اور خوبصورت پیرائے میں تفسیر بیان کی ہے کہ مجھ جیسا ایک مبتدی، ایک عام پڑھا لکھا آدمی بھی سید عالم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور منصب نبوّت کی عظمت اور رفعت و بلندی کا اندازہ کر سکتا ہے۔ دورانِ تشریح، علمِ اصول تفسیر، صرف ونحو کا کوئی اصطلاحی کلمہ یا منطق کا اصول نہیں بیان کیا گیا کہ عام قاری کے ذہن میں جس سے الجھن پیدا ہو۔

CamScanner

ہاں دوسری جگہ حضرت العلام نے اپنے تحقیقی مقالات میں عالمانہ اور فاضلانہ گفتگو کی ہے، مثلاً، اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے عربی مقالے میں آپ کا اندازِ تحریر نہایت عالمانہ اور ادیبانہ ہے۔ آپ نے اپنے موضوع پر تحقیق کرتے وقت علم کے تمام موجود وسائل استعمال کیے ہیں اور تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

جدید وقدیم عربی زبان ولغت سے واقف علما مثلاً محبی ومحترم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اس کو خوب سراہا ہے۔ ایک بات جس کی طرف راقم ناشرین کی توجہ دلانا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ "فہمِ دین" کے عنوان سے حضرت العلام کے مقالات شائع ہو چکے ہیں ان کی دوبارہ اشاعت کے موقع پر یا جو آئندہ شائع ہونے والے ہیں ان کی ایڈیٹنگ کے وقت وہ حوالہ جات جن کی طرف مضامین میں صرف اشارے ہیں، ان کا سیاق وسباق اور اصل عبارات حاشیہ میں لکھی جائیں اور جملوں کی تکرار کو حذف کردیا جائے۔ اس سے ان مجموعۂ مضامین کی افادیت اور سند میں اضافہ ہوگا۔ یہ حضرت العلام کے لیے مشکل نہیں ہے اپنے کسی فاضل شاگرد کی ذمّے داری لگا دیں۔ تو یہ کام ان کی زیرِ نگرانی احسن طریقے پر ہو سکتا ہے۔

حضرت العلام کی تحریر وتقریر کی ایک خوبی اور بھی ہے جو راقم نے محسوس کی ہے وہ یہ کہ آپ کی ہر تحریر وگفتگو قرآنی حکم:

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (سورۃ النحل، پارہ ۱۴ آیت نمبر ۱۲۵)

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

کی آئینہ دار ہے۔ آپ ان کی تمام تصانیف پڑھ ڈالیں، ان کی مجلس دروس کی تقریریں یا مقالات سنیں، ٹی۔وی پر ان کے مذاکرات مشاہدہ کریں؛ اپنے موقف کی حمایت میں دلائل و براہین کے انبار تو نظر آئیں گے، لیکن کسی بھی مرحلے پر مخالفین کے لیے تلخ وتند لہجہ، ترش روئی، لعن طعن اور دشنام طرازی کا شائبہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مجلسِ درس میں روز بروز سامعین کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ مشاہدہ ہے کہ اس دعوتِ الی اللہ میں وہ لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جو منہاج قرآنی سے برگشتہ، غامدی الذھن اور خارجی الفکر ہو چکے ہوتے ہیں، اس لیے کہ انہیں اطمینان ہے کہ اس بارگاہِ اشرف سے انہیں دھتکارا نہیں جائے گا، بلکہ یہاں ان کی بیماری کے علاج کے لیے ''الابذکر اللہ'' کی شیشی سے 'تطمئن القلوب'' کی دواءِ شفا دی جائے گی۔ لہٰذا جب وہ حضرت کی مجلسِ علمی سے اٹھتے ہیں تو ان کا معاملہ جگر مراد آبادی کے اس شعر جیسا ہوتا ہے

حریم حسنِ معنیٰ ہے جگر کاشانۂ اصغر
جو بیٹھو با ادب ہو کر تو اٹھو باخبر ہو کر

دلوں سے تشکیک کی گرد صاف ہو چکی ہوتی ہے اور چہروں پر ایمان وایقان کی طمانیت دمکتی نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے ایسے نام نہاد علما جنہیں لبنان کے پادریوں نے ''شیخ الاسلام'' کے لقب سے نوازا ہے یا جن'' غامد القلب والذھن'' کی آنکھوں کو خارجی مال وزر کی فراوانی نے اندھا کر کے ''عینین'' بنا دیا ہے، وہ خوفزدہ ہو کر حضرت العلام کے خلاف فتنہ وفساد پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ خود وہ اپنے تحفظ کی خاطر اپنے آقاؤں کے حرم میں روپوش ہیں؛ لیکن حضرت العلام ''جاء الحق

وزھق الباطل" کی تمثیل بن کر دین متین کی تبلیغ اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کے ابلاغ وترسیل میں کوشاں ہیں۔

وہ اس وقت ہمارے ملک میں عزم واستقلال، صبر وتحمل کا پیکر، علمی وقار کے نگہباں اور عشقِ رسول ﷺ کی راہ میں جذبۂ فداکاری کا مظہر ہیں، ان کا وجودِ مسعود اور کردار وعمل ہمارے لیے بالعموم اور نوجوان علما وپڑھے لکھے طبقے کے لیے بالخصوص قابل تقلید ہے۔ راقم کو ان سے شرفِ ملاقات حاصل ہے؛ ان کے خطابات ومقالات سننے اور ان کے الیکٹرونک میڈیا پر مذاکرات دیکھنے کا بھی متعدد بار موقع ملا۔ ایک بار وہ راقم کی دعوت پر (۲۰۰۹ء میں) امام احمد رضا کنز الایمان کانفرنس میں کراچی بھی تشریف لائے تھے۔ کنز الایمان کی خصوصیات پر ان کا مقالہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا تھا۔ کسی مقالہ نگار کا اتنا طویل دورانیے کا مقالہ حاضرینِ مجلس کے لیے بڑا اکتا دینے والا ہوتا ہے؛ لیکن زبان وبیاں کی ندرت، معلومات کی فراوانی اور ترجمۂ کنز الایمان کی صرفی ونحوی مباحث کے آسان زبان میں اظہار نے حاضرینِ مجلس کو ہمہ تن گوش اور مصروف رکھا۔ پھر حضرت العلام نے لبنانی پادریوں کے "شیخ الاسلام" کے ترجمۂ قرآن سے قرآنِ حکیم کی محض چند آیاتِ کریمہ کے حوالے سے ترجمۂ کنز الایمان کا جو تقابلی جائزہ پیش کیا وہ اتنا حیران کن تھا کہ:

ناطقہ سر بہ گریباں اسے کیا کہیے؟

شیخ الاسلام کی بھاری بھرکم عبا کے تار وپود حضرت العلام کے برق رفتار قلم سے بکھر کے فضا میں ایسے تحلیل ہوگئے جیسے تارِ عنکبوت۔ اس کاغذی شیخ الاسلام کی عبا کے اندر سے علم غیر نافع کا ایک ایسا نحیف ونزار ڈھانچہ نکلا جو ایک مبتدی طالب علم کے قلم کی جنبش

سے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کے زمین پہ آ سکتا تھا۔ حضرت نے اپنے مقالے میں دلائل وبراہین، کتب تفاسیر واحادیث اور علمِ صرف ونحو کے اصولوں سے ثابت کیا کہ موصوف کا ترجمۂ قرآن ہر اعتبار سے ایک غیر معیاری ترجمہ ہے، بلکہ حیرت تو یہ ہے کہ موصوف اردو صرف ونحو سے بھی نابلد نظر آتے ہیں۔ کاش کہ حضرت کا مذکورہ مقالہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو جاتا تو بہتوں کا بھلا ہوتا۔

ایسے ہی حضرت علامہ جلالی نے ایک اور صاحب کے متعلق جو ''بہت بڑے مفسرِ قرآن'' اور ''بہت بڑے شارحِ احادیث نبویہ'' علی صاحبہ التحیۃ والثناء ہیں، ان کے ترجمۂ کنزالایمان پر بعض اعتراضات کے متعلق ایک بہت معیاری اور اصولی بات کی۔

انہوں نے فرمایا کہ کسی بھی عالم کے ترجمۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر اعتراض کے دو سبب ہو سکتے ہیں یا تو یہ اعتراض ''بغضِ معاویہ'' کی بنا پر ہے یا پھر وہ شخص ان تمام وسائل اور جذبۂ حبِ رسول ﷺ سے نابلد ہے جن کو بروئے کار لا کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ اور ان جیسے دیگر اکابرینِ اسلام نے قرآنِ حکیم کا حکمت بھرا ترجمہ و تفسیر لکھی ہے۔

تو نے ظالم آئینہ میں بھی کبھی دیکھا ہے منہ؟
کس لیے تو آ رہا ہے منہ امامِ وقت کے

راقم نے حضرت العلام کا الیکٹرونک میڈیا پر مذاکرہ بھی کبھی کبھی دیکھا اور سنا ہے۔ ایک مذاکرے میں حضرت نے ''ختم اللہ علیٰ قلوبھم'' کے مظہر ایک شخص حامد الغامدی کو ایک مناظرانہ گفتگو میں مسکت جوابات اور دلائلِ قاہرہ سے اس قدر مبہوت کر دیا کہ آخرکار اس سے کوئی جواب بن نہیں پڑا اور جب مولانا نے اس کو

مناظرے کا چیلنج دیا تو وہ ''چور مچائے شور'' کے بموجب ملک سے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا کر بھاگا کہ مجھے پاکستان میں جان کو خطرہ ہے، حالانکہ کہ اس کو جان کا یہاں کوئی خطرہ نہیں؛ تھا البتہ یہ اس کا احساسِ جرم بول رہا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس شخص سے ہماری نوجوان نسل کے ایمان کو ضرور خطرہ ہے۔

حضرت مولانا جلالی کی عشقِ رسول (ﷺ) کانفرنس لاہور کی C.D دیکھی طبیعت خوش ہوگئی اور دل سے دعا نکلی ''حَفِظَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ وَّشَیْطَانِ الْمَارِدِ''

نہایت مدلّل طریقے پر قرآن وحدیث، آثارِ صحابہ اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں ایک گستاخِ رسول کی سزا پر روشنی ڈالی ہے۔ گورنر پنجاب، بدکردار و بدتاثیر کے ٹی۔ وی انٹرویو کی کلپنگ دکھا کر ثابت کیا کہ اس نے سیّدِ عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی اور اسلامی احکام کا مذاق اڑایا۔ اور عاشقِ رسول ﷺ جناب غازی ممتاز قادری حفظہ اللہ الباری کے اس ناہنجار گورنر کے قتل کے عمل کو قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں درست قرار دیا۔ انہوں نے لبنانی پادریوں کے ''شیخ الاسلام'' کے اس موقف کا پرزور دلائل اور ناقابلِ تردید شواہد سے رد کیا کہ ''بدتاثیر گورنر پنجاب گستاخی رسول کا مرتکب نہیں تھا۔ اس کے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ اور اسلامی قوانین کے بارے میں کوئی صریح کفریہ الفاظ نہیں تھے۔ کسی کو گستاخ رسول قرار دینے کے لیے اس کے قول میں صریح الفاظ کا اور پھر گستاخی کی نیت کا ہونا ضروری ہے''

حضرت العلام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا کہ موہوم الفاظ میں بھی اگر کسی نے کوئی بات کہی یا گستاخی کا شائبہ بھی ہو تب بھی وہ شخص گستاخیِ رسول کا مرتکب ہو کر کافر و مرتد ہو جائے گا اور اس کے لیے گستاخی کی نیّت کے نہ ہونے کا عذر ناقابل قبول ہے۔ پھر حضرت العلام نے پادریوں کے شیخ الاسلام کی ویڈیو کلپنگ دکھائی کہ

وہ صحیح عربی عبارت بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تین جملے پڑھنے میں اعراب کی ۴ جگہ غلطی کی، جو عربی سے شد بد رکھنے والا ایک عام آدمی یا ایک مبتدی طالب علم بھی محسوس کر سکتا ہے۔ اس شخص نے آنجہانی گورنر کو مظلوم اور شہید کہا اور غازی ممتاز قادری حفظہ اللہ الباری کو ظالم اور قابلِ گردن زدنی قرار دیا۔

پھر اس سی۔ڈی میں حضرت نے ۱۹۸۶ء میں اس کی فضائلِ نبوی پر لکھی ہوئی (یا لکھوائی ہوئی) ایک کتاب کے اقتباسات سنائے، جس میں اس نے یہ تحریر کیا ہے کہ گستاخِ رسول کی گستاخی کی نیت نہ ہونے کا دعویٰ شریعت میں قابل قبول نہیں اور یہ کہ موہوم الفاظ جس میں گستاخی کا شائبہ بھی پایا جائے ادا کرنے سے وہ شخص گستاخِ رسول اور واجب القتل قرار پائے گا۔ (اسی طرح کراچی کے ایک عالم، جن کے نام کے آگے اگر مفتیِ اعظم کا لاحقہ نہ لگایا جائے تو ان کے حلقۂ احباب کے افراد برا مناتے ہیں، انہوں نے بھی وقت ضائع کیے بغیر بدتاثیر گورنر کی تعزیت اور اس کے لیے دعائے مغفرت کا اعلان اخبارات میں شائع کروا کر اربابِ حل وعقد کے دفتر (Good Book) میں انعام یافتہ لوگوں میں اپنا نام لکھوالیا۔ بعد میں احبابِ اہلِ سنّت کے احتجاج پر دعائے مغفرت کی تردید شائع کی، لیکن اس کی تعزیت کو شریعتِ اسلامی کے مطابق ہونے کے موقف پر ڈٹے رہے، حالانکہ پانچ سو سے زیادہ علماے اہلِ سنّت نے گورنر کے گستاخیِ رسول کے مرتکب ہونے کا فتویٰ دیا، لیکن موصوف نے اس پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ وجاہت)

حضرت العلام نے لبنانی پادریوں کے منھ بولے ''شیخ الاسلام'' اور ''بھائی'' سے سوال کیا کہ ان کا کون سا موقف صحیح ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا شخص دنیاوی غرض اور جاہ ومنصب کی لالچ یا قصرِ سلطانی حصول سے قربت کے کی خاطر کسی بھی وقت بھی اپنا فتویٰ بیچ سکتا ہے۔ ایسا شخص مسلم معاشرے کے لیے نہایت ہی خطرناک ہے۔

عوام کو چاہیے کہ اس کا سوشل بائیکاٹ کریں۔

حضرت العلام کی یہ تقریر (C.D) دیکھنے اور سننے کے قابل ہے۔ جہاں ناظر و سامع کے علم میں اضافہ ہوتا ہے وہیں اس کے جذبۂ عشقِ رسول ﷺ میں ترقی اور عقیدۂ ایمان کو تقویت ملتی ہے۔ ان کی مذکورہ تقریر اور دروس کی دیگر تقاریر اور مقالات ادارۂ صراطِ مستقیم کی ویب سائٹ www.siratemustaqeem.net پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ سب ادارۂ ھٰذا سے ''فہم دین'' کے عنوان سے سات جلدوں میں شائع بھی ہو چکی ہیں اور وہاں سے طلب کی جاسکتی ہیں۔ غرضکہ حضرت العلام ایک زیرک اور جہاندیدہ عالم کی طرح، جس کا ہاتھ ہر وقت مخاطب کے قلب اور زمانے کی نبض پر ہوتا ہے، درس و تدریس، تحریر و تقریر، اخبار و رسائل کے علاوہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پریس اور الیکٹرونک میڈیا کے ذرائع کا بھرپور مگر نہایت ہوشمندی سے استعمال کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ایسے زیرک اور راسخ العلم عالم کی قدر کریں اور دامے، درہمے، قدمے، سخنے ہر طرح ان کے ادارۂ صراطِ مستقیم سے عملی تعاون کریں۔

راقم کی نشان دہی پر ہندوستان اور بنگلہ دیش کے احباب نے ادارۂ صراطِ مستقیم کی ویب سائٹ دیکھنا شروع کر دی ہے اور فقیر کو اکثر اپنے تعریفی کلمات سے نوازرہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ عِلْمَہٗ وَفَضْلَہٗ وَاَطَالَ اللّٰہُ عُمُرَہٗ بِالصِّحَۃِ وَالْعَافِیَۃِ

زِخاکِ کوئی تو ہر کہ کہ دم زند حافظ
نسیم گلشنِ جاں در مشامِ ماافتد

غرض کہ حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف جلالی زید علمہ کی جامع الصفات شخصیت کے بہت سے روشن رخ ہیں۔ ان سب کے احاطے کے لیے وقت اور کسی صاحبِ علم کا قلم درکار ہے۔ اس فقیر کی اس وقت دو مجبوریاں ہیں، ایک تو علمی طور پر

بے بضاعت ہے، دوم یہ کہ گذشتہ دو برسوں میں طویل بیماریوں اور ہارٹ آپریشن کے مرحلے سے گذرا ہے۔ بحمد اللہ احباب کی دعاؤں سے بہتر ہوا ہے؛ لیکن زیادہ دیر ایک نشست پر بیٹھ کر تحریر و مطالعہ کا کام نہیں کرسکتا۔ اپنی جسمانی کمزوری اور اپنی گرتی ہوئی صحت اور بعض عوارض کی وجہ سے تحریر و مطالعہ کا کام تقریباً معطل ہے۔ خود احقر کے کچھ کام مکمل اور کچھ نامکمل پڑے ہیں؛ واللہ المستعان؛ اس لیے فقیر معذرت خواہ ہے کہ حضرت ممدوح کے علمی مآثر اور ان کے علمی و ادبی مقام و مرتبہ پر خاطر خواہ گفتگو نہ کرسکا۔

اس مضمون کے لکھنے کی ایک ترغیب یوں بھی بن گئی کہ کچھ دن قبل دورانِ مطالعہ ایک حدیثِ مبارکہ راقم کی نظر نواز ہوئی، اس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں، مفہومِ حدیث یہ ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو یہ سب سے بہتر فائدہ پہنچا سکتا ہے کہ جو یہ اچھی بات سنے (یا پڑھے) اسے بھی سنا دے (یا پہنچا دے)"۔

اسی جذبۂ اخلاص کے تحت اس احقر ہیچ مدان نے چاہا کہ حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ واطال اللہ عمرہ کی تصنیفاتِ عالیہ پر، بالخصوص آپ کے خطباتِ مبارکہ کے مجموعہ "فہم دین" کی خوبیوں، اس میں درج نیک باتوں اور آپ کی تحریر کی خصوصیات پر تاثرات قلم بند کر کے قارئین کرام تک پہنچائے تا کہ یہ سیہ کار بھی مذکورہ حدیثِ مبارکہ کے حکم پر عمل پیرا ہونے والوں میں شامل ہو جائے اور اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم۔

اس لیے کہ حضرت علامہ جلالی حفظہ اللہ الباری کے فرمودات اور ان کی تحریرات میں ان حضرات گرامی کے لیے جو علم نافع کے جویا اور حق وصداقت کے

CamScanner

متلاشی ہیں ایک دعوتِ فکر و عمل ہے۔ آج کے ''روشن خیالی'' جدّت پسندی، سرکاری سرپرستی میں فسق و فجور کی نشرواشاعت اور اس پر مستزاد یہ کہ نت نئے دینی فتنوں کی برآمدگی کے ماحول میں حضرت علامہ جلالی حفظہ الباری جیسے مخلص اور راسخ العلم علما کی اہمیت اور ضرورت دو چند ہو جاتی ہے کیوں کہ یہ علما جہاں قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر اور اسلامی عقائد ونظریات کا عمیق ادراک وشعور رکھتے ہیں اور تراث الاسلامی کے امین ہیں؛ وہیں عصری تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ بھی ہیں،

اس لیے بدلتے ہوئے حالات اور جدید دور کے ذرائع ابلاغ وترسیل کی افادیت اور تبلیغی میدان میں ان وسائل کے استعمال کی اہمیت سے بھی واقف ہیں، جو کسی بھی سطح اور مرحلے پر مخالفِ اسلام عناصر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پروقار و پراعتماد انداز میں گفتگو کر سکتے ہیں اور دینِ حنیف اور سنتِ رسول ﷺ اور تحفظِ ختم نبوّت اور ناموس رسالت کے علم کو بلند رکھ سکتے ہیں۔ سرِ مضمون ایک عربی شاعر محمد بن بشیر کا ایک شعر راقم نے تحریر کیا ہے؛ اب احقر بطور کلامِ آخر اس کا منظوم اردو ترجمہ پیش کر کے حضرت العلام ڈاکٹر جلالی زید عنایۂ اور ان کے کلمات وتحریرات سے مستفید ہونے والے لاکھوں اہلِ اسلام کی دعاؤں کا طالب بنتا ہے۔

محکم آثار دلیلوں کی طلب ہو جو تمھیں
ان سے پوچھو ثقہ راوی ہیں جو نائب ہیں نبی (ﷺ) کے

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْاَ خِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پر نور، شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام فہم دین کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

”خانقاہیں اور لذت اسرار“

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اسکے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

خالق کائنات جل جلالہ کے وہ بندے جنکی صحبت کا انسان کو دنیا میں بھی فائدہ ہوتا ہے اور آخرت میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ انکی عظمت ورفعت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

(پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۶۷)

مگر پرہیزگار

یعنی جنکی دوستی کا مدار تقوی ہو، جنکی آپس میں دوستی کا مدار پرہیزگاری ہو، یہ لوگ

قیامت کے دن آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہونگے۔ یعنی جس طرح دنیا میں انکی دوستی ہے اس سے کہیں بڑھ کے میدان محشر میں گہری نظر آئی گی۔ انکی دوستی کے فوائد لوگوں کو میدان حشر میں دیکھنے کو ملیں گے۔

خانقاہی نظام کی برکت

شریعت مطہرۃ میں اس دوستی کے محور کو جلیس صالح کے انداز میں بیان کیا گیا اور پھر بالخصوص جس وقت امت مسلمہ کا کارواں پہلی صدی ہجری سے آگے گذر رہا تھا۔ زمانہ نبوت سے حسی، زمانی دوری کی بنیاد پر مادہ پرستی کا، شہوتوں اور خواہشات کا خطرہ بڑھتا جارہا تھا۔ تو ایسے میں تصوف کے سلیبس کی ضرورت محسوس کی گئی اور پھر باقاعدہ خانقاہی نظام مروج ہوا۔ جسکا مقصد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کرنا تھا اور انسانی دل کے اندر دنیاوی محبتوں کا جو ممکنہ خطرہ تھا اسکے سامنے ایک بند باندھنے کا کردار خانقاہی نظام نے ادا کیا۔

اس پر تاریخ گواہ ہے۔ خانقاہی نظام کی برکت سے وہاں تک اسلام پھیلا جہاں پر اسلام پہلے جلوہ گر نہیں ہوا تھا اور خانقاہی نظام کی برکت سے جو لوگ پہلے دائرہ اسلام میں موجود تھے۔ انکے دین اور ایمان کو تقویت ملی انکی سوچ کو پختگی میسر آئی اور ان کا کردار ستھرا اور شفاف رہا۔

خانقاہ روحانی تربیت گاہ کو کہا گیا۔

خانقاہ اخلاق کی تبلیغ کو کہا گیا۔

خانقاہ باطن کی صفائی کے اس مرکز کو کہا گیا

کہ جہاں سے اصلاح کے کارواں نکلے اور لوگوں کے دلوں سے مادہ پرستی کے داغ

دھوتے چلے گئے۔

خانقاہ قرآن وسنت کی تعلیم کے مرکز کو کہا گیا۔

خانقاہ اسوۂ حسنہ پر عمل کروانے والی لیبارٹری کو کہا گیا۔

خانقاہ تاریخ میں شیروں کی کچھار بھی رہی اور اسلام کی بہار بھی رہی۔

آج تک اس خانقاہ کے فیض کا یہ اثر ہے کہ برصغیر پاک وہند کے اندر پاکستان جیسی اسلامی سلطنت معرض وجود میں آئی۔آج تک خانقاہ اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔

خانقاہی نظام عصر حاضر میں

عصر حاضر میں جس طرح بہت سے دیگر شعبہ جات میں انحطاط آگیا، زوال آگیا ایسے ہی خانقاہ کی طرف بھی زوال کا حملہ ہوا جیسے مدرسہ، مکتب اور مسجد کی جو حقیقی عظمت تھی۔ اس کے لحاظ سے لوگوں میں اپنے کردار کی وجہ سے فرق آنے لگا۔ایسے ہی خانقاہ میں تبدیلی روز بروز زیادہ ہوتی چلی گئی اور روز بروز صورتحال ناگفتہ بہ ہوتی چلی گئی۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوْ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللَّهُ بَالَةً

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ذہاب الصالحین ج ۲ص ۹۵۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیک لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے اُٹھ جائیں گے پیچھے انسانیت کا چھان رہ جائے گا جس طرح جو کا چھان ہوتا ہے یا کھجور کا ڈھیر کہ اُس سے اچھی کھجوریں اٹھالی

جائیں جو باقی رہ جائیں۔ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جنکا اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

آج بتدریج چلتے چلتے اور بڑھتے بڑھتے ہمیں ایسی صورتحال کا بہت زیادہ سامنا ہے۔

وہ مراکز جہاں سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے رہے۔

جہاں سے نکہت ونور کے دریا بہتے رہے۔

جہاں کی فضاؤں سے روحانیت کے افق لوگوں کیلئے کھلتے رہے۔

آج ان میں کچھ جگہوں پہ ایسی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں کہ جسکو دیکھ کر اقبال جیسے لوگوں نے کہا تھا۔

میراث میں آئی انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

خانقاہی نظام پہ بے جا تنقید

کچھ مراکز تو اب بھی اپنا کردار اپنی استطاعت کے مطابق ادا کر رہے ہیں مگر کچھ جگہ صورتحال ناگفتہ بہ ہو چکی ہے۔اس مقام پر آ کر کچھ لوگوں نے مطلقاً خانقاہ کے خلاف بولنا شروع کر دیا اور نظام خانقاہی کو ہدف تنقید بنالیا جبکہ یہ سراسر غلط ہے۔

اگر کوئی مدرسہ اپنا کردار ادا نہ کر سکے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ہر مدرسہ کو ہدف تنقید بنایا جائے۔

اگر کوئی مکتب قومی دھارے میں اپنا کردار ادا نہ کر سکے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ مکتب کی ناموس کو پامال کر دیا جائے۔

اگر کوئی مسجد سوسائٹی اور معاشرے میں اپنا اصلاح کا کردار ادا نہ کر سکے تو اسکا یہ

مطلب نہیں کہ ہر مسجد کے تقدس کا انکار کر دیا جائے۔

اس لئے ہم ایسے لوگوں کو فکری غلطی پر انہیں متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر بعض مقامات پر سستی واقع ہوئی یا ایسا سلسلہ بنا تو اسکی وجہ سے مطلقاً نظام خانقاہی کو ہدف تنقید نہیں بنانا چاہیے اور پھر بالخصوص جو تنقید کرنے والے لوگ ہیں۔ مطلقاً نظام خانقاہی پر اعتراض کرنے والے ہیں۔ انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کچھ مساجد بھی ایسی ہیں۔

اگر میخانے میں ساقی کی جگہ خرکار بیٹھے ہیں

تو مسجد میں بھی مولانا عذاب النار بیٹھے ہیں

وہ لوگ جو نظام خانقاہی کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں وہ اپنے گریبان میں تو جھانکیں انہوں نے کتنی بدعقیدگی کو جنم دیا اور کس قدر ان لوگوں نے ماحول کے اندر دھواں چھوڑا، جسکی وجہ سے روحانیت کا دم گھٹنے لگا۔

خانقاہی نظام کے وارث ہم

اس لئے ہم جو نظام خانقاہی کے وارث اور علمبردار ہیں جہاں جہاں اس میں کوئی کوتاہی کر رہا ہے یا کہیں سازش کے تحت نظام خانقاہی کو ملوث کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم خود اپنی اصلاح کر سکتے ہیں اور ہم خود ایسی چیزوں کا دروازہ بند کر سکتے ہیں، اس حساس موقع پر آج ہم نے اس موضوع کا انتخاب کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے یہ اعلان کیا۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِاَةِ شَهِیْدٍ

فساد کے وقت جو میری سنت کا جھنڈا تھام لے گا اسکو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے جن لوگوں کیلئے خوشخبریاں سنائیں اور جنت کے وعدے کیے اور انھیں اپنے قرب کی طرف متوجہ کرنے کیلئے انعامات دیئے۔

آپ نے فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَااَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ

(جامع ترمذی کتاب الایمان باب مَا جَاءَ أَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِیبًا وَسَیَعُودُ غَرِیبًا

ج 2 ص 547 رحمانیہ کتب خانہ لاہور)

ان لوگوں کوخوشخبری دے رہا ہوں جو میرے بعد اصلاح کا کام کریں گے۔ جب بھی میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد کہیں بگاڑ دیکھیں گے تو وہ اس بگاڑ کو صحیح کرنے کیلئے کوشش کریں گے۔ آج وہ بگاڑ خواہ اپنی صفوں میں آرہا ہے یا غیروں کی طرف سے مطلقاً اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

طریقت شریعت کے تابع

اس لئے اس نکتہ پر اپنی نیت کو مرکوز کرتے ہوئے اپنے بھائیوں سے، اپنے احباب سے، مختلف مراکز کے سجادہ نشین حضرات سے اور پیران طریقت سے جو اکثر مقامات پر ان باتوں کے داعی اور علمبردار ہیں ان سے چند گذارشات ہیں اور خود عوام اہلسنت سے جو اس مسلک کے وارث اور داعی ہیں کہ جہاں کمی محسوس کی جائے، وہاں دست بستہ اصلاح کی کوشش کی جائے اور اپیل کی جائے اور درخواست کی جائے۔ اس لیے کہ سب سے زیادہ تقدم شریعت مطہرہ کا ہے۔

شریعت مطہرہ کو چھوڑ کر اگر کوئی تصوف ہے تو وہ تصوف تصوف نہیں۔

شریعت مطہرہ کو چھوڑ کر اگر کوئی طریقت ہے تو وہ طریقت طریقت نہیں،

شریعت مطہرہ کو چھوڑ کر اگر کسی نے کوئی حقیقت بنا رکھی ہے تو وہ حقیقت حقیقت نہیں۔

شریعت مطہرہ حاکمہ ہے اور طریقت اسکی خادمہ ہے۔

جب طریقت، شریعت کے تابع ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں معتبر ہوتی ہے

اگر طریقت، شریعت کے تابع نہ ہو تو اسکا رب ذوالجلال کے دربار میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

آج کے اس ماحول میں ہمیں ایک طرف تو ان فکری سرکشی کرنے والے لوگوں کے خلاف خانقاہ کے تقدس کو بیان کرنا ہے اور اسکی عظمت کو اجاگر کرنا ہے اور دوسری طرف جہاں ضرورت ہے وہاں اھل خانقاہ کی اصلاح کرنی ہے۔

خانقاہ میں حلقہ ذکر کا فیضان

سید عالم ﷺ نے ایک حلقہ ذکر اور نیکوں کی محفل کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا صحیح مسلم شریف میں یہ بات موجود ہے۔

إِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیارہ ہیں ہر وقت وہ چلتے پھرتے رہتے ہیں۔

يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ

اور مجالس ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔

فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ

جب انھیں کوئی مجلس نظر آتی ہے جہاں ذکر خداوندی ہو رہا ہو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔

CamScanner

اور پھر اپنے پر تانتے ہیں اس مجلس کے سروں سے لیکر آسمان تک پوری فضا کو اپنے نورانی پروں سے بھر دیتے ہیں۔ جب اس مجلس و محفل کا اختتام ہوتا ہے تو وہ رب ذوالجلال کے دربار میں پہنچتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ

کہاں سے آئے ہو تو فرشتے کہتے ہیں۔

جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ

وہ بندے تیری تسبیح بھی کر رہے تھے یعنی سبحان اللہ کہہ رہے تھے اور وہ تیری تکبیر یعنی بڑائی بھی بیان کر رہے تھے اور وہ لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے اور پھر الحمد للہ پڑھ رہے تھے۔

وَيَسْأَلُونَكَ

اور وہ تجھ سے سوال بھی کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ خود سب کچھ جانتا ہے۔ پھر بھی وہ پوچھتا ہے۔

مَاذَا يَسْأَلُونِيْ

وہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔

يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ

وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہوئی ہے؟ جنت کی جو تڑپ ان میں موجود ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں کہ جنت انہوں نے دیکھی نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے فرشتو! جنت کو بغیر دیکھے انھیں جنت کا اتنا شوق ہے۔ اگر وہ جنت کو دیکھ

CamScanner

موجود ہو گا۔
لیں گے تو پھر ان میں کتنا شوق موجود ہو گا۔
پھر اللہ تعالیٰ سے فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ تیرے بندے تیری پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس چیز سے بچ کے میری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔

مِنْ نَارِكَ

جو جہنم تو نے بنایا ہے اسکا انھیں ڈر بڑا ہے اُس جہنم سے بچنے کیلئے، تیرے فضل میں آباد ہونا چاہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں دیکھا تو نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیں تو پھر کس قدر جہنم سے بچنے کی تڑپ موجود ہو گی۔

پھر فرشتے کہتے ہیں کہ

وَيَسْتَغْفِرُونَكَ

یا اللہ وہ تجھ سے گناہوں کی معافی بھی چاہتے ہیں جب فرشتے رب ذوالجلال سے یہ کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا

میں نے انکے گناہوں کو معاف کر دیا جو انہوں نے مانگا میں نے دے دیا۔ جس جہنم سے انہوں نے بچاؤ چاہا اس جہنم سے میں نے انکو بچا لیا پھر فرشتے کہتے ہیں۔

رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ

اے اللہ سب کے بارے میں تو نے یہ اعلان فرما دیا کہ میں نے انکو بخش دیا، میں نے انکو چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان میں ایک بندہ بہت بڑا گنہگار، بد کردار بھی ہے۔

إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ

وہ وہاں سے گذرا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ گھر سے اس نیت سے نہیں آیا تھا اتفاقاً وہاں سے گذر رہا تھا کہ وہ اس محفل میں بیٹھ گیا۔ کیا اس کو بھی بخش دیا گیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَهُ غَفَرْتُ

اُسے بھی میں نے بخش دیا۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ

(صحیح مسلم كِتَاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ بَاب فَضْلِ مَجَالِسِ الذِّكْرِ

ج 2، ص 344، قدیمی کتب خانہ کراچی)

جنکے پاس بیٹھا ہے وہ قوم ایسی ہے کہ جنکے پاس بیٹھ جانے والا بدبخت نہیں رہتا۔

اس حدیث شریف میں جس مجلس اور جس محفل کا ذکر کیا جا رہا ہے اسکا ایک بہترین مصداق خانقاہ ہے

جہاں پر لوگوں کی روحانی تربیت کی جاتی ہے۔

جہاں لوگوں کے دلوں سے شہوتوں کو نکالا جاتا ہے

اور لوگوں کے اخلاق کی تعمیر کی جاتی ہے۔

لوگوں کے کردار کو سنوارا جاتا ہے اور

لوگوں کو زمانے کی آلودگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے انوار کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔

شیطانی راہوں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وادیوں میں آباد کیا جاتا ہے۔

حدیث صحیح کے جو مصداق ہیں ان میں سے ایک بہترین مصداق خانقاہ ہے۔ جو اپنا

خانقاہی کردار ادا کر رہی ہے۔ اس کے حصے میں بڑا کردار آیا ہے۔
جو وہاں پر ایک نکما پہنچتا ہے تو وہ کائنات کا مفید انسان بن جاتا ہے
جہاں کانٹے گلاب بن جاتے ہیں
اور ذرے آفتاب بن جاتے ہیں۔
اسے ہی خانقاہ کا نام دیا جاتا ہے
جہاں چور آئیں تو قطب بن جائیں۔
جہاں چھوٹے آئیں تو بڑے بن جائیں
جہاں برے آئیں تو نیک بن جائیں
جہاں پر عقیدہ کی بھی اصلاح ہوتی ہو اور اعمال کی بھی اصلاح ہوتی ہو۔
جسطرح رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمادیا۔

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ قوم ایسی ہے کہ جنکے پاس بیٹھ جانے والا بد بخت نہیں رہ سکتا۔
جو صورتحال پہلے تھی اُس میں تبدیلی آجاتی ہے اس میں انقلاب آجاتا ہے۔
لہٰذا بحیثیت ایک شعبہ اور ایک ڈیپارٹمنٹ کے اس حدیث کو عملاً جو شکل دی گئی وہ ایک نظام خانقاہی کی شکل ہے۔ کہ جس میں ہمیشہ روز و شب ایسے ہی معمولات اور وظائف کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے ناقص بھی کامل بن جاتے ہیں۔ جو نیک ہیں وہ تو پہلے ہی نیک ہیں لیکن بُروں کو بھی نیکی کی لذت آجاتی ہے اور جنکے نامہ اعمال پہلے ہی گناہوں سے پاک ہیں وہ پہلے ہی نور نگر میں آباد ہیں لیکن جنکے نامہ اعمال سیاہ ہوتے

ہیں وہ ایسے مقامات پر پہنچنے کی وجہ سے دوسرے نیکوں کی برکت سے اتنی نیکی پاتے ہیں کہ انکے نامہ اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک وصاف فرما دیتا ہے۔

﴿خانقاہ ہدایت کا سرچشمہ﴾

ایسے مقامات کو ہمارے اسلاف نے آباد کیا۔ جسکی بنیاد پر ہماری تاریخ کے درجنوں نہیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں حوالے موجود ہیں اور ایسی گواہیاں موجود ہیں کہ جب ایسے دیس میں اور روحانیت کی ایسی وادیوں میں بُرے لوگ پہنچے۔ صرف وہاں سے گذرنا نصیب ہو گیا۔ صرف اُن گلیوں میں جانے کی سعادت نصیب ہو گئی اسی کے ساتھ دل کی دنیا بدل گئی، اس کے ساتھ ہی انقلاب آ گیا۔

یہ ہمارے آستانے اور بزرگوں کی روحانیت کے دیس اور انکے ساتھ جو محبت رکھنے والے لوگ ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں اور جو انکی طرف متوجہ نہیں تھے منسلک نہیں تھے ایک بار وہاں سے گذرنے کا شرف ہوا اگرچہ وہ کسی اور نیت سے گذرے ہوں اور کہیں جا کر بیٹھے ہوں آج بھی وہ تاثیر نظر آ رہی۔

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ

یہ ایسے لوگ ہیں کہ جنکے پاس بد بخت آجائے اگرچہ نیت نہ بھی ہو تو کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ اُس کی بدبختی ختم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرما دے۔

﴿خانقاہی نظام میں بگاڑ کے اسباب﴾

ایسے مراکز میں جس وقت تبدیلی رونما ہونے لگی آج بہت سی جگہیں ایسی ہیں جن میں بہت زیادہ تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ اسکے اسباب متعدد ہیں۔ ان کا علاج ایک ہے۔

☆ اسکا یہ بھی سبب ہے کہ زمانہ بارگاہ نبوت سے دور ہوتا چلا گیا اور رسول اکرم ﷺ کی ظاہری حیات سے امت کا کارواں کافی آگے گذر گیا۔

☆ اور بعد میں جو اُس مسند پر بیٹھا وہ اہل علم نہیں تھا۔ جانتا نہیں تھا معرفت نہیں تھی، صلاحیت نہیں تھی یا دلچسپی نہیں تھی یہ بھی ایک باقاعدہ ایسی صورتحال کا سبب ہے۔

☆ اگر باپ مصلّی پہ دن رات بیٹھنے والا ہو اور بیٹا مرغ اور بٹیروں کی لڑائی کرانے والا ہو تو دونوں کی تاثیر میں فرق تو ضرور ہوگا۔

☆ اگر ساری رات باپ کی آنکھوں سے آنسو کی رم جھم جاری رہتی ہو اور بیٹا دوسری جگہ رقص وسرور کی محفلوں میں بیٹھنے والا ہو تو دونوں میں فرق تو ضرور ہوگا۔

☆ باپ بحر علم وحکمت کا شاہکار ہو اور بیٹے نے ایک چلو بھی بھر کر نہ پیا ہو۔ تو فرق تو یقیناً موجود ہوگا۔

☆ باپ آسمان روحانیت کا شہباز ہو اور بیٹے کو پرواز کا بھی پتہ نہ ہو۔ تو پھر فرق ضرور آئے گا۔ یہ بھی ایک خاص سبب ہے۔

﴿خانقاہی نظام کو بدنام کرنے کی سازش﴾

باطل پرست اپنی سازشوں سے ایسے مقامات کو ہدف بنا رہے ہیں۔ بدعقیدگی کیلئے اپنے ایجنٹ اپنے مراکز کے اندر سے تیار کرتے ہیں۔ لوگوں کو خرید لیتے ہیں۔ پھر ایک طبقہ ایسے ملنگوں کو آباد کرتا ہے ایسے آستانوں پر کہ جس سے پتہ چلے کہ یہ مرکز اہلسنت کا تھا ہی نہیں۔ یہ شاید بھنگ پینے والوں کا شروع سے ڈیرہ تھا۔ تو اس طرح ہمہ جہت سے ہمارے خانقاہی نظام کو تیر مارے جا رہے ہیں۔ ہمارے روحانیت نگر پر شب خون مارا جا

CamScanner

رہا ہے۔ ہماری سلوک اور طریقت کی وادیوں کو لوٹنے کیلئے ڈاکو اپنے جال پھیلا چکے ہیں۔ایسی صورتحال میں ہمیں متوجہ ہونا ہے اور انھیں باور کرانا ہے۔

ہمارے خلاف جو ستم بالائے ستم ہو رہا ہے کہ ایک ارادے کیساتھ غلط لوگوں کو مسلط کیا جا رہا ہے۔ جنکا نہ ہمارے ساتھ تعلق ہے اور نہ ہی ان بزرگوں کے نسب سے کوئی تعلق ہے۔اُن سے خانقاہوں کا تقدس پامال کروایا جاتا ہے پھر اسکی سی ڈیز تیار کر کے لوگوں کو دکھائی جاتی ہے کہ دیکھو یہ خانقاہ ہے، یہ ولی کا دربار ہے، یہ انکے آستانے ہیں اور یہ یہاں پر ہو رہا ہے۔ وہ جنکا نہ ہمارے مسلک سے تعلق ہے، نہ ہماری خانقاہ سے تعلق ہے، وہ کرائے کے لائے گئے لوگ ہیں، انکی وجہ سے ہماری خانقاہوں کو ملوث کرنے کا سلسلہ (معاذاللہ) جاری ہے۔

اس تمام صورتحال میں ہمیں بیدار رہتے ہوئے۔ ان تمام علل اور اسباب کا قلع قمع کرتے ہوئے اس بات کو واضح کرنا ہے کہ

خانقاہ اب بھی تربیت گاہ ہے

خانقاہ اب بھی مرکز علم ہے۔

خانقاہ اب بھی مرکز معرفت ہے

خانقاہ اب بھی روحانیت نگر ہے۔

خانقاہ اب بھی طریقت اور سلوک کا دیس ہے

خانقاہ اب بھی جابروں کی نہیں، شیروں کی کچھار ہے

خانقاہ اب بھی اسلام کے حامیوں کا بہت بڑا قلعہ ہے

خانقاہ اب بھی اس دنیا کے اندر اسلام کی صداقتوں کی علمبردار ہے۔

CamScanner

ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں خانقاہ کے عروج کا نصاب سامنے رکھنا چاہیے تاکہ جہاں یہ زوال آیا ہے وہ اس نصاب کو دیکھیں، اسکو پڑھیں اور جو سازشیں کر رہے ہیں ان کے خلافبند باندھیں، اپنا کردار ادا کرتے ہوئے، اپنے ماحول کو درست کریں۔ یہی سب سے بڑی ڈیوٹی ہے ایک سجادہ نشین کی جو اپنے بزرگوں کی مسند پہ بیٹھا ہوا ہے۔ بزرگوں کے نام پر جو تنقید کا باعث بننے والے لوگ ہیں۔ ان سے اپنی خانقاہوں کو پاک کریں، خانقاہوں پہ پہرہ دیں، جہاں پر جو ملنگ بھنگی چرسی آکر ناجائز حرکات کرتے ہیں اور خانقاہوں کا تقدس پامال کرتے ہیں اور جو لوگ باطن کے گندے ہیں۔ مخالفین کیلئے بات کرنے کا جواز پیدا کرتے ہیں۔ اگر کوئی بھنگ کو رگڑے لگا رہا ہو، اگر کوئی ڈھول پہ ڈانس کر رہا ہو اور اگر کوئی قبر کو سجدہ کر رہا ہو اور اگر کوئی قبر کا طواف کر رہا ہو تو یہ نظام خانقاہی کا نمائندہ یا پروردہ نہیں۔

اسکا ہماری شریعت و طریقت میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس لئے یہ غیروں کی سازش ہے یہ انکے پالتو لوگ ہیں، جو اسطرح ہماری خانقاہوں اور ہمارے درباروں میں آکر ایسے کرتوت کرتے ہیں۔ باقاعدہ اسکے پیچھے ایک سازش ہے پھر بدنام کرنے کیلئے سی ڈیز بناتے ہیں۔ وہی ان لوگوں کو اور انکے ہم نوا جو اھل تشیع سے پل کر آنے والے لوگ ہیں انہیں خریدتے ہیں اور پھر وہ یہ کام کرتے ہیں۔

اہلسنت و جماعت اللہ تعالٰی کے فضل سے خواہ وہ نقشبندی ہیں، خواہ چشتی ہیں، خواہ وہ قادری ہیں، خواہ وہ سہروردی ہیں، خواہ وہ شاذلی ہیں، خواہ وہ اویسی ہیں، وہ کسی شجرہ طریقت کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں، وہ کسی بھی باغ کا پھل کھانے والے ہوں، وہ کسی بھی گلشن کی خوشبو سے اپنے دماغ کو معطر کرنے والے ہوں، وہ کسی بھی حوض سے

پانی پینے والے ہوں کسی بھی نصاب طریقت میں ان چیزوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ شروع سے لیکر آج تک ہم اسی کو شریعت وطریقت کہتے رہے ہیں جو میرے آقا ﷺ نے صحابہ کرام کو عطا فرمائی ہے۔

اسواسطے ضرورت اس امر کی ہے کہ خانقاہ جوایک پاور تھی۔ اس پاور سے استعمار کو بھی خطرہ تھا کیونکہ خانقاہ نے استعمار کے دانت کھٹے کیئے ہوئے تھے۔ خانقاہ اور مدرسہ کے سوا آج تک کوئی تحریک استعمار کے خلاف کامیاب نہیں ہوسکی۔ اور خانقاہ کے علاوہ کوئی طاقت اگر اٹھی تو وہاں خون خرابہ تو ہوا مگر کامیابی نہیں ملی۔ لیکن اگر خانقاہ سے کردار ادا ہوا تو وہ کامیاب کردار ادا ہوا، پوری تاریخ تمہارے سامنے ہے۔

یہ ہمارے خلاف مغرب کی سازش بھی ہے کہ خانقاہی نظام اپنی حیثیت پر فنکشنل نہ ہونے پائے اور اسکے پیچھے یہ بھی سازشیں ہیں کہ کچھ تصوف کے علمبردار خود بنائے جا رہے ہیں جو ایسا تصوف ظاہر کریں، جس تصوف میں دینی غیرت کی جھلک نہ ہو، ایسے پروگرام باقاعدہ کراچی میں کرائے گئے اور پھر ایسی این جی اوز کے زیر سایہ تصوف شو کرایا گیا جنکا کردار صوفیوں والا نہیں جنکی فکر صوفیوں والی نہیں انکو صوفیوں کے کھاتے میں ڈالا جارہا ہے اور (معاذ اللہ) جہاد اسلامی کا انکار کرنے کیلیئے کوئی کسی صوفی کا نام لے لیتا ہے اور حرارت اسلامی کا انکار کرنے کیلیئے کوئی کسی بھنگی کا نام لے لیتا ہے۔ اس طرح غلط طریقے پہ استعمال کر رہا ہے۔ یہ بھی خانقاہ کے خلاف ایک سازش ہے۔

ہماری خانقاہیں شیروں کی کچھار ہیں

ہماری خانقاہیں مجاہدین جنگ آزادی کی تربیت گاہیں تھیں،

CamScanner

ہماری خانقاہوں سے کردار ادا ہوا،

ہماری خانقاہیں جہاد اسلامی کا کیمپ شمار ہوئیں۔

لہٰذا ہم یہ نہیں ہونے دیں گے کہ ہماری خانقاہ کا نام کوئی اسطرح لے اور تصوف کو یوں استعمال کرے کہ (معاذ اللہ) جیسے بھیڑ بکریوں جیسے لوگ ہوتے ہیں۔نہیں یہ صوفی یہ سالک، یہ ولی،

یہ صاحب طریقت اپنے دور کا مرد حر بھی ہوتا ہے۔

اپنے دور کا صاحب کردار بھی ہوتا ہے۔

اپنے دور کا صاحب درد بھی ہوتا ہے۔

اس سے بڑا اور مجاہد کون ہوگا۔

جو ہر وقت اپنے نفس سے جہاد کرنے والا ہے۔

اسواسطے تصوف کو جہاں جہاں سے غلط رنگ دے کر خانقاہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تقریباً دس ایسے پروگرام ہماری سوسائٹی میں لانچ کر دیئے گئے ہیں۔

اس لیے تصوف کے وارثو!

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے مزارات پہ جانے والو!

اپنے عظیم اسلاف کے عظیم بیٹو اور عظیم کردار کے حاملو!

اب یہ ضروری ہے کہ ہم ان آستانوں کو ان مراکز کو یوں محفوظ کریں کہ جتنی بھی سازشیں ہیں۔انکے سامنے ان مراکز کا تحفظ کر کے آج بھی ہم عظمت اسلام کا جھنڈا دنیا کے کونے کونے پہ لہرا سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک غلط فہمی عمومی طور پر پھیلائی جاتی ہے۔وہ یہ ہے لوگ کہتے ہیں کہ

شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے،

شریعت والے اور ہوتے ہیں،

اور طریقت والے اور ہوتے ہیں،

یہ فلسفہ نہ چشتیوں کا ہے،

نہ نقشبندیوں کا ہے،

نہ قادریوں کا ہے،

نہ سہروردیوں کا ہے۔

ان سب کا ایک ہی انداز ہے کہ شریعت وطریقت میں کوئی جدائی نہیں ہے۔شریعت و طریقت میں کوئی دوری نہیں ہے۔شریعت وطریقت ایک ہے۔ان میں فرق صرف معمولی سا ہے اور وہ فرق تعبیر کا ہے۔

﴿خانقاہ میں ولایت کا نصاب﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے حسین انداز میں اس بات کی وضاحت کی ہے۔آپ نے اپنے مکتوبات شریف میں بار بار اسکا تذکرہ بھی کیا اور یہ کہنے لگے۔

وصول ایں نعمت عظمیٰ وابستہ باتباع سید اولین و آخرین علیہ وعلی آلہ من الصلوٰت افضلہا ومن التحیات اکملہا

سارے پہلوں پچھلوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے بندے کو یہ نعمت عظمیٰ یعنی ولایت مل سکتی ہے۔

تا تمام خود را در شریعت گم نسازد بامتثال اوامر و انتہاء از نواہی منحلی نہ گردد بوی ازیں دولت بمشام جان نرسد

(مکتوبات شریف دفتر اول جلد اول، صفحہ نمبر 68)

جب تک کوئی انسان اپنے آپ کو شریعت میں گم نہ کر دے اور اپنے آپ کو اوامر پر عمل اور نواہی سے باز رکھنے کے ساتھ مزین نہ کر لے اسکو روحانیت کی خوشبو بھی نہیں آ سکتی۔

یعنی جب تک اپنے آپ کو شریعت میں گم نہ کر دے۔ لوگوں نے گم کرنے کا مطلب غلط بنایا ہوا ہے۔ ایسے لوگوں سے بھی ہمیں مناظرے کرنے پڑے کوئی کہتا ہے کہ گم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز دل کی ہوتی ہے، اصل نماز یہ ہے۔

منڈی صفدر آباد میں ایسی بات پہنچی تو وہاں اس مسئلہ کی میں نے جب وضاحت کی تو پھر لوگوں نے توبہ کی۔

وہ کہتے تھے کہ نماز اصل میں دل کی ہے یہ بڑا مقام ہے یہ تمہاری سر جھکانے کی نماز ظاہر کی نماز ہے ہم باطن کی نماز پڑھتے ہیں۔

تو میں نے کہا کہ تم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑے صوفی ہو۔ اگر وہ سر جھکانے والی نماز پڑھتے تھے تو پھر تم دل کی کیوں پڑھتے ہو؟ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں سر جھکاتے تھے تو کیا ان کا دل نہیں تھا؟ اگر وہ نماز سر جھکا کر پڑھتے تھے تو تمہیں بھی دل نہیں سر ہی جھکانا پڑے گا پھر جا کر نماز مکمل ہوگی۔

اور پھر سب حیثیتوں سے بڑی حیثیت ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔

جب خود سرکار علیہ السلام نے طریقہ دیا تو اب یہ نہ کہو کہ یہ چیز حرکتیں ہیں۔ ایسا کہنا کفر ہوگا۔ یہ حرکتیں نہیں برکتیں ہیں قیام، رکوع، سجدہ ہو اس میں جو ادا میرے محبوب علیہ

CamScanner

السلام کی ہے وہ عبادت ہی عبادت ہے۔ اگر اس کو چھوڑ کر تصوف بنا تا ہے یا طریقت سمجھتا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ انکار پر ارتداد لازم آجائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ جب تک شریعت کی اتباع نہیں ہوگی اور اس میں گم نہیں ہو جائیگا تو اُس وقت تک اسکو طریقت کی بو بھی نہیں آسکتی آج زمانہ یہ آگیا ہے کہ سب سے آسان سیٹ یہ ہے کوئی کہے کہ میں پیر طریقت بن گیا۔ سب سے آسان سیٹ یہ ہے کہ خود بخود ولی بن جانا اور بیعت شروع کر دینا، حالانکہ سب سے مشکل کام یہ ہے۔

آج اس کیلئے نہ کسی کورس کی ضرورت رہی، نہ کسی سند کی ضرورت رہی، ارے کورس اور سند بھی کوئی اتنی ضروری نہیں، نگاہ بھی کام کر جاتی ہے۔ مگر نگاہ کی بھی آج ضرورت محسوس نہ ہونے لگی جو بے روزگار ہو وہ سمجھتا ہے یہ اچھا روزگار ہے جسکی وجہ سے قباحتیں آنے لگیں، جسکی وجہ سے معاشرے میں قدورتیں پھیلنے لگیں۔

لہٰذا سب سے پہلا طریقہ خانقاہ کو برقرار رکھنے کا یہ ہے کہ خانقاہ میں وہ ہو جو نظام خانقاہ کی روح کو جانتا ہو، جسکا انداز ستھرا ہو، جسکا کردار اجلا ہو، جسکی گفتار انوار سے بھری ہوئی ہو اور جسکو صرف دیکھنے سے اسکی بات سننے سے پہلے دل موم ہو جائے۔ ہمیشہ شروع سے حق پرستوں کا یہ طریقہ رہا۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکی امی نے تیار کیا کہ میرے مالک تم نے جا کر پڑھنا ہے اور تم نے پڑھنا کس کے پاس ہے؟ وہ فقیہ حضرت ربیعہ ہیں جنکے پاس تم نے جا کر پڑھنا ہے۔ جس وقت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو انکی والدہ نے تیار کرلیا،

CamScanner

تیار کر کے بھیجنے لگیں۔ تو فرمانے لگیں میرے مالک یہ تم نے یاد رکھنا ہے۔

حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے سے پہلے تم نے انکو دیکھ کر ادب حاصل کرنا، پڑھنا بعد کا معاملہ ہے۔ انکے پیکر کو دیکھ کر تم نے اپنی اصلاح کرنی ہے۔ اور انکے پیکر کو دیکھ کر تم نے اپنے اندر انقلاب برپا کرنا ہے۔

اسواسطے خانقاہ میں جو شمع ہے اگر اُس میں روشنی نہ ہو تو پھر روشنی کہاں سے آئے گی۔

خانقاہ تو ہیڈ آفس ہے اور تربیت گاہ ہے۔

ہوسکتا ہے وہ کسی مزار کے ساتھ آباد ہو۔ ہوسکتا ہے وہ مزار کے بغیر بھی ہو وہ تربیت گاہ ہے۔ اگر شمع پر نور ہے تو پھر جو پہنچے گا اسکے دل میں بھی نور داخل ہو جائے گا۔

﴿خانقاہ اور فیض رسانی﴾

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ

اچھا دوست کونسا ہوتا ہے۔ جہاں جا کے بیٹھا جائے وہ اچھی جگہ کونسی ہوتی ہے۔ اچھے دوست کو یوں سمجھو جسطرح کہ کستوری والا ہوتا ہے۔

تو صاحب سجادہ اُسکی حیثیت کستوری کی سی ہونی چاہیے۔ جو کسی خانقاہ کے اندر سجادہ نشینی پہ جلوہ گر ہے۔ اسکی حیثیت کستوری والی ہوگی، کستوری کے حامل کی ہوگی۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو کستوری والا ہو اسکی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

CamScanner

پہلا فائدہ

اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَكَ

یا تو وہ تمہیں تحفے میں عطا کر دے گا

یعنی یا تو آنے والوں کو مفت دے دیتا ہے اتنا اُس میں فیض ہوتا ہے، اتنی سخاوت ہوتی ہے۔ وہ مفت میں کستوری بانٹتا جاتا ہے۔ جو آیا ہے خواہ وہ تیاری کر کے آئے یا بغیر تیاری کر کے آئے۔ ہوم ورک کیا ہو یا ہوم ورک نہ کیا ہو۔ مجاہدہ کر کے آیا ہو یا بغیر مجاہدہ کے پہلی کلاس میں آ کر بیٹھ گیا ہو، یہ خود اتنے فیض والا ہے جو بھی آتا ہے اسکو روحانیت کی کستوری ضرور دے دیتا ہے۔

دوسرا فائدہ

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ خود نہ بھی دیتا ہو۔

وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ

یا تم اس سے خرید لو گے

یعنی آنے والوں کا شوق غالب آجاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ادھر سے تو فیض نہیں دیا جا رہا ہم خود خرید لیتے ہیں یا تو کستوری والے سے کستوری خرید لو گے۔ خریدنے کا مطلب کیا ہے؟ کہ اتنی محنت، اتنی ریاضت، اتنی مشقت اور اپنا ہوم ورک ظاہر کرو گے تو وہ سمجھیں گے کہ یہ اپنی طرف سے کستوری کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔ لہٰذا وہ صاحب سجادہ اور اس خانقاہ کا جو مرشد ہے اسکو جوش آئے گا یہ شخص بھی محروم نہیں رہے گا۔

قربان جائیں روحانیت کتنی عمدہ چیز ہے۔ تصوف کی خوشبو کتنی اعلیٰ چیز ہے اور خانقاہ کا نور کتنا تیز نور ہے۔

تیسرا فائدہ

میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے تیسری صورت یہ ہے

وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً

(صحیح بخاری کتاب الذبائح والصید باب المسک :ج،2 ص،830 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور یا اس سے تو اچھی خوشبو پالے گا

یعنی یہ کہ کستوری کا اپنا کمال ہے یہ ناک تک ضرور پہنچ جاتی ہے فضاء میں شامل ہو جائیگی۔ نہ اُس نے گٹھڑی کھولی کہ میں دوں اور نہ لینے والا قیمت پیش کر سکا کہ میں لوں۔ دونوں طرف سے کچھ نہ ہوسکا، لیکن کستوری تو خود کستوری ہے۔

اُس کیلئے ہاتھ سے پکڑانا بھی کوئی ضروری نہیں، گلاس سے پلانا بھی کوئی ضروری نہیں۔ کستوری خود کستوری ہے وہ فضاؤں میں شامل ہو جاتی ہے اور پھر مشام جاں تک پہنچ جاتی ہے۔

یہ وہ مفہوم ہے جسکو مختلف ولیوں نے اور مریدوں نے مختلف شیوخ کے آستانوں کے بارے میں بار بار کہا کہ۔

قسم رب دی اُس نوں وی فیض ملیا

جو میرے پیر دے در توں لنگھیا اے

اس لیے کہ یہ حدیث شریف کا وہ مفہوم ہے کہ یہ خود ولایت کی روشنی ہے اور خوشبو ہے اس میں پہرہ لگ ہی نہیں سکتا، یہ ہوا میں شامل ہو کر دل کی دھرتی میں پہنچ جاتی ہے۔

اس سلسلہ کو محض وراثت نہ سمجھا جائے اسکے لئے لیاقت کا بھی اہتمام کیا جائے اور جب لیاقت کا اہتمام ہوگا تو پھر باقی ساری اصلاح ہوتی چلی جائے گی۔ آج (معاذ اللہ) یہ سمجھ لیا گیا کہ دس انگوٹھیاں پہن لیں اور دو کڑے ڈال لیں اور رنگ برنگے کپڑے پہن لیں یا جو پہنے ہوئے ہیں وہ اتار دیں تو پھر ولی بن جائے۔ نہیں نہیں یہ کوئی تعریف نہیں طریقت کی اور یہ ولایت کا کوئی نصاب نہیں۔

یہاں تو نفس کشی کرنی پڑتی ہے۔

شہوتوں کے کانٹے کاٹنے پڑتے ہیں۔

اپنے دل سے دنیا کی محبت نکالنی پڑتی ہے۔

رات کو مجاہدہ، ریاضت اور بندگی میں رہنا پڑتا ہے۔

اور پھر صحت عقیدہ کے ساتھ جب یہ کام کیے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے انعام کے طور پر اس بندے کو ولایت کا تحفہ عطا فرما دیتا ہے۔

سرداری سے پہلے فقاہت

جس وقت وہ بندہ جو سجادہ نشینی کی مسند پہ جلوہ گر ہوگا جسکو شریعت کا علم نہ ہو تو وہ کیسے سمجھے گا؟ کہ فلاں جگہ شریعت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اسواسطے ان حضرات کیلئے جہاں کمی ہے انہیں اپنی تکمیل کرنی چاہیے اور انھیں علیحدہ چھپ کے بھی کسی سے پڑھ لینا چاہیے ویسے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا

(صحیح بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ ج 1، ص، 17 قدیمی کتب خانہ کراچی)

تم پڑھو اور فقاہت حاصل کرو قبل اس کے کہ تمہیں سردار بنا دیا جائے۔

سردار بن کے پھر پڑھنا مشکل ہوگا، اس سے پہلے پڑھ جاؤ۔ لیکن اگر کہیں کوئی کمی ہے تو پھر بھی اسکا وقت تو آخری سانس تک ہے۔ اپنے لیے علیحدہ اہتمام کیا جائے اور خود روشنی حاصل کی جائے، روحانیت کیلئے علم ضروری ہے ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ ویسے خزانے عطا کردے اور کوئی کتاب کے ذریعے سے پڑھ جائے۔ لیکن آج علم لدنی کا جتنے لوگوں کو وہم ہوگیا ہے۔ یہ بہت زیادہ خلاف واقع کیا جا رہا ہے علم لدنی کے دروازے بند نہیں ہیں مگر قرائن سے پتہ چل جاتا ہے کہ کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے۔

علم لدنی کی روشن جھلک

علم لدنی کا انداز دیکھنا ہے تو حضرت کیلیانوالہ شریف میں پیر سید نورالحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اُس کتاب کا مطالعہ کیا جائے جو انہوں نے (الانسان فی القرآن) کے نام سے لکھی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے پڑھا نہیں تھا مگر رب نے خزانے عطا فرمائے تھے۔ اس انداز سے خود پتہ چل جاتا ہے کہ کتنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرم ہوگیا ہے اور کتنا فیض ملا ہے۔

بہر حال علم معرفت کی تمہید میں ہوگا تو پھر جا کر آگاہی ملے گی پھر جس وقت ایک انسان متخلی اور مزین ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ شریعت مطہرہ کی پابندی خود کرے اور اپنے ماحول اور اپنے ملنے والوں سے مکمل پابندی کرواتا جائے۔

جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف جگہوں پہ کیا ہو رہا ہے کہیں ناچ رہے ہیں، کہیں مختلف خرافات ہیں۔

جبکہ ہمارے سارے اسلاف شروع سے لیکر آخر تک اتنی پابندی کرتے رہے ایسے

واہیات لوگوں سے اپنی درگاہوں کو بچاتے رہے۔ آج سب سے بڑا فرض سجادہ نشین پر یہ ہے کہ وہ جس دربار کا سجادہ نشین ہے اُس دربار پر کوئی غیر شرعی حرکت نہ ہونے دے۔ بلکہ ان ملنگوں کو مار کر بھگائے جو وہاں پر بھنگیں اور چرسیں پی کر وہاں ڈیرے لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور اُن لوگوں کا محاسبہ کریں جو اُس مزار پر آ کر سجدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سجدہ عبادت کفر ہے اور سجدہ تعظیمی حرام ہے اسکی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (الزبدۃ الزکیۃ) کتاب اسی موضوع پر لکھی، اتنی نصوص اور عبارات اکٹھی کر کے آپ نے واضح کیا کہ ہماری شریعت کے اندر سجدہ عبادت کبھی کسی کے لیے جائز نہیں رہا، سجدہ تعظیمی ہماری شریعت میں غیر اللہ کیلئے حرام ہے۔

لہٰذا جو تعلیم یافتہ ہیں اور شرعی علم رکھنے والے ہیں وہ اس کا اہتمام کرتے ہیں لیکن اگر بعض جگہ جہالت ہے اور وہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے تو عام لوگوں کا بھی حق بنتا ہے کہ سجدہ رب ذوالجلال کے حضور ہے، رب کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ نہ ہی کسی قبر کو سجدہ جائز ہے۔ اگر کہیں ایسا ہو رہا ہے اور وہاں پر روکا نہیں جا رہا تو عوام اہلسنت کا یہ اپنا حق بنتا ہے اولین فرض سجادہ نشینوں اور اوقاف پر ہے۔ اوقاف دربار کے چندے وصول کرے لیکن صاحب مزار کی مرضی کو پورا نہ کرے تو اوقاف بھی مجرم ہے۔

اسواسطے باقاعدہ ایسا اہتمام ہو جو ہائی فورس ان جاہلوں کو جو شیعوں کے چرنوں میں چڑ کے ہمارے مزارات پر شیعوں کے قبضے کروانے کیلئے ایسی حرکتیں آ کر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو مزارات سے دور رکھیں تا کہ مزارات کی جو اصل حقیقت ہے۔ اسکے مطابق ان ولیوں سے فیض پایا جائے۔

خانقاہ مدرسہ اور نشر علم کا ذریعہ

اس سلسلہ میں جو خانقاہ کا انداز ہونا چاہیے ابھی ہم اُس پر گفتگو کر رہے ہیں۔ جب تحریک پاکستان چل رہی تھی تو ہمارے اسلاف میں سے حضرت محدث اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس وقت ایک نصاب دیا تھا۔ اُس میں انہوں نے سرفہرست یہ کہا تھا کہ۔

"مجلس علم، مجالس عرس کو نشر علم کا ذریعہ بنایا جائے اور ہر خانقاہ کو مدرسہ بنا دیا جائے"

یعنی عرس کی محفل ہو تو اس میں درس قرآن ہونا چاہیے

اور عرس کی محفل میں درس حدیث ہونا چاہیے۔

عرس کی محفل میں درس فقہ ہونا چاہیے۔

عرس کی محفل میں درس تصوف ہونا چاہیے۔

عرس کی محفل میں لوگوں کے مجموعی حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔

عرس کی محفل میں مسلمانوں کی بہتری کے اسباب تلاش کرنے چاہییں۔

عرس کی محفل میں بیداری ہونی چاہیے نہ کہ لوری دیکر لوگوں کو سلا دیا جائے۔

عرس کی محفل ایک تربیت گاہ ہونی چاہیے۔

اور پھر جو خانقاہ ہے وہ نشر علم کا ادارہ ہونا چاہیے۔

خانقاہ میں مدرسہ ہونا چاہیے۔

خانقاہ میں مفتی ہونا چاہیے۔

خانقاہ میں مدرس ہونا چاہیے۔

خانقاہ میں محقق ہونا چاہیے۔

CamScanner

چند خانقاہوں کا آنکھوں دیکھا حال

آپ دیکھ لیں اگر آج ہر خانقاہ ایک بہت بڑا ادارہ ہوتی اور بہت بڑی یونیورسٹی ہوتی تو کس قدر علم کا سیلاب آیا ہوا ہوتا آج جو مسجدوں میں امام پورے نہیں ہو رہے اور خطیب نہیں مل رہے اور پھر باقاعدہ جس کو امام کہا جائے اور جس کو خطیب کہا جائے وہ کتنے لوگ ہیں جو ہماری مساجد میں ہیں۔

اگر مسجد کی اپنی ضرورت پوری نہیں ہو گی تو مسجد کسی کی ضرورت کیا پورا کرے گی۔ مسجد میں جب بہترین ہدایت کا سماں ہو گا تو پھر جا کر محلّہ بھی صحیح ہو گا۔ یہ کمی کیوں واقع ہوئی۔ جو مراکز تھے وہاں مدرسہ کا اہتمام نہ ہوا صرف چند جگہوں میں اس ضرورت کو محسوس کیا گیا اور وہاں کام ہو رہا ہے باقی بہت سی جگہیں ہیں جہاں خاموشی ہے اور بہت سی جگہیں خاکم بدہن ایسی ہیں جہاں طالب علم نہیں ان کی جگہ جانور رکھے گئے ہیں۔

میں خود اس بات کا گواہ ہوں PHD کے دوران چھ ماہ کا میرا سفر جاری رہا۔ میں مختلف مراکز پر گیا اس لیے کہ مجھے کچھ مخطوطات کی ضرورت تھی ایک بہت بڑی گدی اس پنجاب کی جو اساسی گدیوں میں سے ایک گدی ہے۔ مجھے پتہ چلا کہ وہاں پر بڑے قلمی مخطوطات ہیں وہاں سے میری ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو جب میں وہاں شام کو پہنچا، تو دروازہ بند تھا کہا گیا کہ اب صبح دروازہ کھلے گا۔ میں دیکھتا رہا کہ جہاں پر لائبریری ہوا کرتی تھی وہاں پر کمرے بنے ہوئے تھے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیر تک مشاہدہ کیا۔ مجھے خیال تھا کہ اندر لائبریری ہے اور کتابیں ہیں۔ مگر جب دروازہ کھلا تو اس کمرے سے ایک کتا اور ایک اُس کتے کا خادم نکلا، کتے کو چلاتا پھراتا ہے، گردش کراتا ہے، پھر اندر لے جاتا ہے۔ مجھے انتظار تھا کہ شاید دوسرے کمرے میں لائبریری ہوگی جب دوسرے کمرے کا گھنٹے کے بعد دروازہ

CamScanner

کھلا تو اندر سے ایک اور کتا نکلا اور ساتھ ہی کتے کا خادم نکلا۔ وہ کتے کو لیکر چلاتا پھراتا رہا پھر لاکر اُس نے اندر باندھ دیا۔

اس طرح تقریباً تین کمروں کا میں نے مشاہدہ کیا۔ تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ کتابیں کہاں گئیں جو یہاں ہوا کرتی تھیں، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو وہ کتابیں کبھی دیکھی ہی نہیں ہیں۔ وہ کتاب جسکی (ب) اڑادی گئی پیچھے وہ صورتحال تھی جو اُس وقت میرے سامنے موجود تھی۔

مجھے اتنا افسوس ہوا کہ وہ دیس جہاں پر تصوف کے جام پلائے گئے اور جہاں پر لوگوں کی دن رات اصلاح کی گئی اور جہاں کے بزرگوں نے ہاتھوں سے کتابیں لکھیں اور جگر پگھلایا لوگوں کیلئے ہدایت کا سامان کیا۔ اُن کے پوتوں نے پڑپوتوں نے اور بعد کی نسلوں نے کیا کیا؟ اور انہوں نے اپنے بزرگوں کی ارواح کو کتنا ناراض کیا؟ جہاں انہوں نے خود بیٹھ کے پڑھایا اور خود بیٹھ کے لکھا انہوں نے (معاذ اللہ) وہاں پر کتے باندھے تو کون کہے گا کہ یہ سجادہ نشینی کا حق ادا ہو رہا ہے۔

یہ وہ ناقص کردار ہے جسکی وجہ سے ہمیں زوال کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے اسواسطے بنیادی اصلاح کا نکتہ یہ ہے کہ جہاں سے آگے اصلاح ہونی ہے اگر وہاں کی صورتحال ایسی بن جائے تو پھر دوسروں کا کیا بنے گا۔

حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ فرمارہے تھے کہ میں ایک درگاہ پہ حاضری دینے کیلئے گیا ہوا تھا ابھی میں وہاں پر موجود تھا کہ لائٹ چلی گئی۔ جب بجلی گئی تو کتوں کی آوازیں آنے لگیں میں نے کہا یہ کیا ہو گیا پہلے تو کتوں کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔ اب کتوں کی آوازیں کیوں شروع ہوگئیں تو بتایا گیا کہ کتوں کا اے سی بند ہو گیا ہے اسواسطے کتوں کی آوازیں آرہی ہیں کتوں کو گرمی محسوس ہورہی ہے۔

فرمانے لگے انسان تو گرمی میں پھر رہے ہیں لیکن یہاں کسی جاہل پیر کا کتا بھی اے سی میں رہتا ہے اس سے بڑا اور ظلم کیا ہوگا؟ اس سے بڑا اور ستم کیا ہوگا؟

اسواسطے اسوقت جہاد کی ضرورت ہے اور اپنی اصلاح کی بھی۔ اگر کہیں ایسی صورتحال ہے تو وہاں آواز بلند کریں اور وہاں یہ نہ دیکھو کہ پیر کا بیٹا ہے اور صاحبزادہ ہے۔ کسی صاحبزادے کی اطاعت ضروری نہیں اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی اطاعت ضروری ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے آرڈر کے سامنے کسی کا کوئی آرڈر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی کا کوئی حکم نہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں پر واضح کر دو کہ ہم نے تمہارا کلمہ نہیں پڑھا ہم نے ماہ مدینہ ﷺ کا کلمہ پڑھا ہوا ہے۔

جس وقت یہ کردار ایک خانقاہ نے ادا کیا تو پھر اس کا سلیبس کیا ہوا کرتا تھا؟ آج کچھ لوگوں نے صوفی اور عالم کو آپوزیشن بنا دیا۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خانقاہ کا نصاب

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

در مجلس شریف

خانقاہ میں جو مجلس ہو اور محفل ہو اس میں کیا ہو؟ صرف ذکر، صرف تسبیح ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں اُس میں ذکر کے ساتھ یہ بھی ہو آپ نے فرمایا۔

از کتب تصوف مذکور می شود

تصوف کی کتابوں کا لیکچر دیا جائے۔

واز کتب فقہ نیز مذکور می شود

صرف تصوف کی کتابوں کا نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کا بھی سبق دیا جائے۔

اگر کسی نے آج دیکھنا ہو کہ خانقاہ کا نصاب کیا ہے ؟

تو اسے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''الفتح الربانی'' پڑھنی چاہیے
جس نے دیکھنا ہو کہ خانقاہ کا نصاب کیا ہے تو اسے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
''فتوح الغیب'' پڑھنی چاہیے۔ اُس میں ہر مجلس کی رپورٹ موجود ہے. جس نے یہ
دیکھنا ہو کہ خانقاہ کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ تو وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے ایک لاکھ شاگردوں کو دیکھے۔

وہ پیروں کے پیر، وہ گیارہویں والے پیر، انکی دن رات کی مصروفیت کیا تھی؟ وہ جہاں
صوفی، سالک تھے بلکہ غوث تھے اور غوث اعظم تھے انکی مصروفیت کیا تھی؟ وہ اُس
زمانے کے مدرس اعظم تھے، وہ کون ہے جو دن میں اٹھارہ سبق پڑھائے۔ وہ غوث
پاک ہیں جو روزانہ پڑھاتے تھے۔

یہ عالم جسکو آج کالے لفظ کہہ کے چھوڑ دیتا ہے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے اٹھارہ گھنٹے کالے لفظ پڑھائے ہیں۔ وہ قرآن وسنت، وہ فقہ، وہ بیان وبدیع، وہ
صرف ونحو، وہ طریقت وشریعت کے سبق دن میں پڑھاتے رہے اور یہ انداز دیا اور پھر
انہوں نے (33) تینتیس سال تک پڑھایا۔ ہر سال ان سے تین ہزار علماء فارغ
ہوتے تھے ایک لاکھ جسکے شاگرد ہوں وہ غوث اعظم ہوتا ہے۔

یہ شناخت ہے کہ خانقاہ کیا ہے؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ معمولی سا کوئی جبہ پہنا اور پگڑا باندھ
لیا تو اس سے نظام خانقاہی چل جائے گا۔ اس انداز کی سوچیں ابھرتی ہیں حضرت
غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس انداز میں خانقاہ کو تقدس دیا اور کردار دیا اب
حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو عقیدت ہے اُسکی گیارہویں کے نام پر اپنا
ایک بیٹا دین کو دے دو۔ جس گیارہویں والے پیر نے ایک لاکھ کو خود پڑھایا تھا۔ جو
اُن کے پاس پڑھے تھے وہ چھوٹے چھوٹے لوگ نہیں تھے۔ یہ حضرت غوث پاک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سٹوڈنٹ تھا کہ جس نے ''نور الدین زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ'' کی فوجوں میں اہم کردار ادا کیا اور ''صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ'' بھی اس مدرسہ سے فیض پانے والے تھے۔ جب پہلا خطبہ جمعہ بیت المقدس کی فتح کے بعد دیا گیا تو وہ امام ابن ذکی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا اور وہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض یافتہ تھے۔

اسواسطے یہ خانقاہ جہاد بھی، یہ مجاہدہ بھی، یہ ریاضت بھی، یہ طریقت بھی، یہ شریعت بھی، حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس انداز میں خانقاہ کو چلایا ہے اسواسطے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے۔

در مجلس شریف از کتب تصوف واز کتب فقہ

خانقاہ میں تصوف بھی پڑھاؤ اور خانقاہ میں فقہ بھی پڑھاؤ

یہ خانقاہ کا ایک سلیبس اور نصاب ہے۔

﴿داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خانقاہ کا نصاب﴾

میں کہتا ہوں خانقاہ کا نصاب جاننے کیلئے حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (کشف المحجوب) شریف پڑھو اور اس سے تمہیں خانقاہ کے سلیبس کا پتہ چل جائیگا۔ تسلیم و رضا کے سبق، صبر کے سبق اور حسد مٹانے کے سبق اور بغض ختم کرنے کے سبق اور عاجزی کے سبق، تواضع کے سبق، انکساری کے سبق، اعلیٰ اخلاق کے سبق، اچھے عقیدے کے سبق یعنی کشف المحجوب میں عقیدہ و عمل دونوں کو بیان کیا گیا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ایک باب اثبات فقر کا ہے اور ایک باب اثبات علم کا ہے۔ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقر پر علم کو مقدم کیا۔

CamScanner

پہلے باب لکھا ''اثبات علم'' کا پھر باب لکھا ''اثبات فقر'' کا اور یہ لوگوں کو بتایا کہ ہمارے نام پہ کوئی دوکانداری نہ بنائے۔ ہم علم کے حامل پہلے ہیں اور فقر کے حامل بعد میں ہیں۔

جس نے خانقاہ کا سلیبس دیکھنا ہو تو وہ شیخ ابو طالب مکی رحمہ اللہ تعالی عنہ کی ''قوت القلوب'' پڑھ لے۔ یہ ساری چیزیں ہمیں بیان کر رہی ہیں

کہ جس نے فقر کا نصاب پڑھنا ہو وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ''مکتوبات شریف'' پڑھ لے۔

جس نے فقر کا نصاب پڑھنا ہو وہ ہمارے بزرگوں کے مکتوبات شریف پڑھ لے۔ خواہ وہ چشتی ہوں، نقشبندی ہوں، سہروردی ہوں، وہ قادری ہوں ان کی تحریروں میں ایسے ایسے گلشن کھلے ہیں۔ انہوں نے اتنی وضاحتیں کی ہیں۔

لہٰذا ان لوگوں کو گنجائش نہ دو جو خانقاہ کا تقدس پامال کرنا چاہتے ہیں اور خانقاہ کو ہدف تنقید بنا کر ڈی گریڈ کرنا چاہتے ہیں۔ ان ظالموں سے اپنی خانقاہوں کو بچانے کیلئے ایسے بھنگیوں اور چرسیوں کو خانقاہوں سے مار کے بھگا دو تا کہ لوگوں کو بتا سکو کہ یہ ہماری خانقاہ ہے جس سے قرآن وسنت کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

خانقاہ میں درس تصوف بھی، درس فقہ بھی

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوبات شریف میں یہ بیان کیا کہ خانقاہ کی مجلس میں تصوف کا درس بھی ہو اور فقہ کا درس بھی ہو پھر فرمانے لگے۔

بلکہ از کتب تصوف اگر مذکور نشود باک نیست آں باحوال تعلق دارد

(مکتوبات شریف حصہ اول جلد اول صفحہ نمبر 78)

پہلے تو خانقاہ میں تصوف بھی پڑھاؤ اور فقہ بھی پڑھاؤ یعنی نماز کیسے ہوتی ہے؟ وہ ٹوٹتی کیسے ہے روزہ کیسے ہوتا ہے اور پھر روزہ ٹوٹ کیسے جاتا ہے؟ سارا فقہ کا نصاب اور احکام کا نصاب پڑھاؤ تو اس سے خانقاہ کی آبادی کا آغاز ہوگا۔

پھر فرمانے لگے اگر تصوف نہ بھی پڑھاؤ تو کوئی بات نہیں اس لیے کہ اسکا تعلق احوال کے ساتھ ہے اور وہ ثانوی ہے اعمال مقدم ہیں۔ فقہ کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے۔

تو مجدد فرمانے لگے، وہ ہے صوفی، وہ ہے پیر طریقت، وہ ہے رہبر شریعت جسکی خانقاہ میں فقہ کا اہتمام ضرور کیا جاتا ہے۔ تصوف کی کتاب کا لیکچر ہو یا نہ ہو وہ اتنا ضروری نہیں ہے ہو جائے تو اچھا ہے نہ ہو تو حرج کوئی نہیں ہے مگر ہر خانقاہ میں فقہ ضرور پڑھائی جائے تاکہ کل جس عمل کی پوچھ ہونی ہے۔ اس عمل کو صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے۔

اگر (معاذ اللہ) خانقاہ ہو ہی ایسی جہاں لیکچر یہ دیا جائے کہ عمل تو شئی ہی کوئی نہیں۔ یہ دوسرے لوگوں کے کام ہیں ہم دل کی نمازیں پڑھتے ہیں اور دل کے روزے رکھتے ہیں پھر جنت بھی کوئی دل ہی کی ہوگی جس میں چلے جائیں گے۔ رب کی جنت میں وہ جائے گا جو رب کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق بندگی کرنے والا ہوگا۔

اقبال اور فقر

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری

نخچیر کہتے ہیں خود شکار بن جانے کو صیاد شکاری کو کہتے ہیں شکاری خود شکار بن جائے تو پھر پیچھے ہوگا کیا؟ یہ پہلا فقر نہیں چاہیے، کونسا؟ جو صیاد کو شکار کر دے۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری

CamScanner

اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری

اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری

ایک فقر قوم کی مسکینی ہے اور ایک فقر قوم کی مٹی میں اکسیر ہے۔

ہمارے صوفیوں کا فقر وہ ہے جو اکسیر والا ہے۔

اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری

میراث مسلمانی سرمایہ شبیری

یہ وہ فقر ہے جسکے ہم علمبر دار ہیں، جو فقر شبیری ہے جسکے اندر حرارت شجاعت، حریت، حماست اور دین کی حمایت اور باطن کی صفائی اخلاق کے عمدہ درس بھی موجود ہیں۔ یہ ہماری خانقاہ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس خانقاہ کے امتیاز کو اگر برقرار رکھیں گے تو پھر اقبال کہتے ہیں۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

پھر تو انکی وجہ سے مٹی بھی ستارے بن جاتی ہے اور اگر اس کردار کی نفی کر دی جائے تو اقبال کہنے لگے۔

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے رخصت ہوئے

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکس

جو قم باذن اللہ کہتے تھے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا، یہ سیٹ تو ان لوگوں کی ہے۔ لیکن آج بیٹھا کون ہے مجاور یا قبریں کھودنے والا۔ یہ صورتحال صرف خانقاہ کی ہی نہیں، بلکہ ہر شعبہ میں انحطاط ہے۔

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے

تو خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے

CamScanner

مکتبوں کی صورتحال، مسجدوں کی صورتحال ناگفتہ بہ ہوتی جارہی ہے اس صورتحال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اقبال نے کہا تھا۔

شیر مردوں سے ہوا بیشہ تحقیق تہی
رہ گئے ملا و پیر کے غلام اے ساقی

شیر مرد اٹھتے چلے گئے اور ایسی صورتحال بنتی گئی جس سے انحطاط آتا گیا۔

﴿خانقاہی نظام کو بدنام کرنے کی سازشیں﴾

﴿پہلی سازش﴾

اُن سازشوں میں سے ایک سازش شام قلندر کے نام سے ابھی متعارف کروائی جارہی ہے۔

شام قلندر کا دوسرا نام کیا ہے؟ سنیوں کو شیعہ بنانے کی تحریک

وہ جس شخص کا اپنا نام عثمان ہو، یعنی شہباز قلندر کا، اُس کے مزار سے بھنگ گھوٹنے والوں کا تعلق کیا ہوسکتا ہے؟ اور وہاں جو کرتوت کئے جاتے ہیں، باقاعدہ یہ پلاننگ ہے اور یہ ٹھیکہ لے لیا گیا ہے۔ اوقاف کے اس اقدام کی ہم مذمت کرتے ہیں۔ انہوں نے بُرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ولی کے دربار کا کئی سالوں کیلئے ٹھیکہ دے دیا ہے۔

مختلف شہروں سے جھولے لعل اور اس طرح کی اصطلاحیں اور پھر شام قلندر اور جشن قلندر حضرت عثمان یعنی شہباز قلندر رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایصال ثواب کردو، اس کو ایصال ثواب کرنے کیلئے کسی فلمی سٹار کی ضرورت کیا ہے؟ کنجریوں کا سٹیج سجانا اور اسکو ولی کی محفل کہنا اور پھر مہندی جیسی بیہودہ رسموں کو لاکر قوم کو گمراہ کرنا۔ ہوشیار رہو اہلسنت یہ باقاعدہ منصوبہ ہے اہلسنت کو اس گندے عقیدے کی طرف دھکیلنے کا اس واسطے اس سازش سے بھی اپنے آپ کو بچایئے۔

CamScanner

اور پھر جو ہمارے مزارات پہ آ کر اس طرح کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور غیروں کے شعار بناتے ہیں۔ان لوگوں سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے ایک وہ فتنہ تھا جو اپنے اختتام کو پہنچا مگر اس کے سازشی اب بھی داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار شریف پہ آجاتے ہیں۔جھنڈوں پر دل کی تصویریں بنائی ہوتی ہیں کبھی انکو اپنا گرُو جان میں نظر آتا ہے، کبھی حجر اسود میں اسکی شکل نظر آتی ہے،اس تنظیم سے بھی بچنا لازم ہے۔وہ بھی تصوف کی آڑ میں ہمارے خانقاہی نظام کو لوٹنے والے لوگ ہیں۔

وہ بندہ ولی تو کیا وہ مومن ہو سکتا ہے؟ جو یہ کہے کہ مذہب جو بھی ہو میرے پاس آ کر روحانیت سیکھے خواہ یہودی ہو یا عیسائی، رہو اسی طرح روحانیت میں سکھاؤں گا۔پھر روحانیت اسکے گھر کی روحانیت ہے کہ جس میں یہودی کو کلمہ تو نہیں پڑھا سکتا عیسائی کو کلمہ تو نہیں پڑھا سکتا، ساتھ یہ ہے کہ میں روحانیت سکھا رہا ہوں۔

﴿دوسری سازش﴾

ایک وہ نام نہاد ہے جسکا نعرہ یہ ہے کہ۔

(رب کی دھرتی، رب کا نظام، الاخوان) کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہوئے اور اویسی سلسلہ کا نام غلط استعمال کرتے ہوئے اپنا جال پھیلائے ہوئے ہیں۔تا کہ اس جال سے اہلسنت کو بدعقیدگی کی طرف لے جایا جائے اس سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے اور محتاط رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو الاخوان کے نام سے اپنی سرگرمیاں آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایسے ہی اور بھی بہت سے اسی کیمپ کے لوگ ہیں جو گمراہی پھیلا رہے ہیں اور جو دائیں بائیں بکھرے ہوئے لوگ ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف کا جال لگائیں گے تو بہت کچھ حاصل کر جائیں گے۔ انہوں نے اپنی مختلف قسم کی سازشیں بنا رکھیں ہیں۔ ہمیں

CamScanner

رافضی اور خارجی دونوں کی طرف سے تیر لگ رہے ہیں اور دونوں لوٹنے کیلئے بیٹھے ہیں اور درمیان میں تم ہو، تمہارے وارث کچھ جاگ رہے ہیں اور کچھ سو رہے ہیں۔ سوئے ہوئے لوگوں کو جگانا ہماری التجا ہے اور ہماری اپیل ہے ہم انکی سجادگی کا احترام کرتے ہوئے ان سے ریکوسٹ (request) کریں گے کہ آپ اپنے منصب کے بارے سوچیں جبکہ دائیں بائیں لوٹنے والے آگئے ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھوں سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

اس میں ایک طرف اوقاف کی طرف سے ستم ہو رہے ہیں حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ماہانہ اوقاف اکٹھا کیا جائے تو اس سے کتنی یونیورسٹیاں چل سکتی ہیں۔ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک دن کی آمدنی سے کتنے مدارس چلا سکتے ہیں۔ آمدنی ہماری اور ہمارے داتا صاحب کی اور سُنّی لوگوں کا نذرانہ لیکن وہ کھلایا داتا صاحب کے دشمنوں کو جاتا ہے۔

اوقاف اگر سنی اوقاف کو جدا نہیں کرسکتا تو کم از کم اتنا تو کرے کہ جتنی آمدنی انکو داتا صاحب سے ہو رہی ہے۔ اس کا نصف داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب پھیلانے پر خرچ کردے، داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف کو جاہل ملنگوں سے پاک کریں، داتا صاحب سے کروڑوں روپے لیکر داتا صاحب کو تکلیف دینے والوں کو کیا یہ لوگ ہٹا نہیں سکتے۔

وہ جو آگ کے بیچ جلا کے وہاں بیٹھنے والے لوگ ہیں یہ اوقاف پر فرض ہے کہ انکو وہاں سے ہٹائے۔ وہاں پر ڈبہ پیر قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں۔ ان کو وہاں سے دور کیا جائے اور

جو مختلف قسم کی گمراہی پھیلانے کے انداز ہیں۔ وہاں پر پابندیاں لگائی جائیں۔ اگر وہاں خواتین نے جانا ہے تو اوقاف کی طرف سے لازم کردیا جائے کہ باپردہ خاتون آسکتی ہے ورنہ کسی کو حاضری کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ شریعت مطہرہ کے جو ضابطے ہیں۔ انکے مطابق ہماری خانقاہ ہے۔ اسکے سوا نہ ہم چاہتے ہیں اور نہ ہی ہمارے اسلاف کی تاریخ کا حصہ ہے۔

پھر بالخصوص عورتوں سے یہ درخواست ہے کہ شریعت مطہرہ میں محدودسی اجازت ہے اور وہ بھی بہت سی پابندیوں کے ساتھ اجازت ہے۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُور

(جامع ترمذی ابواب الجنائز باب باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ زِيَارَةِ الْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ ج ۱ ص ۳۲۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوّارات قبور پہ لعنت کی ہے۔

اسکا پہلا معنیٰ یہ ہے کہ وہ عورتیں جو پیشہ ور زوّار ہوتی ہیں۔ ملنگیاں بن کے درباروں پہ بیٹھ جاتی ہیں، غیر محرم مردوں کے ساتھ بیٹھ کے وہاں پر باتیں کرتی ہیں۔ ان پر رسول اکرم ﷺ نے لعنت کی۔

لعنت کا لفظ کتنا مشکل لفظ ہے اور کتنی بڑی بات ہے۔

خاتون اسلام کو زیارت قبور کی اجازت تو ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهُ

(صحیح مسلم کتاب الجنائز بَاب اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ ج ۱ ص ۳۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں حکم دے رہا ہوں قبروں کی

CamScanner

زیارت کیا کرو۔

اس پہ محدثین نے لکھا کہ جیسے (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) میں حکم مردوں کو ہے تو ساتھ عورتوں کو بھی ہے۔ ایسے ہی زیارت کا حکم مردوں کو بھی ہے اور عورتوں کو بھی ہے۔ یہ باقاعدہ وضاحت موجود ہے۔

لیکن قبر پر آنا ہے شریعت کے تقاضے کے مطابق۔ اگر محلے میں اپنے کسی عزیز کی قبر پہ جانا ہے، ایک تو وہاں جا کر ماتم، بین نہیں کرنا، جزع فزع نہیں کرنا۔ دوسرا پردے سے جانا ہے اگر راستہ پر امن نہ ہو تو پھر اجازت نہیں ہے۔ اور اگر کسی ولی کے مزار پہ جانا ہو اور وہ شرعی مسافت بنتی ہو اور پھر موجودہ زمانے کے لحاظ سے جو حالات ہیں پھر کسی محرم رشتہ دار کو ساتھ لے کر جائیں۔ وہاں اگر غیر محرموں کا اختلاط ہو کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بے پردہ بیٹھتی ہیں تو یہ ناجائز ہے۔ لیکن اگر جائیں تو پردے میں جائیں اور وہاں پردے میں رہ کر حاضری دیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان "لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرَ" کی مستحق قرار پائیں گی۔ اگرچہ محدثین نے کہا ہے کہ یہ اُس زمانہ کے الفاظ ہیں جب آپ نے منع کیا ہوا تھا۔

اگرچہ قبروں کی زیارت کی اجازت بعد میں آئی ہے تو اسکے ساتھ ساتھ احتیاط ضروری ہے یہ ضرور احتیاط کی جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا عمل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صرف یہ عمل نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ پاک پہ بعد از وصال جاتی تھیں بلکہ انہوں نے طویل سفر طے کر کے مدینہ شریف سے چل کے مکہ شریف میں آ کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو انکے بھائی تھے) کی

قبر پہ حاضری دی اور اتنا لمبا سفر اپنے بھائی کی قبر پہ حاضری دینے کیلئے کیا۔

اسواسطے اس بارے میں جواز ہے لیکن اس بارے میں احتیاط بڑی ضروری ہے۔ کہیں کسی عورت کیلئے بے پردہ کسی مزار پہ جانا جائز نہیں ہے اور وہاں بے پردگی میں حاضری دینا بھی جائز نہیں ہے۔ وہاں پر بیٹھ جانا، ملنگنی بن جانا اور وہاں کا ہو جانا شریعت مطہرہ میں اسکا کوئی بھی جواز موجود نہیں ہے۔

﴿فاتحہ شریف پڑھنے کا طریقہ﴾

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبر کے چومنے کو ناجائز لکھا اور طواف اور سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دیا۔ سجدہ عبادت کفر ہے میت کے مواجہہ شریف کی طرف کھڑے ہو کر فاتحہ شریف پڑھیں اور ایصال ثواب کریں اور پھر اُن سے حاجت پیش کی جاسکتی ہے اور بڑے محتاط طریقے سے حاضری کا اہتمام ہونا چاہیے۔

ورنہ صاحب مزار تنگ ہوتے ہیں ایسے لوگوں سے جو حاضری کے وقت مختلف خرافات کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ان چیزوں سے مزارات کو پاک رکھنا ضروری ہے۔

ہمارے مزارات اور خانقاہوں کی جو پراپرٹی ہے اسکے لحاظ سے بھی مظالم اور ستم کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت میاں میر رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار شریف کی زمین پر ایک بہت بڑا کمپلیکس بننے والا ہے اسکو موسوم اس بندے کے نام سے کیا جا رہا ہے جو ساری زندگی ان ولیوں کے مشن کی خلاف ورزی کرتا رہا اور ان ولیوں کو بت کہتا رہا ان کے فیضان کا انکار کرتا رہا اور انکے مشن کی خلاف ورزی کرتا رہا۔ ایسا اہلسنت کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ ہمارے اولیاء ہیں ہم انکے وارث ہیں۔ یہ انکے مسلک کیلئے جو کچھ انکے درباروں کی زمینیں ہیں یا جو آمدنی کے مراکز ہیں وہ انکے مشن پر خرچ ہونے

CamScanner

چاہییں۔ انکی فکر کی ترویج پر اور انکی فکر کو آگے پھیلانے پر انکو خرچ کرنا چاہیے۔
اپنی گفتگو اس پہ ختم کرنا چاہتا ہوں کہ
یہ خانقاہیں اب بھی اسرار کا مرکز ہیں۔
اب بھی معارف کے گلستان ہیں۔

لیکن جہاں کمی واقع ہو چکی ہے ان حضرات کو ہماری دست بستہ اپیل ہے کہ انھیں ہر کمی دور کرنی چاہیے۔ بالخصوص ہم کمی کے لحاظ سے تو اپیل کرتے ہیں لیکن جہاں پر خلاف شریعت حرکات ہو رہی ہیں اگر وہاں پر غیرت شرعی حرکات کو نہ روکا گیا تو ہمیں زور بازو سے بھی اسکا اہتمام کرنا پڑے گا۔

ہم سے یہ برداشت نہیں ہو سکے گا کہ ہمارے اولیاء کے مزارات پر کچھ جاہل آجائیں یا دوسرے بدعقیدہ لوگ آکر سجدے کرنے شروع کردیں، دھمالیں ڈالنا شروع کردیں اور ناجائز حرکتیں شروع کردیں اور ہم خاموش بیٹھیں رہیں، نہیں نہیں جب مراکز ہمارے ہیں تو ان کا تقدس ہم نے بحال کرنا ہے۔ اگر اوقاف کی طرف سے یا ذمہ داران حضرات کی طرف سے انکی روک تھام نہیں کی جاتی تو پھر یہ ہمارا حق ہے ہم ان مزارات کو تمام خرافات سے پاک کریں۔ (ان شاء اللہ) اس سلسلے میں ہم اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کریں گے اور اس انداز میں آگے نکلیں گے کہ جہاں جہاں ایسے بھنگی، چرسی لوگ جو مزارات کو ملوث کر رہے ہیں ان سے مزارات کو پاک کر کے صاحب مزار سے فیض لینے کا سلسلہ جاری کریں گے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

CamScanner

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ يَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِی يَفْقَهُوْا قَوْلِیْ۔ (پارہ۱۶،سورہ طٰہٰ،آیت نمبر ۲۵ تا ۲۸)

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَا مُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِی الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (پارہ 11،سورہ توبہ،آیت 129)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا٥

(پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،آیت ۵۶)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَ عَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَىٰ حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالارِ کارواں ہے امیر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

میں کہتا ہوں

اسلام کی صداقت خطبوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا زور بیاں ہمارا
محبوبِ دو جہاں سے رشتہ ہے اصل ایماں
اس نام سے ہے روشن اب تک جہاں ہمارا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
اس نعرۂ رسالت سے کب تک انہیں ہے جلنا
یہ تو حشر میں بھی ہو گا قومی نشاں ہمارا

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ واتم برہانہٗ واعظم شانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سرواں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واصحابہٖ وبارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

زینت مسندِ صدارت، پیر طریقت، مناظر اسلام، حضرت پیر سید مراتب علی شاہ صاحب حفظہٗ اللہ تعالیٰ۔

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے گوجرانوالہ کی سرزمین پر بھٹی میرج ہال میں ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام چودھویں سالانہ فہم دین کورس میں آج ماہِ رمضان المبارک کے جہنم سے آزادی والے عشرے میں ہمیں اس عظیم الشان اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

"میرے لئے اللہ کافی ہے"

میری دُعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال ان پُر کیف لمحات میں جتنے حضرات وخواتین نے یہاں شرکت کی انہیں اور جتنے حضرات وخواتین بذریعہ انٹرنیٹ اس پروگرام میں شریک ہیں، سب کو فردوس کے بالاخانوں میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

آج ہمارا یہ درس نہایت ہی اہم موضوع پر ہو رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمہ جہت اور ہمہ اقسام سامعین اس گفتگو کو سماعت کریں گے۔ سامع کسی بھی سوچ اور فکر کا حامل ہو، میری اس سے اپیل ہے کہ غیر جانبدار ہو کر اس گفتگو کو سنے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے اس کو فائدہ ہوگا، رمضان المبارک کی رحمتیں دل کو نرم کر رہی ہیں، رب ذوالجلال کے فضل وکرم کی برسات برس رہی ہے اور ویسے بھی جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے۔

انشاء اللہ اُمید ہے اختتام تک بہار آجائے گی۔

CamScanner

آیات کا پس منظر

رب ذوالجلال اس کائنات کا خالق و مالک ہے' وہ وحدہٗ لاشریک ہے' وہ واجب الوجود ہے' وہ مستحق عبادت ہے' وہ اس کائنات کا مدبر ہے اور وہی اس میں متصرف بالذات ہے۔ اگر اس کا حکم نہ ہو تو کوئی ذات پتا بھی نہیں ہلا سکتی'

رب ذوالجلال نے اپنے بندوں کو اپنی بعض صفات کا مجازی مظہر بنایا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ کی دی ہوئی توفیق سے اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے وہ جس وقت مجازی صفات کا مظہر ہوتے ہیں تو اُن کی طرف توجہ حقیقت میں اللہ ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اُن کے کسی کام کے کر گزرنے کے بارے میں جو عقیدہ ہے وہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اللہ تعالیٰ کی پاور کے بارے میں عقیدہ ہوتا ہے۔

چونکہ اس سلسلہ میں قرآن مجید برہان رشید کو پیش کر کے مفہوم پر واردات کی جاتی ہے اور اپنے غلط نظریات کو قرآن مجید کے پردے میں لپیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس لئے ہم صرف اظہار حق کیلئے' کسی کو جلانے کیلئے نہیں بلکہ کسی کو سمجھانے کیلئے اور حق کی روشنی پھیلانے کیلئے اور حق کا پرچم لہرانے کیلئے' وہ ساری آیات اس وقت انشاء اللہ تلاوت کریں گے اور پھر اُن کا پس منظر اور قرآن ہی سے اُن کا مفہوم جو خود قرآن اس کو واضح کرتا ہے' اُسے بیان کرتے ہوئے ایسے حضرات جن کو کوئی فکری اُلجھن ہے یا جو کسی طرح بھی کسی گمراہ گلی میں داخل ہو چکے ہیں اُن کو دعوت انصاف دیں گے۔ آج ہی نہیں جب تک انشاء اللہ یہ پیغام C.D' کیسٹ اور کتاب کی شکل میں چلتا رہے گا' اللہ کے فضل سے ہدایت کا سامان میسر کرتا رہے گا۔

آیت نمبر ۱

سورۂ آل عمران میں آیت نمبر ۱۷۳ ہے:

خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳)

وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز

یہ اُس وقت کا معاملہ ہے جب اُحد کے دن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا تھا' وہ واپس جانے لگے تو انہوں نے کہا اے محمد! تمہارا ہمارا مقابلہ اب اگلے موسم بدر میں ہوگا' بدر میں منڈی لگتی تھی۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس دن کا چیلنج کیا کہ اُس دن اب ہم لڑیں گے۔ جب وہ دن قریب آیا تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے اپنی فوج لے کر نکلے۔ رب ذوالجلال نے اُن کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا تو آگے آنا اُن کیلئے مشکل ہوگیا' اب وہ اپنی اُس شکست کو چھپانا چاہتے تھے کہ چیلنج تو ہم نے کیا تھا اور ہم ہی نہیں جارہے۔

مسلمان وہاں آجائیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ اِدھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری مکمل کرلی' صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ساتھ لیا اور بدر کا سفر شروع کیا' اس کو بدرِ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ بدر کبریٰ تو اُحد سے پہلے کی جنگ ہے یہ اُس کے بعد ہے'

اب اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس شکست کو چھپانے کا منصوبہ بنا

CamScanner

رہے ہیں۔ نعیم بن مسعود اشجعی جو اُس وقت مومن نہیں تھے' بعد میں انہوں نے کلمہ پڑھا' جاہلیت میں اُن کے ہاں عمرے کا تصور تھا' وہ اُس کو ادا کرنے کیلئے مکہ شریف تشریف لے گئے ہوئے تھے اور اسی بدر والے راستے سے واپس آنا چاہتے تھے' حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کچھ لالچ دیا' کچھ اونٹ دیئے کہ تم جا کے مسلمانوں کو ڈراؤ کہ قریش مکہ کی تیاری بہت زیادہ ہے اور اگر تم ان سے لڑو گے تو بچ کے نہیں آؤ گے۔ تم جا کے ڈراؤ تا کہ وہ آنے نہ پائیں۔ اگر وہ بدر میں آ گئے اور ہم نہ گئے تو اس میں ہماری سبکی ہوگی۔ لہٰذا نعیم بن مسعود اشجعی وہ مدینہ آئے اور انہوں نے آ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ڈرانا چاہا۔ اس کا ذکر اس آیت میں موجود ہے:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاس ۔

وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا

اب ایک بندے کو ناس سے تعبیر کیا گیا

کون؟ نعیم بن مسعود اشجعی

اَلَّذِیْنَ سے مراد ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

وہ صحابہ جن کو نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا

اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُم

کہ تمہارے لئے بہت زیادہ قریش اکٹھے ہو گئے ہیں۔

مکہ شریف کے تمام سردار' تمہارے مقابلہ کیلئے پوری طرح اکٹھے ہو چکے ہیں

فَاخْشَوْھُمْ

تم ان سے ڈر جاؤ

CamScanner

اور بدر کے راستے پہ نہ چلو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے محبوب علیہ السلام کے صحابہ کو نعیم بن مسعود نے ڈرایا:

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا

اِس دھمکی سے ان کا ایمان پہلے سے بھی بڑھ گیا۔

وَقَالُوا

صحابہ کرام نے نعیم بن مسعود اشجعی کو کہا کہ تم کہتے ہو ان کی اتنی تیاری ہے' اتنے گھوڑے ہیں' اتنے اونٹ ہیں' اتنی تلواریں ہیں' اتنے فوجی ہیں لڑنے والے۔

محبوب علیہ السلام کے صحابہ نے کیا کہا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ۔ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ اور بہترین کارساز ہے۔

یہ ایک مقام ہے جہاں پر اس آیۂ کریمہ کو رب ذوالجلال نے نازل کیا:

آیت نمبر ۲

دوسرے مقام پر پارہ ۲۴ سورہ زمر کے اندر آیت نمبر ۳۸ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ

اگر اللہ کوئی مجھے تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا اس کے بھیجی تکلیف ٹال دیں گے

اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهٖ

یا وہ مجھ پر مہر (رحم) فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کے مہر (رحم) کو روک رکھیں گے

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے اے محبوب! اُن سے سوال کر کے پوچھو اور ان کو کہہ دو:

قُلْ ۔ یہ کہو

حَسْبِیَ اللّٰهُ ۔

میرے لئے اللہ کافی ہے۔

عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

اور اللہ پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳

پارہ ۱۱، سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۹ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ

پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو کہ مجھے اللہ کافی ہے

اگر وہ قریش پھر جائیں، کلمہ نہ پڑھیں تو فرما دو، میرے لئے اللہ کافی ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں

عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے

CamScanner

آیت نمبر ۴

پارہ ۲۸، سورۂ طلاق آیت نمبر ۳ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے

اور جو رب ذوالجلال پر توکل کرتا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ اُس کیلئے کافی ہے۔

آیت نمبر ۵

ایسے ہی رب ذوالجلال کا فرمان سورۂ زمر کے اندر یہ بھی ہے:

☆ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ (پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے؟

استفہام انکاری ہے

یعنی اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے۔

☆ یہ آیات جن کو عمومی طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ان سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہونا' ان آیات کی خلاف ورزی ہے۔ حرف یا کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ندا کرنا اور مدد چاہنا اور پھر اولیاء' ملائکہ یا شہداء کو رب ذوالجلال کی عطا اور اذن سے بھی مشکل کشا یا حاجت روا ماننا' ان آیات کی خلاف ورزی ہے۔ یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میں آج کے اس فورم پر ان تمام آیات کو پڑھ کر ان کی وضاحت اور تشریح جو خود آیات قرآن سے پیش کر کے اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آیات جو مفہوم لئے ہوئے

CamScanner

ہیں' اس کی روشنی میں اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مطہرہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی توفیق اور قدرتوں سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عون اور مدد کا مظہر مانتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام کو رب ذوالجلال کی قدرتوں کا مظہر جانتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے' تو وہ ہرگز ان آیات کی خلاف ورزی نہیں کر رہا بلکہ رب ذوالجلال کے کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ کی قدرت کامل ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے بندوں کی مدد کروا دیتا ہے یہ سوچنا کہ اللہ کے بندے کی مدد کسی دوسری پاور (Power) کی مدد ہے یا غیر اللہ کی مدد ہے غلط سوچ ہے۔

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰه

میرے لئے اللہ کافی ہے

یا حَسْبُنَا اللّٰه ہمارے لئے اللہ کافی ہے

اس کافی ہونے کے اندر ہی وہ تمام قوتیں موجود ہیں' جن کو رب ذوالجلال توفیق عطا فرماتا ہے۔

بندگانِ خدا بعض صفات خدا کے مظہر

اس بات کو آغاز میں سمجھنے کیلئے قرآن مجید برہان رشید کا بڑا حسین مقام ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ چودھویں پارہ میں ارشاد فرماتا ہے:

یہ بالکل آغاز میں سورہ الحجر کی آیت نمبر ۹ ہے:

خالق کائنات فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ہم نے ذکر یعنی قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت کرنے والا کون ہے؟ (اللہ)

قرآن مجید کا حافظ کون ہے؟ (اللہ)

کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

جمع ہے اس لئے حافظون کا لفظ بول دیا

ہم قرآن کے حافظ ہیں۔

خالق کائنات کا یہ فرمان چودھویں پارے کے بالکل آغاز میں آیت نمبر ۹ ہے۔ کسی کو اس کا انکار نہیں ہے۔

رب ذوالجلال فرماتا ہے:

ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اللہ نے حفاظت کی نسبت کس طرف کی؟ اپنی طرف

اور کرواتا کس سے ہے؟ بندوں سے

اگر چہ بندوں کا محتاج نہیں ہے اور بندوں کے حافظ ہوئے بغیر بھی حفاظت کر سکتا ہے۔

آج تک کسی کو خیال نہ آیا کہ رب کہتا ہے میں حافظ ہوں۔

تو پھر بندوں کو حافظ کیوں کہتے ہو؟

خالق کائنات فرماتا ہے قرآن ہم نے نازل کیا اور حفاظت ہم نے ہی کرنی ہے۔

قرآن کی حفاظت کا ذمہ رب نے خود لیا، اس کا مطلب کیا ہے؟

اللہ حافظ ہے کہ اپنے بندوں کو حافظ بنا کر حفاظت کرواتا ہے۔ یہاں تو کسی کو وہم پیدا نہ ہوا کہ رب بھی حافظ ہو اور بندہ بھی حافظ ہو۔ رب کہے میں حافظ ہوں اور تمہارا پندرہ سالہ بچہ

CamScanner

کہے میں حافظ ہوں، رب کہے میں حافظ ہوں اور تم کہو ہم حافظ ہیں۔
کبھی کسی نے اس حافظ ہونے سے ٹکراؤ سمجھا؟ کوئی ٹکراؤ نہیں۔
رب بھی حافظ ہے، بندہ بھی حافظ ہے، ٹکراؤ کیوں نہیں؟

اس واسطے کہ یہ حافظ خود نہیں بنا، اسے رب نے بنایا ہے۔ حالانکہ لفظ حافظ کوئی معمولی لفظ نہیں، بہت بڑا منصب ہے، شان ہے، حافظ، حفاظت کرنے والا، تو اللہ نے اپنی صفت یہ بیان کی اور حصر کے ساتھ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں تو جب رب ذوالجلال نے کہا کہ ہم حفاظت کرنے والے ہیں۔ حافظ ہونا وصف ہے، ایک شان ہے، یہ اللہ کی شان ہے اور معمولی شان نہیں بلکہ بہت بڑی شان ہے۔

اگر وہ انداز جوان اسٹیکر چھپوانے والوں کا ہے وہ لیا جائے تو پھر جب یہ ہے کہ:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے؟
تو اللہ فرماتا ہے میں کافی ہوں۔

تو اب جب رب ذوالجلال کافی ہے، تو اس کی کفایت کا یہ مطلب ہے کہ اُس رب نے اپنے کچھ بندوں کو یہ طاقت دے دی ہے کہ وہ زندگی میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو رب کے نور سے یوں منور ہو جاتے ہیں کہ بعد از وصال بھی اُن میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اگر آج ایک چھوٹا سا بچہ جب حافظ کہلاتا ہے تو رب ذوالجلال کے حافظ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، رب پھر بھی حافظ ہے ایسے ہی یہ اللہ کے اولیاء، انبیاء علیہم السلام ان کی طرف جب کوئی متوجہ ہو کہ ان کو اللہ کی عطا کے ضمن میں مشکل کشا یا حاجت روا مانتا ہے تو پھر بھی رب ذوالجلال کے کافی ہونے

میں کوئی فرق نہیں آتا۔

بات صرف سوچنے کی ہے۔

کیا مطلب؟

ان دو باتوں میں فرق نہیں کر سکے۔

اگر یہ شرک ہے تو حافظ کہلانا بھی شرک ہے

کسی کو حافظ کہنا بھی شرک ہے

کسی کا حافظ بننا بھی شرک ہے

چونکہ رب کہتا ہے میں حفاظت کرنے والا ہوں۔

مطلب کیا ہے؟ اپنے بندوں سے کرواتا ہے۔

ربّ مددگار ہے' رب مشکل کشا ہے' رب حاجت روا ہے' وہ اپنے بندوں کو مدد کا مظہر بنا کر بتوں کے پجاریوں کو گویا یہ پیغام دیتا ہے:

تمہارے بت کچھ نہیں کر سکتے' میرے بندے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ یہی مطلب تھا' بدر میں' فرشتوں کو بھیجنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی۔

اپنے فرشتے بھیج کر رب ذوالجلال نے مدد کی ہے۔

تو یہ مدد کوئی اللہ کی Opposition تو نہیں!!

اللہ فرماتا ہے:

☆وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ (پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۰)

یہ مدد میری ہی مدد ہے۔

کیونکہ کروائی میں نے ہے' کی میرے بندوں نے ہے۔

وہ حافظ ہے' حفاظت کرنے والا ہے۔

اور اپنے بندوں سے حفاظت کروائے تو اُس کی حفاظت پر کوئی سقم لازم نہیں آتا اور اللہ کی حفاظت کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں بنتا اور کوئی شرک نہیں بنتا' ایسے ہی خالق کائنات جل جلالہٗ کائنات چلانے والا ہے۔ اس کائنات کا متصرف ہے' مدبر ہے' مددگار ہے' مشکل کشا ہے' حاجت روا ہے اور وہ جب چاہے اپنے کسی بندے کو ایسی صفت کا مظہر بنا دے۔ جیسے حافظ بننے سے شرک نہیں ہوتا' اس کی عطائی قوت سے مددگار بننے سے بھی کوئی شرک نہیں ہوتا۔

اب اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا ہے کہ قرآن مجید کی یہ جتنی آیات ہیں' رب ذوالجلال ان سے اپنے بندوں کی مدد کی نفی نہیں کرنا چاہتا' کیونکہ اللہ کے بندوں کی مدد' وہ تو ہے ہی اللہ کی مدد' رب ذوالجلال بتوں کی نفی کرنا چاہتا ہے' طاغوت کی نفی کرنا چاہتا ہے۔

خالق کائنات کو یہ مطلوب ہے کہ جو میری پاور (Power) ہے وہ میری ہے خواہ وہ میرے بندوں سے ظاہر ہو جائے' اس واسطے جب بدر میں لڑ لڑ کے مسلمانوں نے کافروں کو مارا اور فتح پائی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۔ (پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۷)

تم نے انہیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا۔

خالقِ کائنات کا یہ انداز اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ رب ذوالجلال نے اس مدد والے فلسفے کو کتنا واضح فرما دیا' یہ میرا دعویٰ ہے جو قرآن سے میں ثابت کروں گا کہ ان ساری آیات کے اندر جو رب ذوالجلال نے نفی کی۔

اس جملہ میں کہ اے محبوب کہہ دو کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

یا ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

یا کسی نے کہا کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔
اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مومن کہے۔
مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی ضرورت نہیں۔ معاذ اللہ
یا مجھے اولیاء کی کوئی ضرورت نہیں
اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے لات' منات اور عزیٰ کی کوئی ضرورت نہیں
میرے لئے میرا رب کافی ہے۔
ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے۔
اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مدد کو اپنی ہی مدد قرار دے دیا ہے۔

﴿ آیت نمبر ا کی وضاحت ﴾

اب دیکھئے سب سے پہلی آیت جو میں نے سورہ آل عمران کی پڑھی:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ٥

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳)

وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز

جب بدر صغریٰ کی تیاری ہو رہی تھی' صحابہ کو ڈرایا گیا کہ قریش تو بڑی تیاری کر چکے ہیں تم اُن سے ڈر جاؤ۔

صحابہ نے کہا: نہیں' ہم جائیں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر' سرکار کی قیادت میں نکلیں گے اور نکلے بھی۔

CamScanner

قریش نہ آسکے۔

صحابہ گئے' تجارت کی اور فائدہ پایا اور واپس آئے۔

اب یہاں جس وقت اُن کو ڈرایا گیا تھا' تو جواب میں کہا

حَسْبُنَا اللّٰه ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

تو کیا جس شخص نے یہ کہا' میرے لئے اللہ کافی ہے' اُس نے دوستوں کو گھر بٹھا دیا تھا کہ بدر میں آپ بھی نہ جائیں' آپ بھی نہ جائیں' آپ بھی نہ جائیں

میں جاتا ہوں' چونکہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

جو کہہ رہے تھے ''میرے لئے اللہ کافی ہے''

جو کہہ رہے تھے: اے عمر! تم نے بھی ضرور جانا ہے۔

جو کہہ رہے تھے: ''ہمارے لئے اللہ کافی ہے''۔

وہ کہہ رہے تھے: اے علی! ''تم نے بھی ضرور جانا ہے''۔

خود سید عالم' نور مجسم' شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نمبر پر بول رہے تھے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

لیکن صحابہ نے یہ نہیں کہا کہ اے محبوب! جب اللہ کافی ہے تو ہم پھر گھر آرام کرتے ہیں۔ صحابہ ساتھ نکلے ہیں' صحابہ کو ساتھ نکالا ہے' ساتھ ساتھ گئے ہیں' تو پتہ چلا کہ ''اللہ کافی ہے'' کا تعلق بتوں کے ساتھ ہے' بتوں کے مقابلے کی بات ہو رہی ہے کہ وہ کفار مکہ قریش ہیں' اُن کے بت اُن کے ساتھ ہوں گے اور وہ بتوں کے پجاری ہیں' وہ جتنی بھی تیاری کر لیں' کوئی بات نہیں' کیوں؟

ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے۔

اب ''اللہ کافی ہے''۔ یہ نعرہ بھی لگا رہے ہیں اور جانا بھی سب نے ہے۔

کوئی بھی پیچھے نہ رہے' جانا بھی سب نے ہے۔

اس آیت نے یہ ثابت کیا کہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یقین تھا ''اللہ کافی ہے''۔ یعنی بفضل خدا عزوجل بندۂ مومن کا زورِ بازو کافی ہے' ورنہ یہ کہہ کر تو ایک آدھ چلا جاتا اور کہتا کہ اللہ کافی ہے۔ کاروائی ہی کرنی ہے' اکیلا میں ہی کافی ہوں۔

حالانکہ اللہ یہ مدد بھی کر سکتا تھا کہ صرف ایک مقابلے میں چلا جاتا اور وہ ہزاروں پہ بھاری ہوتا' مگر خالق کائنات نے فرمایا: میں کافی ہوں' تو میں نے جیسے قرآن کی حفاظت' حافظوں سے کروائی ہے' دین کی مدد بندوں سے کروائی ہے' دین کی مدد فرشتوں سے کروائی ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ کا یہ فرمان:

جسے کوئی چھاپ کے اللہ والوں کی نفی کرنا چاہتا ہے تو اُسے سوچنا چاہیئے کہ یہ تو شان ہے اللہ والوں کی' یہ تو اظہار ہو رہا ہے اللہ والوں کا کہ جب ان کو ڈرایا گیا تو وہ ڈرے نہیں اور کہتے ہیں ''ہمارے لئے اللہ کافی ہے''۔

حالانکہ اللہ اُن کو نظر نہیں آ رہا' اُن کو کس نے سہارا دیا' وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں' جن کے کہنے پر وہ رب کو کافی مان رہے ہیں' اُن کی ذات اسی کفایت کا حصہ ہے۔

﴿آیت نمبر۲ کی وضاحت﴾

☆ دوسرے نمبر پر پارہ ۲۴ میں سورہ زمر کی آیت نمبر ۳۸ ہے:

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے:

قُلْ اَفَرَاءَ یْتُمْ

میں نے کہا تھا یہ بات مشرکوں کی ہے اور کھینچ کے نبی علیہ السلام کی طرف لاتے ہیں'
کھینچ کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف لاتے ہیں
اور کھینچ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لاتے ہیں
اور کھینچ کے لاتے ہیں پیران پیر حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اور کھینچ کے لاتے ہیں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اب دیکھو' قرآن میں جہاں آیا ہے' وہاں پہلے ذکر کس کا ہے؟
کیا مکہ شریف میں یا مدینہ شریف میں کسی قبر پر گئے ہوئے صحابہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہا ان کو چھوڑو۔
حَسْبِیَ اللّٰه کہو
نہیں' نہیں' ایسی کوئی صورت نہیں تھی' معاملہ تھا بتوں کا۔
بتوں کے مقابلہ میں کہا جارہا تھا میرے لئے اللہ کافی ہے۔
قُلْ۔ میرے نبی کہہ دو
اَفَرَاءَ یْتُمْ۔ اے کفار تم مجھے خبر دو
مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰه۔
اُن کی جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو۔
اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ
اگر رب نقصان پہنچائے تو کیا یہ مشکل کشا بن سکتے ہیں کہ اُس مشکل کو ٹال دیں
اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ
رب رحمت دینا چاہے اور یہ آنے سے روک دیں' کیا یہ روک سکتے ہیں؟

فرمایا: نہیں

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہ

میرے محبوب کہہ دو میرے لئے اللہ کافی ہے۔

اب دیکھنا' اس میں Clear ذکر ہے

مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ

جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

یہ پوجنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ تو نہیں ہیں،

یہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تو نہیں ہیں،

یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں،

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں،

یہ صحابہ نہیں ہیں' یہ کون ہیں؟

یہ مومن نہیں' یہ خطاب مشرکوں سے ہے

بات مشرکوں سے ہے' کسی مومن کی بات نہیں

کسی کلمہ گو کی بات نہیں، کسی صحابی کی بات نہیں

یہ بات ہے مشرکین کی،

رب ذوالجلال فرماتا ہے:

میرے محبوب! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ تمہارے بت نفع بھی نہیں دے سکتے' نقصان بھی نہیں دے سکتے۔

محبوب ان سے کہہ دو'

حَسْبِیَ اللّٰہ۔ مجھے میرا رب کافی ہے

CamScanner

نہ نفع لینے کیلئے تمہارے کسی بت کی ضرورت ہے۔

نہ نقصان سے بچنے کیلئے تمہارے کسی بت کی ضرورت ہے

بات بت کی ہے' تو بت ہی کی رہنے دو

یہ کہہ دیا کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔

یعنی مجھے ہبل کی ضرورت نہیں' مجھے لات کی ضرورت نہیں' مجھے منات کی ضرورت نہیں' مجھے عزیٰ کی ضرورت نہیں' مجھے نائلہ کی ضرورت نہیں

لیکن یہ کہا:

ابو بکر! بدر جا رہا ہوں تمہاری ضرورت ہے۔

ورنہ میٹنگ نہ کرتے' میٹنگ کی سب کو بلایا' جنگ ہے' کیا کرنا ہے؟

کیا اس وقت صحابہ کو یہ آیات نہیں آتی تھیں؟ سب کو آتی تھیں اور سوچ صحیح تھی' فکر صحیح تھی' فہم صحیح تھا' دل میں اللہ والوں سے بغض نہیں تھا' ورنہ کہہ سکتے تھے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ پڑھایا آپ نے ہے اور پڑھا ہم نے ہے' کہ اللہ کافی ہے' اب اللہ کافی ہے تو اس مشکل کے وقت بھی اللہ کافی ہے' ہمارے جانے کی ضرورت کیا ہے؟

یہ ہمارا یقین ہے کہ ایک بھی میدانِ بدر کے اندر میرے محبوب علیہ السلام کے ساتھ نہ جاتا' تب بھی ہمارے محبوب علیہ السلام اللہ کے فضل سے' تنہا کافی ہو جاتے'

لیکن خالق کائنات کے واضح بھی تو کرنا تھا کہ اپنے اپنے ہوتے ہیں اور پرائے پرائے ہوتے ہیں جو کوئی بھی ماقبل کو دیکھ کر اس آیت کو پڑھے گا وہ کیسے یہ آیت داتا صاحب کے بارے میں پڑھ سکتا ہے؟ وہ کیسے اس آیت کو خواجہ صاحب کے بارے میں پڑھ سکتا ہے؟ یا یہ دکھائیں کہ کس آستانے پر صحابہ گئے تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل کی تھی؟

بات تو صحابہ کی ہے ہی نہیں' بات تو مشرکین اور اُن کے بتوں کی ہے' جن کے وہ پجاری تھے' محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے' میرا اللہ کافی ہے اور اللہ کے کافی ہونے کا ہی حصہ ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر' حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لے جانا ہے اور یہ مختلف غزوات کے لحاظ سے سب صحابہ کرام کے نام لے رہا ہوں کہ کس طرح وہ ساتھ جاتے رہے۔

تو مطلب یہ ہے یہ جو دوسری آیت میں نے پڑھی:

عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُون (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۸)

رب ذوالجلال پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

یہ رب ذوالجلال پر توکل ہے کہ اللہ کے دین کی خاطر بدر میں تین سو تیرہ کو یا بعض مقامات پر ہزاروں کو ساتھ لیا۔

﴿تیسری آیت کی وضاحت﴾

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ میں فرماتا ہے:

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ (پارہ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۹)

اگر وہ پھر جائیں

یعنی کافروں کو دعوت دی' خدا ایک ہے' میں اس کا رسول ہوں' مان جاؤ لیکن اگر وہ نہ مانیں تو رب ذوالجلال فرماتا ہے:

اگر وہ پھر جائیں تو تم کیا کہو؟

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ

اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو" میرے لئے اللہ کافی ہے"

حالانکہ کوئی پھرے یا نہ پھرے اللہ تو ہمیشہ ہی کافی ہے۔

لیکن یہاں پر شرط اور جزا کے طور پر استعمال کیا کہ اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو

''میرے لئے اللہ کافی ہے''

مطلب کیا تھا؟

اے محبوب! جو کلمہ نہیں پڑھتا اور سمجھتا ہے کہ اگر میں نہیں جاؤں گا تو یہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

میں ان کا غلام نہیں بنوں گا تو ان کی دھاک نہیں بیٹھے گی۔

ان کے ساتھ میں نہیں چلوں گا تو یہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

فرمایا:

''محبوب ان کفار اور منافقین سے کہہ دو۔ ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور ان جیسے دوسرے کفار اور منافقین سے کہہ دو کہ میرے لئے اللہ کافی ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر وہ پھر جائیں

مشرکین' منافقین ہٹ جائیں تو محبوب گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی کوئی ضرورت نہیں' تمہارے لئے تمہارا رب کافی ہے۔ اب رب کے کافی ہونے کا مطلب کیا بنا؟

کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں جھنڈا لے کے نکلا تو پھر یہ کامیاب ہوں گے۔

وہ گھر بیٹھے' تمہارا عمر رضی اللہ عنہ جو جھنڈا لے کے چلنے والا ہے

جو یہ سمجھتا ہے کہ میں ساتھ ہوا' پھر تمہارا رُعب بیٹھے گا

خواہ وہ گھر رہے' تمہارا علی رضی اللہ عنہ جو رُعب کیلئے ساتھ موجود ہے۔

تو فرمایا:

CamScanner

حَسْبِیَ اللّٰہُ ۔میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔

کلام کا رُخ مشرکین، منافقین کی طرف تھا' نفی ان منافقوں' مشرکوں کی تھی

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اے ابوبکر تیری ضرورت نہیں

یہ کہا: منافقو! تمہاری ضرورت نہیں' یہ نہ کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ تیری ضرورت نہیں

یہ کہا: اے مشرکو! تمہاری ضرورت نہیں' یہ نہ کہا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ تیری ضرورت نہیں۔

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہ ۔کہہ کر اس بات کا اعلان کر رہے تھے۔

اور فَاِنْ تَوَلَّوْا کا مضمون آپس میں جو Related ہے یہ بیان کر رہا ہے۔

اللہ کے دشمنوں کو نکالنا مقصود ہے اور اللہ کے دوستوں کا اعلان کرنا مقصود ہے

ہر آیت کا اسلوب دیکھ لیں' یہ ظلم کا کتنا بڑا سلسلہ ہے اور کتنی بڑی خیانت ہے کہ جن لوگوں کو شریعت مطہرہ نے Status دیا اور رب ذوالجلال نے اُن کو اپنی مدد کا حصہ بنایا' اُن کو نکالنا اور انہیں بت کہنا اور بتوں کی طرف منسوب کرنا' یہ قرآنی مضمون کے ساتھ کتنی بڑی خیانت ہوگی!!

دیکھئے' رب ذوالجلال خود اس بات کا اعلان کر رہا ہے اور اتنے اچھے انداز میں خالق کائنات جل جلالہ نے واضح کر دیا۔

☆سورہ توبہ کے اندر ہی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

(پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اُس پر جو اللہ اور اس کے رسول نے اُن کو عطا کیا

CamScanner

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ۔

اور کہتے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ۔

ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے عطا کریں گے

اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ o

ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

﴿چوتھی آیت کی وضاحت﴾

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۳۶)

یہاں پر بھی اُن لوگوں کا ذکر ہے جو بتوں کی طرف متوجہ تھے۔

خالق کائنات فرماتا ہے: کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے۔

اگر رب کافی ہے تو رب کو چھوڑ کے کسی بت کی طرف جانے کی ضرورت کیا ہے؟

رب ذوالجلال جس طرح حفاظت خود کرتا ہے اور کروا کسی سے دیتا ہے۔

ایسے ہی مدد خود کرتا ہے، یہ رب کی قدرت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی مدد کا مظہر بنا دیتا ہے۔

﴿رسول اللہ ﷺ کا سوالی غیر کا سوالی نہیں ہے﴾

اب یہ اجمال تھا، سمجھ تو آپ کو انشاء اللہ آ گئی ہو گی کہ یہ آیات جتنی بھی ہیں ان سب میں جو نفی ہے وہ اپنوں کی نہیں۔

حقیقتاً تو کوئی پتا بھی نہیں ہلا سکتا۔

رب کے اذن کے بغیر کوئی بڑی سے بڑی ذات ہو رب نہ چاہے تو پتہ بھی نہیں ہلا سکتی۔

رب چاہے تو زمانہ ہلا سکتی ہے

CamScanner

نفی اپنوں کی نہیں، نفی غیروں کی ہے

اور اپنوں کا اثبات ہے

☆ اس پر میں انہی آیات کا ان میں بعض کا ماقبل پڑھ کر اس کو قرآن سے ثابت کروں گا تاکہ کسی کو یہ بہانہ نہ ملے کہ حدیث تو پڑھی ہے مگر سند اس کی کمزور ہے۔ ان لوگوں کا سند کمزور کرنے کے بارے میں حافظہ اتنا تیز ہے کہ یہ سوچتے ہی نہیں کہ سند میں اُمت کے ستونوں کا نام ہے۔

بس کہہ دیتے ہیں، ہوگی ضرور کمزور چونکہ تمہارے عقیدے کی ہے۔

سند کمزور کہنے والوں کیلئے میں قرآن پڑھ رہا ہوں تاکہ پتہ چلے کہ سند نہیں کمزور، نہ ماننے والوں کا ایمان کمزور ہے۔

قرآن پڑھ رہا ہوں کہ پتہ چل جائے کس انداز میں رب نے اپنے بندوں کو شان عطا فرمائی ہے۔

یہ جو سورہ توبہ کا مضمون ہے، بڑا عظیم مضمون ہے۔

رب ذوالجلال نے فرمایا ہے سورۂ توبہ آیت نمبر ۵۹، یہ قرآن مجید میرے ہاتھ میں ہے اور سامنے دکھانا اس کو ضروری سمجھتا ہوں۔

قرآن مجید برہانِ رشید کا یہ دسواں پارہ ہے، تیرھواں رکوع ہے، تیرھویں رکوع کی آخری آیت ہے، آیت نمبر ۵۹ ہے۔

خالق کائنات کا اس مقام پر بھی فرمان ہے:

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

کہا انہوں نے ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

کس موقع پر کہا؟

کیا ملا اُن کو؟

کس نے دیا اُن کو؟

کیا ہوا اُن کو؟

کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے:

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ۔ (پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۵۸)

اللہ فرماتا ہے کچھ لوگ صدقوں کے لحاظ سے تم پر طعن کرتے ہیں۔

کس طرح طعن کا ذکر ہے' کیا کہتے ہیں؟

فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا۔

اگر اُن کو کچھ دیا جائے تو راضی ہوتے ہیں۔

وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ۔

اگر نہ دیا جائے تو جبھی ناراض ہو جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اُن کا مذہب پیسہ ہے۔

منافقین کی بات ہو رہی ہے

اگر کچھ دے دیا جائے تو راضی ہیں

اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اگر یہ اپنا عقیدہ صحیح کر لیتے تو کتنی اچھی بات ہوتی' آگے اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ بیان کرتا ہے کہ انہیں یوں کرنا چاہیئے تھا' یہ جو صدقے کے بارے میں نبی علیہ السلام پر طعن کر رہے ہیں۔

CamScanner

ان کو یہ رویہ اختیار کرنا چاہیے تھا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے:

وہ کیا رویہ ہے؟

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عطا ایک

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا۔

اگر وہ راضی ہو جاتے' خوش ہوتے' اُس پر

مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

جو دیا ہے اُن کو' کس نے؟ اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے۔

یہ قرآن ہے' نہ کسی مفسر کا تفسیری نوٹ ہے' نہ کسی محشی کا حاشیہ ہے' نہ کسی مفکر کی فکر ہے' نہ کسی مفتی کا فتویٰ ہے۔

رب ذوالجلال فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اگر وہ راضی ہوتے اس پہ جو دیا تھا اُن کو' کس نے؟ اللہ نے دیا تھا۔ کس نے؟ (اللہ نے) اور دیا تھا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دینے میں کتنے نام لئے؟ (دو)

اللہ نے جو دیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دیا۔

فرمایا یہ لے کر مجھ سے اور میرے رسول ﷺ سے کہتے۔ کیا کہتے؟

فرمایا: **قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ**

کہتے کہ کافی ہے ہمارے لئے رب

دیا کس نے؟

فرمایا کہ دینے والا ہاتھ میرے نبی علیہ السلام کا ہے۔ لینے والے یہ' دینے والے میرے محبوب (علیہ السلام) اور نعرہ میرے کافی ہونے کا۔

یہ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان نبیوں کی مدد' ان ولیوں کی مدد' اگر غیر کی مدد ہوتی تو سرکار ﷺ کے دینے پر یہ نہ آتا کہ اللہ کافی ہے۔

سرکار ﷺ دیں تو نعرہ یہ لگے کہ اللہ کافی ہے اور نعرہ قرآن لگوائے

تو پتہ چلا

بخدا خدا کا یہی ہے در' نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جو یہ محبوب ﷺ دینے والے ہیں وہ اللہ ہی کا دینا بنتا ہے۔

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

لوگ بڑی کوشش کر کر کے تھک گئے کہ درمیان میں فرق کریں' جدائی ڈالیں لیکن کون کر سکے؟ رب نے خود اعلان کیا:

فرمایا: جو دیا، کس نے؟ اللہ نے اور جو دیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

دونوں سے لے کر کیا کہیں؟

حَسْبُنَا اللّٰهُ

تو پتہ چلا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در سے لینے والے کا نعرہ ہے

حَسْبُنَا اللّٰهُ

سرکار ﷺ سے لینے والے کا' سرکار ﷺ کے منگتے کا' سرکار ﷺ سے پانے والے کا' سرکار ﷺ سے جھولی بھروانے والے کا 'نعرہ ہے'۔ حسبنا اللہ۔ خدا کی قسم ہے اس قرآنی فکر کو گلی گلی' محلے محلے میں عام کر دو۔

وہ یہ آیت پڑھنا چھوڑ جائیں گے۔

پتہ چل جائے گا کہ اصل مطلب کیا ہے، مفہوم کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

دیا میں نے، میرے رسول ﷺ نے

فرمایا: میرا ہاتھ اُن کو نظر نہیں آتا، میرے محبوب ﷺ کا نظر آتا ہے، جس کو یَدُ اللّٰہ کہا،

اُس ہاتھ سے لے کر یہ کہے کہ اللہ کافی ہے۔

تو پتہ چلا، مطلب یہ ہے کہ ابن سلول اور مشرکین کی ضرورت نہیں، یہ مطلب نہیں کہ جہاں سے لیا، اُس ہاتھ کی بھی ضرورت نہیں، جس سے لے کر کھاتے ہیں اس کی ضرورت نہیں، اللہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کا علیحدہ نام اب

حَسْبُنَا اللّٰہ میں لینا ضروری نہیں۔

اس واسطے کہ اُن کے ہاتھ کو ہم نے اپنا ہاتھ بنا دیا ہے۔

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (پارہ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۱۰)

اللہ کا ہاتھ تھا، بیعت رضوان والوں کے ہاتھ کے اوپر

خالق کائنات جل جلالہ کے قرآن نے جو واضح کیا

حَسْبُنَا اللّٰہ نے جو واضح کیا،

جو اقبل نے واضح کیا وہ یہ ہے کہ

حَسْبُنَا اللّٰہ۔

میں سرکار ﷺ کی نفی نہیں، سرکار ﷺ کے دینے کو رب نے اپنا دینا قرار دے دیا ہے۔

اچھا، اللہ فرماتا ہے اُن کو یہ کہہ کے پھر اور بھی کہنا ہے

اللہ اور رسول ﷺ کا فضل ایک

چونکہ رب ذوالجلال کو پتہ ہے کہ میرے نبی علیہ السلام کے ہاتھ کا لوگ انکار کر جائیں

CamScanner

گے اور حَسْبُنَا اللّٰه کو غلط پس منظر میں پڑھیں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰه کے بعد یہ بھی کہنا تھا

اچھا تھا کہ وہ حَسْبُنَا اللّٰه کہتے اور ساتھ کیا کہتے؟

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِن فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ

فرمایا: میں دیتا' میرے نبی علیہ السلام دیتے

اللہ نے دیا' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔

فرمایا: میرے نبی ﷺ سے لے کر حسبنا اللہ کہتے اور پھر جب کسی کو وہم پڑنے لگتا کہ شاید نبی علیہ السلام کی ضرورت نہیں تو فرمایا: نہیں حسبنا اللہ کے بعد یہ بھی کہیں:

سَيُؤْتِينَا اللّٰه

بہت کچھ لے لیا ہے اور ابھی بہت کچھ اللہ دے گا۔

مِنْ فَضْلِهٖ۔ اپنے فضل سے

کیا صرف اللہ ہی دے گا

فرمایا: نہیں

وَرَسُوْلُهٗ۔ اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی دے گا

نعرہ حَسْبُنَا اللّٰه کا اور پھر نعرہ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ کا

یہ ہے اہلسنّت کا عقیدہ

نعرہ حَسْبُنَا اللّٰه کا اور نعرہ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ کا

یہ دونوں ملتے ہیں تو سورہ توبہ کی آیت بنتی ہے

پہلے نمبر پر کہا: **قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰه**

پھر فرمایا:

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

فرمایا: ابھی بہت کچھ دے گا رب اور رب کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

درمیان میں حَسْبُنَا اللّٰه پہلے بھی رسول اللہ ﷺ بعد میں بھی رسول اللہ ﷺ

اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

آج واللہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو

حَسْبُنَا اللّٰه سے نہیں نکالا جا سکتا

اوّل بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے آخر بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اس آیت کریمہ کا کتنا خوبصورت مضمون ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

پہلے کیا کہا' اللہ نے بھی دیا' اللہ کے نبی علیہ السلام نے بھی دیا۔

اللہ تعالیٰ بھی دے گا' اللہ کے نبی علیہ السلام بھی دیں گے۔

دونوں ماضی میں بھی' مستقبل میں بھی' درمیان میں حَسْبُنَا اللّٰهُ

میرے لئے اللہ کافی ہے

یہ ہے وہ عقیدہ کی روح جو رب ذوالجلال نے صرف ہمیں عطا فرمائی ہے

درمیان میں آیت کریمہ کا یہ بھی حسن دیکھو

دینے والی ہیں دو ذاتیں' کون کون؟

اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دو ذاتیں ہیں نا۔

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

دینے والی ہیں دو ذاتیں لیکن فرمایا: فضل دونوں کا ایک ہے۔

CS CamScanner

مِنْ فَضْلِهِمَا۔ نہیں کہا۔ مِنْ فَضْلِهٖ کہا ہے

هُمَا آتا دو کیلئے۔ هِیَ ، هُوَ یہ آتا ہے ایک کیلئے

تو ربّ ذوالجلال نے فرمایا: وہ کہتے: ہمیں دے گا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ اپنے "ایک" فضل سے۔ تو رب ذوالجلال نے دو والی ضمیر استعمال نہ کر کے ایک والی ضمیر استعمال کر کے فرمایا: وہ فیتے کاٹ دو جن سے فرق کرتے ہو میرے فضل اور میرے نبی کے فضل کے درمیان۔

میرا فضل اُن کا فضل، اُن کا فضل میرا فضل

میرا منگتا ان کا منگتا، ان کا منگتا میرا منگتا

فرمایا: مِنْ فَضْلِهٖ۔ یہ دو کوئی نہ کہے

مِنْ فَضْلِهٖ حالانکہ چاہیے تھا مِنْ فَضْلِهِمَا

مِنْ فَضْلِهٖ

نام دو ہیں، ذاتیں دو ہیں، فضل ایک ہے

اس واسطے فضل ایک ہے تو حسبنا الله کافی ہے

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے احباب لکھ دیتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں، جو مضمون چھپا ہوا ہے اُسے ظاہر کر دیتے ہیں لیکن اگر ظاہر نہ بھی کیا جائے، پھر بھی "ہمارے لئے اللہ کافی ہے"۔

قرآن فرماتا ہے کہ یہ بات نبی علیہ السلام کی اُتنی ہی ہو رہی ہے جتنی اللہ کی ہو رہی ہے، اس واسطے کے فضل دونوں کا ایک ہے۔

مِنْ فَضْلِهٖ فضل ایک ہے

لہٰذا جب یہ کہیں گے میرے لئے اللہ کافی ہے، اس میں ہی محبوب علیہ السلام کی کفایت

کا ذکر ضرور آ جائے گا جو عطاءِ خداوندی ہے۔
جہاں جراثیم دور کرنے کیلئے کہیں سے اگر وضاحت کر دی جائے تو بھی ٹھیک ہے ورنہ یہ آیت کوئی اپنے خلاف مت سمجھے اور نہ ہی یہ خلاف ہے یہ تو اُن کے خلاف ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی نفی کرنا چاہی تھی، اللہ نے بار بار اثبات فرمادیا ہے۔
پھر دیکھیں اس آیت کا کیا خوبصورت مضمون ہے جب بات ختم ہونے لگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک کام اور بھی کریں۔
مجھ سے میرے محبوب سے فضل لے کے کہتے اللہ کافی ہے پھر کہتے ! اللہ بھی دے گا اپنے فضل سے اور اس کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی دیں گے۔
پھر کیا کہتے؟
یہ کہتے:
اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْن
ہم تو اللہ والے ہیں۔
ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آیت سرکار کا دروازہ دکھاتی ہے اور کہتی کیا ہے کہ رغبت اللہ کی ہے۔
نبی علیہ السلام کا دو بار نام لیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ

دو بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا، کیا یہ اُن سے لینے والا غیر کا منگتا ہے،

CamScanner

غیر کا بھکاری ہے، غیر کی طرف جانے والا ہے؟ معاذ اللہ بت کی طرف جانے والا ہے؟ رب فرماتا ہے۔

اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ

جواُن کے در پہ گیا وہ میرے در پہ آیا۔

اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ

ہم تو اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

راہِ مدینہ سے ہٹانے والے لوگو! ہم غیر اللہ کی نہیں، ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، یہ اہل حق، اہلسنت و جماعت اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں، اس واسطے کہ رب ذوالجلال نے دوبار اپنے محبوب علیہ السلام کا نام لے کر اُن کو دینے والا اقرار دے کر، بندوں کو لینے والا اقرار دے کر، فرمایا جو ان سے لے وہ بھی کہے:

ہم غیر کے نہیں، اللہ کے بندے ہیں۔

اس پر گھنٹوں بحث کی جائے پھر بھی تھوڑی ہے۔ لیکن یہ ایک روحانی ڈوز (دوا) ہے اور رب ذوالجلال کے فضل کی اُمید پر اپنے سو فیصد یقین کی روشنی میں کہتا ہوں۔ کوئی شخص کتنا ہی گمراہی میں دھنسا ہوا کیوں نہ ہو، غیر جانبدار ہو کر اس آیت کی یہ تقریر سن لے، انشاء اللہ دل نور ایمان سے جگمگا اُٹھے گا۔ یہ نہیں ہے کہ اس نے سینے کے بٹن کھولے نہ ہوں اور بغض بھرا ہوا ہو اور یہ کہتا ہے کہ یہ باتیں بڑی سخت کرتے ہیں، اس لئے میں سننے کو تیار نہیں، ایک بار سینے کے بٹن کھول کر، غیر جانبدار ہو کر یہ بیان سنے، خدا کی قسم ہے ضرور دل کی دھرتی میں، دل کے آنگن میں چاند اُتر آئے گا۔

CamScanner

''یا اللہ مدد باقی شرک و بدعت''

(فکر قرآن سے متصادم نعرہ)

اس کے بعد میں نے جو دعویٰ کیا کہ اللہ کے کافی ہونے کا مطلب ہے کہ وہ خود بھی کافی ہے اور اپنے بعض بندوں کو بندوں کیلئے کافی کر دیتا ہے۔ یہ اگر کوئی دوسری Power ہوتی پھر ان کا کوئی دوسرا نام ہوتا' یہ اللہ والے ہی ہیں' یہ اللہ کی پیدا کردہ Power ہیں۔ کیونکہ اللہ کی قدرت کے مظہر ہیں۔ لہٰذا یہ تو کافی کے اندر ہیں' حَسْبُنَا اللّٰہ میں ہیں' اللہ نے ان کو یہ شان دی ہے' بتوں کو نکالنا مقصود ہے' ابوجہل وغیرہ کو نکالنا مقصود ہے' اپنوں کو نکالنا مقصود نہیں ہے۔ اب بندے کی مدد اس کی حیثیت کیا ہے۔ اللہ کے ہوتے ہوئے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں جب اللہ ہے تو پھر بندے کی ضرورت کیا ہے؟ اور طعنے دیتے ہیں کہ یہ درباروں والے اور ہم ہیں اللہ والے' میں سینہ کھول کے کہہ رہا ہوں کہ یہ درباروں والے ہی اللہ والے ہیں۔ سن لو

قرآن مجید برہان رشید پارہ نمبر ۱۰ سورہ الانفال آیت نمبر ۶۲ میں رب ذوالجلال کا فرمان' خالق کائنات فرماتا ہے:

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ o

یہ قرآن ہے اور اسی کا اللہ کے فضل سے ہمیں دھیان ہے' اور یہ ہی ہمارا ایمان ہے اور یہ ہی نیکیوں کا گلستان ہے۔

یہ قرآن بول رہا ہے

خالق کائنات فرماتا ہے:

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

مقام ہے جنگ کے اختتام پر' جب کسی دشمن سے صلح کرنے کی بات ہے اور اگر کوئی جھوٹی صلح کرے' اوپر سے صلح اندر سے کھوٹ' اُس کا ذکر آ رہا ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

محبوب' اگر وہ (دشمن) ارادہ کریں کہ تمہیں دھوکہ دیں اور صلح ظاہر کر کے پھر حملہ کریں' جنگ کریں تو پھر تم کیا کہو؟ اب یہاں بھی پس منظر دیکھو' بات ہے دشمنوں کی'

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

اگر وہ تمہیں دھوکا دینا چاہیں

تو قرآن نکالنا چاہے گا دھوکے بازوں کو اور سرفرازوں کو نہیں نکالنا چاہے گا۔

قرآن کہتا ہے:

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

اگر وہ اے محبوب ﷺ تجھے دھوکا دینا چاہیں۔

تو تم کیا کہو؟

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ

بے شک تمہارے لئے اللہ کافی ہے

بولو' بے شک تمہارے لئے اللہ کافی ہے۔

تمہارے لئے اللہ.........کافی ہے

اور تمہارے لئے اللہ.........کافی ہے

اور میرے لئے اللہ.........کافی ہے

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ

بے شک تیرے لئے اللہ کافی ہے۔

CamScanner

''اللہ کافی ہے'اس کا مطلب کیا ہے؟

قرآن خود بیان کرتا ہے۔ یہ روح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہے جو اس بیان پ

بولتی ہے۔

اللہ کافی کیسے ہے؟

قرآن کہتا ہے:

هُوَ الَّذِی

وہ اللہ وہ ہے

اَیَّدَكَ

محبوب ﷺ جس نے تمہاری مدد کی

بِنَصْرِہٖ

اپنی مدد کے ساتھ

جس نے تمہاری تائید کی اپنی مدد کے ساتھ۔ کیا معاملہ ختم؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نہیں

اپنی مدد کے ساتھ۔ پھر کیا فرمایا؟

وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ

اور صحابہ کی مدد کے ساتھ

اپنی مدد اور مومنین کی مدد سے

وہ لوگ سوچیں جو طعنے دیتے ہیں کہ رب کے ہوتے ہوئے بندوں کا نام لینے کی

ضرورت کیا ہے؟

میں کہتا ہوں اس آیت سے پوچھو

بِنَصْرِہٖ کے بعد وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ کہنے کی حکمت کیا ہے؟

بِنَصْرِهٖ جو کہہ دیا
اللہ کے بعد ہے ضرورت کس کی؟
کوئی ضرورت نہیں تھی
لیکن پھر بھی کہا کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اس کی مسلمانوں کو ضرورت پڑے گی۔
یعنی کہیں تو صرف حَسْبُنَا اللّٰه اس کے اندر ہی سب کچھ آ گیا' لیکن جب نبیوں ،ولیوں پر اعتراض ہو گا تو میرے بندوں کو پھر قرآن کھول کے پڑھنا پڑے گا اور ولیوں کا چہرہ بھی دکھانا پڑے گا' نبیوں کا پیغام بھی سنانا پڑے گا۔ میں شرح صدر سے' پورے وثوق سے' شرق وغرب' شمال وجنوب تک جہاں کوئی سننے والا ہے' پورے وثوق کے ساتھ' ہر فورم پر اس بات کو ثابت کرنے کیلئے تیار ہوں کہ
داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے۔
خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے
اللہ کے شہیدوں کی مدد اللہ کی مدد کا حصہ ہے
یہ میں نہیں کہتا' میرے رب کا قرآن کہتا ہے
هُوَ الَّذِي اَيَّدَكَ
اَيَّدَكَ ' تائید کی رب نے تمہاری
کن چیزوں سے؟ دو چیزوں سے
اسی آیت میں تو کہا تھا کہ اللہ تیرے لئے کافی ہے
اس آیت میں ابھی ایک لفظ پہلے تو یہ ہے

CamScanner

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ

اے محبوب ﷺ اگر وہ تمہیں دھوکا دیں

تو سارے کوشش کریں پھر بھی کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ کیوں؟

فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ

تمہارے لئے اللہ کافی ہے

ابھی تو کہا رب کافی ہے پھر مومنین کو کیوں لے آیا

یہ ہے عقیدہ اہلسنت یہ ہے فکرِ رضا یہ ہے حق کی صدا یہ ہے حق کا بیان

رب ذوالجلال فرماتا ہے

أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ

فرمایا ایک ہے میری اپنی مدد "ڈائریکٹ" اور ایک ہے "ان ڈائریکٹ"

وہ ہے مومنین کی مدد

انبیاء، اولیاء کو طاغوت ثابت کرنے والو! "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" ثابت کرنے والو! قرآن بول رہا ہے۔

محبوب ﷺ! کافی میں ہوں، آگے دو شعبے ہیں۔

ایک میری مدد ایک میرے بندوں کی مدد

اس مقام پر امام رازی رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ ایک سوال اٹھایا۔

(تفسیر کبیر جلد ۸/ ۱۹۸)

کہنے لگے: اللہ کی مدد میں تو کوئی کمی نہیں، جب اتنی بڑی مدد آ جائے تو پھر چھوٹی مدد کا ذکر کیوں؟

جب کہہ دیا جائے کہ اللہ کافی ہے، اللہ کی مدد کافی ہے تو پھر اس کے بعد بِالْمُؤْمِنِينَ

لانے کا مطلب کیا ہے؟

امام رازی کہنے لگے مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مدد کی دو قسمیں ہیں ایک ہے بلا سبب مدد' ایک ہے بالسبب مدد

ایک ہے بلا واسطہ مدد' ایک ہے بالواسطہ مدد

ایک ہے ڈائریکٹ مدد' ایک ہے اِن ڈائریکٹ مدد

بِنَصْرِہٖ میں بلا واسطہ مدد کا ذکر فرمایا

وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ میں بالواسطہ مدد کا ذکر فرمایا

یہ مدد ہے اللہ کی' لیکن نام اللہ نے دور کھ دیئے'

'یا اللہ مدد باقی سب شرک و بدعت''

میں کہتا ہوں قیامت تک وہ اس آیت کا جواب نہ دے سکے گا۔

اگر یا اللہ مدد کے بعد یا رسول اللہ ﷺ مدد کہنا نا جائز ہوتا' یا علی مدد' یا غوث پاک مدد' یا صدیق مدد

یہ الفاظ اگر جائز نہ ہوتے تو وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ کے الفاظ قرآن میں نہ ہوتے۔

اور وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ کے الفاظ جب قرآن میں موجود ہیں تو کوئی گروہ ساری دیواریں بھی کالی کرے تو ان کا دل تو کالا ہو سکتا ہے' مومن کالے نہیں ہو سکتے۔

وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ

پھر یہ یاد رکھو' کوئی یہ بھی نہ کہے کہ اس وقت تو وہ زندہ تھے اور زندہ کی مدد ہو سکتی ہے۔تو میں کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا اللہ کی توفیق سے مجازاً مدد کرنا بھی شرک ہے تو پھر میرے رب کا کوئی بھی شریک نہیں' نہ زندہ میں' نہ فوت شدہ میں یا پھر یہ تقسیم کر کے ہمیں بتاؤ کہ فوت شدہ تو اللہ کا شریک نہیں ہونا چاہیئے لیکن زندہ بن جائے تو کوئی حرج

نہیں، پھر ان کی بات مان جائیں گے۔لیکن میرے رب کا نہ کوئی زندہ شریک ہے اور نہ کوئی قبر والا شریک ہے، تو ماننا پڑے گا کہ زندہ کی مدد آ جائے تو شرک نہیں ہوتا۔اسی طرح جو قبر میں چلا جائے اس کی مدد باذن خدا تعالیٰ سے بھی شرک نہیں ہوتا۔

میرے رب کے فضل سے بعید کیا ہے وہ بے جان لکڑی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی تھی اگر رب ذوالجلال اس میں جان ڈال سکتا ہے تو جہاں پہلے جان تھی اُس ولی سے مدد کیوں نہیں کروا سکتا؟

اللہ کی شان کا انکار کوئی نہ کرے، یہ رب ذوالجلال کی عظمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، وہ تجلی ڈالتا ہے، ہر طرف نور ہی نور ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید برہانِ رشید سے بیان کر رہا ہوں کہ رب ذوالجلال کے اس حکم حَسْبُنَا اللہ میں، اپنوں کی نفی نہیں ہے،

حَسْبُنَا اللہ میں غیروں کی نفی ہے۔

اور اللہ والوں کی مدد اللہ ہی کی مدد ہے۔

اور اس مدد کا اعلان رب ذوالجلال نے خود قرآن پاک میں کیا

یہ سورہ انفال کی اگلی آیت ہے آیت نمبر ۶۴:

اللہ تعالیٰ اور مومنین کافی ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کلمہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی،

یہ میرے ہاتھ میں قرآن ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(پارہ ۱۰، سورہ الانفال، آیت ۶۴)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔

اے میرے نبی! تمہارے لئے دو چیزیں کافی ہیں۔

حَسْبُكَ اللّٰهُ

عطف ہے اللہ پر

وَمَنِ اتَّبَعَكَ۔ دوسرے تمہارے پیروکار

اللہ فرماتا ہے اے میرے محبوب! تمہارے لئے دو چیزیں کافی ہیں۔

کون سی؟

فرمایا ایک تو میں

وَمَنِ اتَّبَعَكَ

دوسرے تمہاری غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالنے والے۔

وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

فرمایا: جو تمہارے پیروکار ہیں وہ بھی تمہارے لئے کافی ہیں۔

اب جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بھی کافی مانے' تو ان لوگوں کی مذعومہ توحید کو خطرہ پڑ جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا: یہ چالیس ایمان لانے والے کافی ہیں' جو چالیس پورے ہوئے یہ کافی ہیں۔ مومنین کا نام لے کر اللہ نے کفایت کا ذکر کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن پڑھو تو قرآن کی زبان میں پڑھو۔

جہاں حَسْبُنَا اللّٰهُ ہے وہاں حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بھی ہے اور مومنین کا بطورِ خاص ان کی Value ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا۔

جس طرح میں نے پہلی آیت میں ذکر کیا' اگلی آیت میں ذکر کرنے کی ضرورت کیا ہے' فرق بیان کرنا مقصود ہے۔

کہ ابوجہل اب بھی مردہ ہے لیکن جنہوں نے تمہارا کلمہ پڑھا یہ زندہ ہو چکے ہیں وہ جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر آیت نازل ہوگئی تھی۔ اُس پس منظر میں رب ذوالجلال ماننے والوں کو بھی ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ جس پورے ماحول میں صرف چالیس ماننے والے ہوں' تو اللہ فرماتا ہے یہ چالیس کوئی معمولی نہیں' ہم نے اپنی مدد کا مظہر بنادیئے ہیں۔ تمہارے لئے اللہ کافی ہے اور تمہارے ماننے والے کافی ہیں۔

پھر اس میں کسی کو یہ وہم نہ پڑے کہ وہ تمہارے نبی خود مدد کے محتاج ہیں اور وہ بھی بندوں کی مدد کیا کریں گے تو میں کہوں گا ایسا نہ بولنا' کیونکہ وہ یقیناً اللہ کے محتاج ہیں لیکن قرآن مجید میں یہ بھی ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے' مراد اللہ کے دین کی مدد ہے

چونکہ اللہ نے جو اپنی مدد کا ذکر کیا۔

میری مدد' میرے مددگار' مطلب کیا ہے؟ میرے دین کے مددگار۔

تو ایسے ہی یہ سارے مددگار جن کو دین کا مددگار بنایا جارہا ہے اور واضح کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ اس انداز میں مددگار بنے ہیں کہ کل جب کوئی سوچنا چاہے گا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کتنے بڑے مددگار ہیں تو کہنے والا کہہ دے گا۔

اُن کی تو بعد کی بات ہے' اُن کے غلاموں کی بات دیکھ لو

جن کا غلام اتنا بڑا مددگار ہو وہ امام کتنے بڑے مددگار ہوں گے

حضرت سلیمان علیہ السلام کے غلام کی طاقت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت منگوانا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھنے والا' کتاب کا علم رکھنے والا' جس نے کہا تھا:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ۔ (پارہ۱۹، سورہ النمل، آیت ۴۰)

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کون اُٹھا کے لائے گا اُس کے تخت کو تو جن نے کہا مجلس ختم ہونے سے پہلے اور ولی نے کہا آنکھ جھپکنے سے پہلے'

ولی نے یہ کہا تو پتہ چلا کہ جس سلیمان علیہ السلام کا خادم اتنا پاور فل (طاقتور) ہو اُس سلیمان علیہ السلام کی اپنی طاقت کا عالم کیا ہوگا؟

اس انداز میں اس بات کو واضح کیا کہ جو آپ کی غلامی میں آ گئے ہیں'

وہ پہلے سے تبدیل ہو گئے ہیں' اب اُن کی صلاحیتیں تبدیل ہو گئی ہیں

اب ان کی حیثیتیں تبدیل ہو گئی ہیں' رب ذوالجلال نے اُن کو بلند و بالا مقام عطا فرما دیا ہے۔

اب میں صرف اور صرف قرآن پڑھ کر اور ترجمہ چاہے کسی کا جا کے لے لو ان آیات کا صحیح مطلب واضح کر رہا ہوں مگر ان سے پوچھو تو سہی کہ اسٹیکر چھاپتے ہیں تو باڈر پار والوں کیلئے چھاپو' داتا صاحب کے دیوانوں کیلئے نہ چھاپو' کوئی ضرورت نہیں' یہ دین ہمارا ہے' یہ قرآن ہمارا ہے' یہ آیات ہماری ہیں اور یہ عقیدہ ہمارا ہے۔ اس صورت حال کے اندر خالق کائنات جل جلالہٗ کے اس فرمان کو جس کا میں نے ابھی ذکر کیا' جس وقت تفسیر والوں نے لکھا تو اس انداز میں قرطبی میں موجود ہے۔

کہ اس کا معنی کیا ہے

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ کا

تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے
حَسْبُكَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَار (قرطبی ۴/۴۰۰)

یہ دوسرا قول ہے
کہ سارے صحابہ کے بارے میں مطلق تھا
کہ تمہارے لئے مہاجر بھی کافی ہیں اور انصار بھی کافی ہیں

پھر ابن کثیر بولا

ابن کثیر نے کہا:
حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَن شَهِدَ مَعَكَ۔ (ابن کثیر ۲/۳۳۷)

محبوب ﷺ تمہارے لئے اللہ بھی کافی ہے اور جو تمہارے ساتھ ہیں یہ بھی کافی ہیں۔ تو یہ انداز ہے قرآن مجید برہانِ رشید کا رب ذوالجلال نے کافی ہونے والے مسئلے کو اتنا بیان کیا ہے کہ قیامت تک کافی ہو گیا ہے۔

☆ صرف اس آیت

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟ کو پڑھ دینا اور پھر اپنا غلط مفہوم نکالنا' یہ صحیح نہیں۔ پڑھنا ہے تو قرآن سے پوچھ کے پڑھو' قرآن بتائے گا کہ معنی کیا ہے اور قرآن بتائے گا کہ نفی کس کی ہے۔

☆ اب دیکھیں قرآن مجید برہانِ رشید کا دوسرا مقام سورہ آل عمران آیت ۱۲۴۔

یہ میرے ہاتھ میں قرآن مجید ہے جس میں رب ذوالجلال نے کہا:

کافی ہونے کا مطلب بیان کر کے وہی شان اور وہی عقیدہ ثابت کیا ہے جو آج بھی سنی کے سینے میں موجود ہے۔

بدر کے میدان میں فرشتوں کی مدد

بدر کا موقع ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے

اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۴)

کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتہ اتار کر

کیا تمہیں کافی نہیں۔ تم اپنے غلاموں کو بدر میں کہتے تھے

اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ۔ کیا تمہیں کافی نہیں؟

کیا؟

کہ اللہ تمہاری مدد کیلئے تین ہزار فرشتے بھیج دے

صحابہ تین ہزار فرشتے کافی نہیں؟

تین ہزار اُدھر منکر کہے

ایک بھی اللہ کے سوا کافی نہیں مان سکتے

ادھر قرآن کہے: تین ہزار

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟

کیا جواب ہے؟

کافی ہے

کافی کیسے ہے؟

شروع میں میں نے کہا تھا:

حافظ خود ہے اور طاقت حافظوں کو دیتا ہے

ایسے ہی کافی خود ہے طاقت بندوں کو دیتا ہے

یہ قرآن مجید کا مضمون ہے

کیا اللہ تمہارے لئے کافی نہیں؟

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

کیا اللہ کافی نہیں؟

اللہ کافی ہے

کیسے کافی ہے؟

وہ دوسرا مقام سوچ لو رب ذوالجلال کا یہ فرمان چوتھا پارہ، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۴ میں ہے: خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرما رہا ہے:

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ۔ کیا تمہارے لئے کافی نہیں

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

آپ کہتے تھے مومنین کو اے محبوب

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ

کیا تمہارے لئے کافی نہیں

کیا چیز؟

اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ

کہ رب ذوالجلال تمہاری مدد تین ہزار فرشتوں کو بھیج کر کر دے۔

تو کافی کا مطلب کیا بنا؟

صحابہ تین ہزار کافی ہیں یا پانچ ہزار چاہیئے۔

رب تمہاری مدد کو تین ہزار بھیج دے۔

یہ مدد جو فرشتوں کے ضمن میں ہے یہ تمہارے لئے کافی ہے نا

رب ذوالجلال کا قرآن واضح کر رہا ہے کہ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

میں نفی بتوں کی تھی اپنوں کی نہیں تھی

نفی بتوں کی ہے اپنوں کی نہیں ہے

نفی لات منات کی ہے، نفی اپنوں کی نہیں ہے

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس مقام پر واضح فرما دیا

اور پھر دوسرے مقام پر ساتھ ہی رب ذوالجلال نے فرمایا:

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ۝

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۵)

ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

صبر کرو گے تو پانچ ہزار بھی آ جائیں گے

یہ مطلب ہے

قرآن کا ایک لفظ پڑھ کے سارے قرآن کو چھوڑ دینا یہ قرآن مجید سے خیانت ہے اور

قرآن مجید کے پورے مفہوم پر جو لوگ موجود ہیں وہ اہلسنت اپنے ایمان کی حلاوت کے ساتھ موجود ہیں جو ببانگ دہل نعرہ لگا رہے ہیں۔

''ہمارے لئے اللہ کافی ہے''

اور اس کے مفہوم میں وہ سب کچھ ہے جو رب ذوالجلال نے خود قرآن میں بیان فرما دیا ہے۔

اب اس مقام پر رب ذوالجلال نے جو سورہ الانفال کے اندر اس مضمون کو جس خوبصورتی سے بیان کیا' اُس کا انداز بھی دیکھ لیجئے تا کہ کافی ہونے کا مفہوم واضح ہو جائے اور یہ درمیان میں جو وسیلہ ہم مانتے ہیں اُس کا پتہ چلے کہ ہم نے کہیں بیٹھ کے گھڑا نہیں ہے۔ یہ وسیلہ ہم نے قرآن سے پڑھا ہے' یہ وسیلہ وہ نہیں ہے جسے بھکھی شریف میں گھڑ کے پڑھایا ہے ہو یا سیال شریف میں گھڑ کے پڑھایا گیا ہو۔ یہ وسیلہ وہ ہے جو لوح محفوظ سے اُتر کے آیا ہے اور ان مراکز نے آگے پہنچایا ہے۔

جنگ بدر میں فرشتوں کا ثابت قدم رکھنا

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۔(پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۲)

جب اے محبوب ﷺ تمہارا رب وحی کرتا تھا فرشتوں کو

اَنِّیْ مَعَكُمْ

فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تم نے جا کے مومنوں کو ثابت قدم رکھنا ہے

یہ قرآن ہے' نہ سند کمزور ہے نہ متن کمزور ہے

یہ رب کا قرآن ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا۔ ثابت قدم رکھو

کس کو؟

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ایمان والوں کو

اللہ فرماتا ہے: ثابت قدم تم نے رکھنا ہے، میں نے تم سے ان کو ثابت قدم رکھوانا ہے تا

کہ پتہ چلے کہ اللہ کے بندے کی Power کتنی ہے؟

اب درمیان میں فرشتوں کے آنے کا مطلب کیا بنتا ہے؟

کہ رب کہتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ علیحدہ جملہ نہیں، قران کا جملہ ہے

اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ فرشتو! میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا۔ تم جاؤ ثابت قدم رکھو

رب چاہتا تو کافر گھر میں مر جاتے

رب چاہتا تو بدر میں آ کے اُٹھ نہ سکتے

رب چاہتا تو کفار تلوار پکڑتے اور ہاتھ سکڑ جاتے

لیکن یوں نہیں کیا، اُن کو صحابہ سے لڑایا ہے

اور صحابہ کو غالب کیا ہے اور فرشتوں کو بھیجا ہے

اور فرشتوں کو کہا یہ ہے کہ تم نے آگے جا کے ثابت قدم رکھنا ہے

تا کہ قیامت تک پتہ چلے وسیلہ یہ ہوتا ہے

وہ محتاج نہیں ہے وہ تو ڈائریکٹ بھی کر سکتا ہے

لیکن بیان کرنا مقصود تھا کہ ان درمیان والوں کو کوئی گالیاں کوئی نہ دے

ہم نے درمیان خود بنائے ہیں

درمیان کون؟ درمیان کون؟

روز کے نعرے، روز کے درس، روز کے جلسے

پوچھتے ہیں: بندے اور مولیٰ کے درمیان کون؟

یہ غیر، یہ غیر

میں پوچھتا ہوں، یہ درمیان کون؟

دھیان قرآن کی طرف کرو

قرآن کہتا ہے..... درمیان میں فرشتے..... درمیان میں وسیلہ

سنو! جو بدر میں اسلام ہے وہ گوجرانوالہ میں بھی اسلام ہے

درمیان میں کون؟

درمیان میں اللہ کے بندے جن کو رب نے خود رکھا ہوا ہے

اَنِّیْ مَعَکُمْ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں

فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تم نے ثابت قدم رکھنا ہے

اور انہوں نے رکھا

ثابت قدم رکھنا کوئی معمولی سی بات ہے؟

دشمن ہزار سے زائد ہوں اور تین سو تیرہ لڑنے والے ہوں

اور دشمن کے پاس اسلحہ زیادہ ہو، سواریاں زیادہ ہوں،

تیر برس رہے ہوں، گھوڑے دوڑ رہے ہوں، تلواریں چل رہی ہوں پھر بھی فرشتے آ کے آگے پیچھے ڈگمگانے نہ دیں، حوصلہ دیں

بھائیو! یہ مشکل کشائی نہیں تو اور کیا مشکل کشائی ہے

یہ حاجت روائی نہیں تو کون سی حاجت روائی ہے

☆ یہ مشکل کشائی ہے اور یہ حاجت روائی ہے

☆ رب نے بندوں سے بندوں کی کروائی ہے

☆ یہ آیت قرآن مجید میں آئی ہے

☆ اس لئے میں نے پڑھ کے سنائی ہے

☆ اس کے ماننے میں بھلائی ہی بھلائی ہے

☆ اور نہ ماننے میں رسوائی ہی رسوائی ہے

☆ اس واسطے دشمنوں کی شامت آئی ہے

☆ اور ہم اہلسنّت کی بھلائی ہی بھلائی ہے

یہ قرآن ہے رب ذوالجلال نے دوسرے مقام پر خود یہ الفاظ اپنے بارے میں بولے ہیں۔

سورہ محمد ﷺ چھبیسواں پارہ ہے خالق کائنات جل جلالہ نے خود اپنی یہ شان بیان کی اپنی شان بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے یہ کہا:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔

(پارہ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۷)

اے ایمان والو، اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو! اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کہ اگر اللہ کی مدد کرو یعنی اللہ کے دین کی مدد کرو گے يَنْصُرْكُمْ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ کیا کرے گا؟

وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ تمہیں ثابت قدم رکھے گا

CamScanner

یہ ثابت قدم رکھنا مدد ہے' میں نے قرآن سے ثابت کیا
اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس کے دین کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا
وہ تمہیں ثابت قدم رکھے گا
ثابت قدم رکھنے والا اس جگہ کون ہے؟ اللہ
چھبیسواں پارہ سورہ محمد ﷺ
فرمایا: ثابت قدم کون رکھتا ہے؟ (اللہ)
ثابت قدم کون رکھتا ہے؟ (اللہ)
اور بدر ہو تو ثابت قدم کون رکھتا ہے؟
سرکار ﷺ کے غلام فرشتے'

تو پتہ چلا کہ اپنوں کا معاملہ اور ہے اور اوروں کا معاملہ اور ہے۔ یہ دین وہ نہیں کہ ہے کہ چھبیسویں پارے میں اور ہو اور نویں پارے میں اور ہو' اور بدر میں اور ہو اور مدینہ شریف میں اور ہو اور احد میں اور ہو اور خندق میں اور ہو۔

رب ایک ہے' دین ایک ہے' ہر دور میں توحید ایک ہے
ہر دور میں شرک ایک ہے' جو بدر میں توحید وہ آج بھی توحید ہے' اگر بدر میں شرک تو آج بھی شرک ہے' وہاں رب ذوالجلال فرما رہا ہے' اگرچہ یہ شان میری ہے' ثابت قدم میں رکھتا ہوں' فرشتوں تم جاؤ گے تو شرک نہیں ہوگا' مدد کرنی میں نے ہے کروانی تم سے ہے' تمہیں کہوں گا کہ تم ثابت قدم رکھو تا کہ پتہ چلے کہ میری صفت کے مظہر میرے بندے بن جاتے ہیں۔

قرآن ہے اور اگر تمہارا دھیان ہے
تو پھر یہ اعلان ہے' یہ سنی کا بیان ہے

نہ قصہ ہے نہ داستان' سارا قرآن ہے

یہ قرآن ہے اوراس کا کوئی کسی کے پاس جواب نہیں' اور یہ اٹل' حرفِ آخر فیصلہ کن پیغام ہے اور میری سال ہا سال کی محنتوں کا نچوڑ ہے جو فہم دین کے فورم پر تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اور صرف یہاں نہیں جہاں جہاں تک آواز جا رہی ہے' اپنے ایک ایک لفظ پر پوری دنیا میں پہرہ دیتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف

اب دیکھیے قرآن مجید برہان رشید کا یہ انداز کتنا خوبصورت ہے

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اپنے ایک پیغمبر کی شان بیان کی اور شان بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے جو مرتبہ بیان کیا اس سے ہماری اس پوری تقریر کی حمایت ایک نئے انداز میں ہو جائے گی۔

خالق کائنات جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

جہاں پر قرآن مجید برہانِ رشید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت بولتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟

یہ تیسرا پارہ ہے سورہ آل عمران ہے' اور آیت نمبر ۴۹ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب پنگھوڑے میں بولے خالق کائنات جل جلالہٗ نے اُن کی اس شان کا تذکرہ کیا' سولہویں پارے میں بھی ذکر ہے وہاں بھی تذکرہ موجود ہے۔

انہوں نے کیا کہا؟ کہنے لگے:

اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ

(پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۴۹)

میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا (زندہ کرتا) ہوں اللہ کے حکم سے

اُبْرِیءُ الْاَکْمَہَ۔ واحد متکلم ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن خدا مشکل کشا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں:

اُبْرِئُ الْاَکْمَہَ۔ اکمہ کو بری میں کرتا ہوں

اندھوں کو آنکھیں دیتے ہیں

اصل میں اکمہ کا گہرائی میں جو مفہوم ہے وہ صرف اندھا نہیں بلکہ بعض نے کہا اکمہ اُس اندھے کو کہتے ہیں جس کی آنکھوں کی جگہ ہی کوئی نہ ہو

جگہ ہو بینائی نہ ہو وہ اعمٰی ہے اور جگہ ہی نہ ہو وہ اکمہ ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

نظر تو نظر رہی، جس کی آنکھیں ہی نہ ہوں' ہاتھ پھیروں تو آنکھیں بھی آئیں گی اور نظر بھی آئے گی۔

پھر وَالْاَبْرَصَ برص کا جس کو مرض ہو' ہاتھ پھیروں گا صحیح ہو جائیں گے

وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ

اور مردے کو میں اللہ کے اذن کے ساتھ زندہ کرتا ہوں

اب یہ اللہ کے ایک نبی نے اعلان کیا' اعلان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اعلان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس نے یہ کام کروانے ہوں' میں تیار ہوں' اور تو اس کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔ جس نے یہ کام کروانے ہوں' میں تیار بیٹھا ہوں

اَکْمَہَ لے آؤ آنکھیں لے جاؤ

برص والا لاؤ' صحت والا لے جاؤ

مردہ لے آؤ' زندہ لے جاؤ

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان ہے

اگر آپ کے اعلان پر لوگوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جانا حرام ہوتا تو مردے زندہ کروانے کیلئے اللہ اعلان کیوں کرواتا؟

بات بڑی قابل غور ہے' آج طعنہ دینے والے' اللہ کے بندوں کو اللہ کی Opposition بنا کر پیش کرنے والے اور پھر یہ وہم ڈالنے والے کہ پھر اللہ کی طرف کون جائے گا' سارے ان کی طرف چلے گئے۔ ان ساری فکری اُلجھنوں کو دور کرنے کیلئے یہ آیت پڑھ رہا ہوں۔

رب کے حکم سے اللہ کے نبی بولے اور انہوں نے اعلان کیا کہ یہ کام میں کرتا ہوں اور جس نے تم میں سے کروانے ہوں' میرا دروازہ کھلا ہے

یہ سارے کام بڑی مشکل کشائی کے ہیں'

اعلان رب نے کروایا' بندوں کو متوجہ کیا کہ میرا عظیم بندہ ہے اور کام اس نے یہ کرنے ہیں' اب وہ بندے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جا رہے تھے تو اس وقت یہ دین نہیں تھا کہ

اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ

کہ اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے' اُس وقت بھی تو یہی اللہ تھا نا' اُس وقت بھی تو یہی توحید تھی' اُس وقت بھی تو یہی ایمان تھا' وہ جب جا رہے تھے تو ان کو کسی نے حَسۡبُنَا اللّٰه نہ سنایا' کم از کم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کہتے۔

حَسۡبُنَا اللّٰه کہو' دور ہٹ جاؤ'

CamScanner

وہ خود کہتے ہیں میرے پاس آؤ' میرے پاس آؤ'
میں مردہ زندہ کروں گا میرے پاس آؤ' سارے لوگ جوان کی طرف جا رہے تھے' خود نہیں جا رہے تھے حکم خدا پر جا رہے تھے' پتہ چلا کہ جو اُس وقت شرک نہ ہوا وہ آج بھی شرک نہیں ہے۔ کیوں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قیامت تک کے مغالطے نکال دیئے' جب وہ آ رہے تھے تو
حَسْبُنَا اللّٰه کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی تھی
کیوں؟ فرمایا: بِاِذْنِ اللّٰه '
اُدھر: حَسْبُنَا اللّٰه' ادھر: بِاِذْنِ اللّٰه تو حَسْبُنَا اللّٰه کے اندر بِاِذْنِ اللّٰه ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے' یہ سارے کام میں کروں گا' میں کروں گا' میں کروں گا' واحد متکلم کا صیغہ بولا اور پھر کیا کہا؟ فرمایا: باذن اللہ۔ کروں گا میں لیکن رب کے اذن سے کروں گا

یہی مؤقف ہے' جس کو آج بھی کسی کی طرف سے بریلویت سے تعبیر کیا جاتا ہے'
سب کچھ میں کروں گا' واحد متکلم' اور کروں گا اللہ کے اذن کے ساتھ۔
یہ وہ قید ہے جو لوگ پوچھتے ہیں کہ تم کہاں سے اپنے پاس سے لگاتے ہو کہ یہ عطائی ہو' یہ اذن کے ساتھ ہے' یہ اذن کے ساتھ مدد کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے اپنی جیب سے نہیں لگائی' قرآن مجید پڑھ کے سمجھی ہے اور پھر لفظ بڑے مزے کے ہیں۔

اُحْیِی ۔ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے اور پھر مضارع ہے
یہ نہیں کہا اَحْیَیْتُ۔ ایک بار میں نے مردہ زندہ کیا
اور آگے ہوتا اَلْمَیِّتَ ۔ایک میت کو میں نے زندہ کیا
حالانکہ شان تو یہ بھی بڑی تھی کہا احی۔

آگے میت نہیں مَوْتٰی کہا

اُحْيِ الْمَوْتٰی۔ جو میت کی جمع ہے

اور اُحْيِ کا لفظ تجدد پر دلالت کرتا ہے، مطلب کیا ہے؟

ہر وقت مجھے یہ شان حاصل ہے، جو مردہ لائے گا میں زندہ کر کے دکھاؤں گا۔

اُحْيِ۔ یہ تجدد ہر لمحہ حاصل ہے، اس میں استمرار ہے

اُحْيِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہ

کوئی خاص مردہ نہیں کہ فلاں کو لاؤ تو زندہ کروں گا

فرمایا: کوئی مردہ لے کے آجاؤ، میں زندہ کرنے کی ہر وقت صلاحیت رکھتا ہوں

تو یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ والوں کا کافی ہونا میرے غیر کا کافی ہونا نہیں، یہ اللہ کے کافی ہونے کے شعبہ جات ہیں،

میں نے ایک کیسٹ سنی، بہت بونگا سا خطیب تھا پالتو کرائے کے لوگ جو وہاں سعودی عرب میں تقریریں کرتے ہیں، کسی بنگالی ماں کا، اُردو بولنے والا تھا اور پھر وہ بگڑ چکا تھا، اُس کو یہ فکر لاحق تھی کہ اگر یہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے در پہ چلے گئے، سارے لوگ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے، سارے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے، سارے سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پہ چلے گئے، اور اسی طرح دوسرے اولیاء کرام کے دروازوں پر چلے گئے تو پیچھے اللہ کیلئے کون بچے گا''۔

یہ فکر تھی اُس کو تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں، رب خود سمجھتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جا رہے تھے تو تمہارے خیال کے مطابق یہ آیت بھی قرآن مجید سے نکال دینی چاہیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعلان رب نے خود کروایا، ظاہر ہے بندے تو پھر ان کے پاس ہی جا رہے تھے کہ یہ ہمارا بیمار ہے اس کو صحیح کر دے اور منکرین کی سوچ کے

مطابق تو معاذ اللہ رب کو کمی آ گئی کہ بندے اُدھر چلے گئے ہیں' میری طرف کوئی نہیں آ رہا' یہ غلط سوچ ہے' یہ رب کی شان کے لائق نہیں' میرا رب ہر کمی سے پاک ہے' اور ان لوگوں کی طرف بھیج کے وہ بتا رہا ہے کہ ان کی طرف جانا بالآخر میری طرف ہی جانا ہے۔

اللہ کی صفتوں کو اپنے آپ کے اوپر قیاس کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ ان بندوں کو حکومتیں دے دے تو اللہ کے پاس کیا بچے؟

حضرت سلیمان علیہ اسلام کی ہواؤں پر حکومت

میں نے کہا: قرآن میں ہے کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں پر حکومت دے دی' اس وقت رب کو کیا کوئی کمی آ گئی تھی؟ کہیں دکھ افسوس کا اظہار ہے کہ ہواؤں والی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کو دے چکا ہوں۔

اب میرے پاس کیا بچے گا اور وہ کمی سے بھی پاک ہے

پتہ چلا جو فکر دائی توحید و رسالت کی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک پکی ہے' اللہ نے وہ توحید کا عقیدہ ہمارے سینوں کو عطا فرمایا ہے۔

یہ صرف آیات میں نے پڑھیں اور احادیث اس کے ثبوت میں سینکڑوں ہیں اور بالخصوص اختصار سے عرض کر دیتا ہوں۔ وقت وقت کی بات ہے پھر قسمت' پھر نصیب اور آج کا یہ پُر نور ماحول اور اہل ایمان کے یہ روشن چہرے۔ ایک شخص یہ فکر لے کے اٹھے گا اور آگے پھیلائے گا تو میرے لئے دونوں جہاں کی سعادتیں کافی ہو جائیں گی اور اگر کوئی دوسری سوچ والا بیٹھا ہے اللہ اس کی سوچ میں تبدیلی پیدا کرے اور وہ اپنی اصلاح کر لے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اُس پر اپنی رحمتوں کی برسات کرے اور اس کی آزادی کا سامان ہو جائے۔ بالخصوص خواتین اور اسلام کی وہ بیٹیاں جو اس پیغام کو سن رہی ہیں' وہ بھی اس پیغام کو آگے پہنچائیں اور بالخصوص ادارہ صراط مستقیم کے پلیٹ فارم پر وہ بھی متحرک ہو جائیں۔

CamScanner

کتنے خاندان غرق ہو رہے ہیں، ڈوب رہے ہیں، بدعقیدگی کی آگ میں جل رہے ہیں اور ایک اسلام کی بیٹی بھرپور کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس واسطے ان آیات کو اچھی طرح پکا کر کے، یاد کر کے، اور پورے حوصلے اور ذمہ داری کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ کافی ہونے کا مسئلہ بیان ہو رہا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کافی ہیں

مصنف عبدالرزاق جلد نمبر ۴، ص ۹۸ پر یہ حدیث شریف موجود ہے۔

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

عَنْ اِبنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَّہٗ رَجُلٌ

(مصنف عبدالرزاق جلد نمبر ۴، ص ۹۸)

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے گالی دی

تو سرکار ﷺ نے کیا فرمایا:

مِنْ یَکْفِیْنِیْ عَدُوِّیْ

کون ہے جو اس کے مقابلے میں مجھے کافی ہو جائے

میں لفظ کافی ثابت کرنا چاہتا ہوں

کسی نے گستاخی کی، تو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کون ہے جو اس کے مقابلے میں مجھے کافی ہو جائے

آگے سب صحابہ نے یہ نہیں کہا: اللہ جو کافی ہے تو ہمیں کیوں کہتے ہو، کون ہے جو کافی ہو جائے۔

فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ پھوپھی کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' عشرہ مبشرہ والے' کہنے لگے:

اے محبوب علیہ السلام میں جو ہوں' اُٹھے اور اُس گستاخ کا سر اُتار دیا۔

اب یہ کافی ہونا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کون ہے

جو يَكْفِينِيْ کافی ہو جائے

اگر ان لوگوں کا خیال لیا جائے تو نبی علیہ السلام کا معاذ اللہ کہنا ہی ٹھیک نہیں ہو گا کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی صحابہ کو کہنا کہ کون ہے جو مجھے کافی ہو جائے؟ پھر صحابی کا کہنا کہ میں کافی ہو جاؤں گا۔ یہ ساری باتیں معاذ اللہ غلط بنتی ہیں لیکن یہ غلط نہیں ہیں' صحیح ہیں اور پھر اصل میں واضح کرنا مقصود ہے۔

اب وہ دشمن جس نے سرکار ﷺ کی گستاخی کی ہے اللہ اس کو منٹ سے پہلے مار سکتا تھا آگ آتی جلا کے راکھ کر دیتی ہے لیکن مطلب یہ تھا کہ اللہ تو سب کچھ کر ہی سکتا ہے مزا تو یہ ہے کہ غلام اُٹھے' اُس کو پتہ چل جائے اور اُس گستاخ کا سر اُتار دے۔ یہ مفہوم ثابت کرنا تھا۔ سرکار ﷺ خود زبان ہلا دیتے وہ جل کے ہلاک ہو جاتا' مطلب یہ تھا۔

مَنْ يَكْفِينِي۔ اس کو کوئی غلط معنی میں نہ سمجھے' نہ رب کو کمزوری تھی نہ رب کے رسول علیہ السلام کو کوئی کمزوری تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ایمان کا زور کون رکھتا ہے۔

لفظ کفایت بولا ہے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافی ہونے کا لفظ اپنے بارے میں بولا ہے اور شرک نہیں ہوا۔

مطلب یہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی طاقت کا مظہر بنے جا رہے ہیں

☆ مصنف عبد الرزاق کے اسی مقام پر ہی یہ حدیث شریف موجود ہے:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کافی ہیں

ایک عورت نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ چل گیا اور فرمایا مَنْ يَكْفِينِيْ عَدُوِّيْ۔ کون ہے جو میری دشمن کیلئے مجھے کافی ہو جائے؟

فَقَالَ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ۔ اَنَا:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کافی ہوں۔

اب یہ کافی کا لفظ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سینے پر یہ آیت اُتری:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَہٗ۔ وہ خود بول رہے ہیں۔

مَنْ يَكْفِينِيْ۔ کون ہے جو میرے لئے کافی ہو

تو اس مقام پر اس کو واضح کر دیا گیا کہ یہ رب کی شان ہے، وہ شان دینے کیلئے کافی ہونے کے باوجود کبھی غلاموں کو بھی سرکار ﷺ کیلئے کافی بنا دیتا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید کی آیات اور احادیث کے اس ذخیرہ کے ساتھ جس میں بہت زیادہ فرامین محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لفظ کفایت کے ساتھ موجود ہیں اور لفظ حسب بھی احادیث میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ الْخُوَيْلِدِ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآسِيَةُ اِمْرَاَةُ فِرْعَوْن

(مشکوٰۃ ص۵۷۳)

اے انس (رضی اللہ عنہ)! آپ کیلئے جہاں کی عورتوں میں سے (عظمت و مرتبہ کے لحاظ سے) کافی ہیں۔ حضرت مریم بنت عمران، حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ

بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آسیہ فرعون کی بیوی

اب حَسْبُکَ کا لفظ بولا ہے وہی حَسْبُنَا اللّٰہ والا حَسب موجود ہے اور یہاں پر اس مفہوم کو واضح کیا جا رہا ہے کہ جس نے خواتین کے فضائل دیکھنے ہوں یہ نام کافی ہیں' جس نے خواتین کی عظمت دیکھنی ہو یہ نام کافی ہیں' جس نے خواتین کا مرتبہ دیکھنا ہو یہ مذکور نام والی خواتین اس سلسلہ میں کافی ہیں۔

ابن آدم کیلئے چند لقمے کافی ہیں

ایسے ہی سید عالم نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

حَسْبُ ابن آدَمْ۔ آدمی کیلئے کافی ہے' کیا؟

لُقَیْمَاتٍ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ۔ (قرطبی جلد۳، ص۲۵۱)

چند لقمے جو اس کی پشت سیدھی رکھیں۔

یعنی روٹی کے چند لقمے' اس پر بھی حسب کا لفظ بولا گیا'

اپنی اپنی کیفیت' اپنے اپنے درجے میں' یہ بھی حسب ہے۔

فرمایا: تمہارے لئے روٹی کے چند لقمے کافی ہیں۔ کھا لو تو پشت سیدھی رہے' نہ کھاؤ تو ٹیڑھے ہو جاؤ گے۔ اب جہاں نبی علیہ السلام کے فرمان میں روٹی کے لقمے پر حسب کا لفظ بولنا جائز ہوا تو پتہ چلا حَسْبُنَا اللّٰہ کا مفہوم یہ ہے اللہ خود بھی کافی ہے اور اس کی دی ہوئی روٹی کا لقمہ بھی کافی ہے۔

یہ مفہوم ہے تو دین ہے' دوسرے لوگ اندرونی طور پر اس چیز کو مان چکے ہیں' ان کا گزارا اس کے بغیر نہیں' ظاہر میں جو کچھ چاہے کہتے رہیں' اگر یہ اندر باہر سے نعرہ ہوتا حَسْبُنَا

CamScanner

اللہ تو پھر تزکیہ کورس میں بندوں کو لانے کیلئے ٹی وی سیٹ دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

کیا ضرورت پڑی تھی انعام دینے کی، رب کا انعام کافی ہے رب کا انعام کافی ہے۔

بھٹی میرج ہال میں آنے والے روزانہ T.V سیٹ کے لالچ میں نہیں آتے ان کیلئے رب کا انعام کافی ہے، یہ عملاً ثابت کرنا پڑے گا، یہ دین ہے، یہ ایمان ہے۔

حق پہ پہرا دینے کا عہد و پیمان

میں اپنی گفتگو ختم کرنے سے پہلے جو کچھ میں نے بیان کیا اس کے لحاظ سے اپنی روح کی گواہی کو ضروری سمجھتا ہوں اور اپنی آخری سانس تک اس فکر پر پہرہ دینے کی سعادت مجھے رب عطا کرے اور انشاء اللہ پہرہ دوں گا میں نے حق جانتے ہوئے حق سمجھتے ہوئے حق بیان کر دیا ہے اور جہاں بھی کسی کو شک ہو گا حق ہم ثابت کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) کیوں؟ اس لیے کہ

لٹک جانا تو آتا ہے اٹک جانا نہیں آتا
کسی کے رُعب سے پیچھے دبک جانا نہیں آتا
میں غنچہ ہوں جو کھل جائے نسیمِ حرمِ کعبہ سے
مجھے ایوانِ شاہی میں چٹک جانا نہیں آتا
رہِ طیبہ میں کر لیں گے ہو جتنی آبلہ پائی
نجد دیوبند کے رستوں میں بھٹک جانا نہیں آتا
گزر اوقات کر لیں گے کسی بھی پیڑ کے نیچے
مگر گستاخ نگری میں پھٹک جانا نہیں آتا

ہم وہ نہیں ہیں جو کبھی کسی کے چرنے میں چلے جائیں اور کبھی کسی کے چرنے میں، بعد

CamScanner

میں کسی اور چرنے میں نہیں۔

گزر اوقات کر لیں گے کسی بھی پیڑ کے نیچے
مگر گستاخ نگری میں پھٹک جانا نہیں آتا
غلامانِ مجدد ہیں رضا کی فکر کے بیٹے
کسی کے دانے پانی پہ لپک جانا نہیں آتا
جلالی[1] ہوں پلا ہوں وادیٔ احرار بھکھی میں
رزمِ گاہ حقیقت سے کھسک جانا نہیں آتا
شہِ بغداد کے سائے میں میں نے آبرو پائی
مجھے خالی تصنع سے چمک جانا نہیں آتا
علم میں پختگی پائی محمد کی عطا[2] سے ہے
سوائے فکر نورانی[3] دمک جانا نہیں آتا
خدا توفیق دے آصف بڑھیں گے آخری دم تک
ہمیں رستے میں آنکھوں کا جھپک جانا نہیں آتا
وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

[1] امام العصر حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے
[2] تاجور کشور تدریس حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ
[3] قائد اہلسنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور، شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

ارباب فکر ودانش اصحاب مودت ومحبت

نہایت معزز ومحتشم حضرات وخواتین

ربّ ذوالجلال کے فضل اور اُسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام فہم دین کورس میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

”آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام“

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بحیثیت مسلمان ہم سب پر یہ لازم ہے کہ ہم اپنی دنیا کے معاملات کو دین کے تابع رکھیں۔ یہی مومن اور کافر میں بنیادی فرق ہے۔ کافر اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے جبکہ مومن اپنے رب کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔

﴿مومن وکافر کی خرید وفروخت میں فرق﴾

بیع وشراء کے معاملات میں اور دیگر امور زندگی کے اندر کافر صرف یہ دیکھتا ہے کہ جن دو کا آپس میں معاملہ ہے وہ دونوں راضی ہوں۔

ایک بندہ ایک چیز بیچتا ہے اور دوسرا خریدتا ہے۔

ایک وہ جو مزدوری کرتا ہے دوسرا وہ جو کسی کو مزدور رکھتا ہے۔

ایک بندہ کسی سے کوئی چیز بنواتا ہے دوسرا وہ شئے بنا کے دیتا ہے۔

تو کفار کے نزدیک فقط جانبین کی رضا کافی ہے۔ دونوں کسی معاہدے پر راضی ہیں تو اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جبکہ ایک مومن اپنے اسلام کی روشنی میں اس بات کا پابند ہے کہ یہاں پر جن دو کا آپس میں معاملہ ہے صرف ان کی مرضی کافی نہیں بلکہ ان دونوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی اجازت دی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا ہو، اس کو جائز قرار دیا ہو پھر وہ سودا جائز ہے، پھر وہ اجارہ جائز ہے، پھر آرڈر پر کوئی چیز تیار کروانا جائز ہے۔ اور اگر شریعت مطہرہ سے ٹکراؤ ہو گیا تو پھر اسلام میں اس کا جواز نہیں ہوگا۔

اس صورت میں جو سلسلہ ہوگا وہ حرام کا سلسلہ ہوگا۔ اس میں انسان کی روزی بھی حرام ہو جائے گی اور اس کو زندگی گزارنے میں مختلف نحوستوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چونکہ انسان تمدن پسند ہے۔ انسان کا اس کے بغیر گزارہ نہیں کہ وہ دوسرے سے معاملہ نہ کرے۔ اگر انسان دوسرے مسلمانوں سے جدا رہ کے اپنی ذات تک محدود رہ کے زندگی گزارنا چاہے تو اس کیلئے چند دن گذارنا بھی مشکل ہیں۔

اگر انسان روٹی کھائے گا تو یہ گندم کی کاشت سے لیکر روٹی کے پکنے تک جتنے مراحل ہیں۔ یہ تمام مراحل انسان اکیلے طے نہیں کر سکتا۔ جو کپڑا اس نے پہنا ہوا ہے اس کے کپڑوں کے دھاگوں کا جو (Material) ہے اس سے لیکر لباس کے تیار ہونے تک جتنے مراحل ہیں ہر بندہ وہ خود پورے نہیں کر سکتا۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے ایک انسان کو دوسرے انسان کی ضرورت ہے۔ اور ہر بندہ دوسرے کیلئے کچھ کرنے والا ہے۔

اس طرح مل جل کر ایک سوسائٹی بنتی ہے۔ اور پھر یہ نظام چلتا ہے۔ یہ جو انسان کا انسان کے ساتھ معاملہ ہے اس کو اسلام نے پیش نظر رکھا اور اسے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق رکھنے کیلئے باقاعدہ ہمیں تعلیمات دی گئیں پھر ان کے مطابق جو انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ اسلام اس کی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دیتا ہے۔

CamScanner

اسوۃ حسنہ کی بہار

اس واسطے جامعیت کے ساتھ رب ذوالجلال نے فرمادیا

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

(پارہ نمبر ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اسی وجہ سے آپ لباس بشری میں جلوہ گر ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اگر آپ کو کھلائے پلائے بغیر بھی رکھنا چاہتا تو رکھ سکتا تھا۔ لیکن آپ کو انسانی ماحول میں اللہ تعالیٰ نے رکھا تاکہ لوگ آپ کو دیکھیں، آپ کے پاس بیٹھیں اور پھر جو کھانے پینے کے لحاظ سے انسانی راہ ورسم ہیں اور پہننے اوڑھنے کے لحاظ سے جو چیزیں ہیں اس ماحول میں رہ کر اس کے طریقے خود آقا علیہ السلام لوگوں کو بتائیں تاکہ لوگ قیامت تک اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب پاتے رہیں۔ ورنہ جو رب ایک عام بندے کو جنت میں ہمیشہ کے لباس عطا فرما سکتا ہے۔ وہ رب اپنے محبوب علیہ السلام کیلئے روزانہ جنت سے پوشاک بھیج سکتا تھا۔ وہ خالق محبوب علیہ السلام کیلئے روزانہ من وسلویٰ سے اعلیٰ بندوبست کرسکتا تھا۔

لیکن سوسائٹی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رہنا اور پھر جو عام معاش کے ذرائع ہیں ان کی طرف متوجہ ہونا اور پھر کھانا کھانا کپڑا پہننا اس میں مقصود یہ تھا کہ آپ قیامت کیلئے لوگوں کو بہترین طریقہ عطا فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ جو ہمارے محبوب علیہ السلام کا طریقہ ہے یہ کس کے لئے ہیں؟

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

(پارہ نمبر ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

یہ اس بندے کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی امید رکھتا ہو اور آخرت کی امید رکھتا ہو۔ یعنی ہر بندہ اسوۂ حسنہ کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اور ہر بندے کو نقش قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض نہیں مل سکتا یہ اس کو ملے گا جو آخرت کا امیدوار ہے۔ جو آخرت کا بھلا چاہتا ہے اور آخرت میں اپنی بہتری چاہتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید ہے کہ میں نے کل رب سے ملنا ہے۔ تو میرا رب مجھ سے غصے نہ ہو، ناراض نہ ہو۔ اس بندے کیلئے یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے رنگ میں گزارے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ملاقات کا شرف عطا فرمادے گا۔

سنت نبوی سے رضا خداوندی کا حصول

اس آیت کا ہمہ جہت مضمون ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہننے میں،

آپ کے کھانے میں، آپ کے پینے میں،

آپ کے چلنے میں، آپ کے پھرنے میں،

آپ کے بیٹھنے میں، آپ کے عبادت وریاضت کرنے میں،

آپ کے دنیوی امور کو بجالانے میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ایسا نہیں کہ نماز میں نمونہ کیلئے آپ کو پیش کیا جائے لیکن بیع وشراء میں کسی اور کا

طریقہ تلاش کیا جائے اور پھر اس کو اختیار کیا جائے۔ اسلام کے کامل اور جامع دین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بندے کو سجدہ کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے اور بندے کو دوکان پر سودا بیچنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جامع سبق موجود ہے جو سبق تمہیں چاہیئے ہوگا وہ تمہیں وہاں سے مل جائے گا، تو پھر تمہیں اپنی زندگی میں دنیا کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آگے بڑھانا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ دنیا پر بھی دین کا ثواب عطا فرمادے۔

اس سلسلہ میں جہاں دیگر بہت سے امور ہیں ہماری روزانہ کی زندگی میں ہمیں جو چیزیں ایک دوسرے سے بنوانی پڑتی ہیں اور آرڈر پر چیزوں کو تیار کروایا جاتا ہے۔ آج کا ہمارا موضوع اس سے متعلق ہے۔ یہ ہماری عملی زندگی کا اہم حصہ ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھنا ہے اور پھر اس میں غور کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ کونسی بات ہے کہ جس میں ہم شریعت کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ روزانہ کی چیزیں بنوانے میں وہ کون سے امور ہیں جہاں ہم سے کوتاہی ہو رہی ہے۔ تا کہ اس کی اصلاح کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا جائے۔

اِسْتِصْنَاع کسے کہتے ہیں

آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کو شریعت میں اِسْتِصْنَاع کہا جاتا ہے۔

انگلش میں اس کو (Custom Order) کہا جاتا ہے یا

(Contract for Manufacture) کہا جاتا ہے۔

شریعت مطہرہ میں اس کو اِسْتِصْنَاع کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسلام میں ہمارا جو بیع وشراء کا نصاب ہے اس میں بیع کی اقسام میں سے ایک قسم بیع سلم

ہے۔ اس کا اس مضمون کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ (Rilation Ship) ہے۔
چونکہ جس وقت اِستِصنَاع باطل ہوتا ہے تو بعض صورتوں میں وہ بیع سلم بن جاتی ہے۔ اور جب بیع سلم بن جاتی ہے تو پھر اس کی شرائط والی پابندی ضروری ہوتی ہے۔
اگر اِستِصنَاع باطل ہو کر بیع سلم بنے اور پھر اس کی شرائط پوری نہ ہوں تو پھر سودا باطل ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس بیع کو برقرار رکھا گیا تو دونوں کا لقمہ حرام کا ہوگا۔
یعنی بنانے والا بھی اور بنوانے والا بھی۔ اس واسطے اِستِصنَاع کے ساتھ بیع سلم کو بھی سمجھنا پڑے گا تاکہ کسی شئے کو بنوانے کا جو شرعی جواز ہے وہ ثابت ہو جائے۔

﴿اِستِصنَاع کا لغوی معنی﴾

طَلَبُ الصَّنْعَةِ

کسی سے کام کا طلب کرنا

﴿اِستِصنَاع کا شرعی معنی﴾

طَلَبُ الْعَمَلِ مِنَ الصَّانِعِ فِیْ شَیْ ءٍ مَّخْصُوْصٍ عَلٰی وَجْهٍ مَّخْصُوْصٍ

(ردالمحتار لابن عابدین جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۲۱)

(الفقہ الاسلامیہ وادلتہ (الدکتور وھبۃ الزحیلی) ج:5 ص:3642 مکتبہ دارالفکر بیروت)

کسی بنانے والے سے کسی مخصوص چیز کو مخصوص شرائط کے ساتھ طلب کرنا یہ آرڈر پر کوئی چیز بنوانے کی شرعی تعریف ہے کہ کوئی بندہ جو کام کرواتا ہے یا پھر کوئی چیز تیار کرواتا ہے اور بنواتا ہے تو اس سے مخصوص چیز مخصوص اوصاف کے ساتھ بنواتا ہے اس کو شریعت مطہرہ میں اِستِصنَاع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے ہزاروں شعبہ جات ہیں۔

CamScanner

اِستِصنَاع کی مثال:

مثال کے طور پر کوئی بندہ کسی سے جوتا بنواتا ہے، کسی سے کرسیاں بنواتا ہے، کسی سے کھانے پینے کی چیزیں آرڈر پر بنواتا ہے تو اس طرح کی تمام صورتیں اس میں داخل ہیں۔

اس کا سب سے پہلا اور ابتدائی حصہ جس سے یہ عقد منعقد ہوتا ہے اس میں بھی ایجاب وقبول شرط ہے۔ جس وقت کوئی بندہ کوئی چیز بنوانا چاہتا ہے اس نے کہا کہ فلاں چیز فلاں اوصاف کے ساتھ مجھے مطلوب ہے۔ آپ مجھے یہ چیز تیار کر کے دیں اور دوسرے آدمی نے اس کو قبول کر لیا تو پھر ایجاب وقبول پایا جائے گا اور اس صورت میں عقد ہو جائے گا پھر اس کے بعد دوسری شرائط کا لحاظ کیا جائے گا۔

﴿اِستِصنَاع کی شرعی حیثیت﴾

سب سے پہلے اِستِصنَاع کی شرعی حیثیت کو دیکھیں گے کہ یہ شریعت مطہرہ میں اس کے جواز کی صورت کیا ہے؟

﴿قیاساً آرڈر پر اشیاء تیار کروانا جائز نہیں﴾

قیاس کا یہ تقاضا ہے کہ آرڈر پر چیز بنوانا جائز نہ ہو۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ بَیْعُ مَا لَیْسَ عِنْدَكَ

(سنن ابن ماجہ کتاب التجارات بَابُ النَّھْیِ عَنْ بَیْعِ مَا لَیْسَ عِنْدَكَ ص 158 قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز تیرے پاس موجود نہ ہو اس کی بیع کرنا جائز نہیں۔

یعنی جو چیز بندے کے پاس نہ ہو اس کا بیچنا جائز نہیں ہے صرف وہ چیز بیچی جا سکتی ہے جو بندے کے پاس ہو یا بندہ اس کا مالک ہو اور جو چیز معدوم ہو اس کو بیچا نہیں جا سکتا تو یہ چیز جس کو آرڈر پر بنوانا ہے۔ معاہدہ کے وقت وہ چیز معدوم ہے۔ خریدنے والا، بنوانے والا بنوانا چاہتا ہے بنانے والا بنانا چاہتا ہے اس وقت وہ چیز نفس الامر میں معرض وجود میں نہیں آئی۔ اس کا صرف میٹریل موجود ہے پھر اس سے وہ شئے بنائی جائے گی۔

ہمارے آقا علیہ السلام کا فرمان ہے کہ

لَا يَحِلُّ بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو وہ چیز تم بیچ نہیں سکتے۔

مثال نمبر :1

مثال کے طور پر کسی کی بکری، بھینس اور گائے ہے اس بکری وغیرہ کا مالک کہتا ہے کہ میری بکری، بھینس، گائے جو بچہ جنم دے گی میں وہ بیچتا ہوں تو شریعت مطہرہ میں یہ بیع ناجائز ہے پہلے وہ بچہ پیدا ہو جائے پھر اس کو بیچا جائے۔

مثال نمبر :2

اور اگر کوئی چیز موجود ہو لیکن بندے کی دسترس میں نہ ہو اسے بھی بیچنا حرام قرار دیا گیا مثال کے طور پر دریا میں مچھلی ہے، ابھی تک اس نے شکار نہیں کی۔ بندہ یہ کہے کہ جو مچھلی دریا میں ہے میں وہ مچھلی بیچتا ہوں تو شریعت کے ہاں یہ بیع باطل ہے، درست نہیں ہے۔

مثال نمبر :3

ایسے ہی فضاء میں پرندہ اُڑ رہا ہو شکاری یہ کہے کہ یہ جو پرندہ ہوا میں اُڑ رہا ہے میں اس کو بیچتا ہوں تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ پرندہ اس کے کنٹرول میں نہیں ہے وہ اس کے قبضہ میں نہیں ہے کہ وہ اسے مشتری کے سپرد کر سکے تو جب کوئی چیز بندے کی دسترس میں نہ ہو اس کا بیچنا جائز نہیں ہے تو جو چیز ہو ہی معدوم ابھی وہ معرض وجود میں نہیں آئی

CamScanner

اس کا بیچنا بطریق اولیٰ ناجائز ہونا چاہئے۔

اس حدیث کی روشنی میں قیاس کا یہ تقاضا ہے کہ آرڈر پہ چیز وں کا بنوانا ناجائز ہونا چاہئے چونکہ جس چیز کو بنوانا ہے وہ چیز ابھی معرض وجود میں نہیں آئی، ابھی وہ معدوم ہے۔

اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ جو چیز ہم نے کسی سے بنوائی ہے اس کی صورت بیع کی ہو اور دوسری یہ کہ اس کی صورت اجارہ کی ہو۔

اجارے کی صورت بھی درست نہیں

اس کو اجارہ بنائیں تو پھر بھی یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اجارہ میں جس وقت ایک انسان کسی کو حکم دیتا ہے کہ فلاں چیز تیار کرو تو پھر یہ لازم آئے گا کہ

لِاَنَّهٗ اِسْتِیْجَارٌ عَلَی الْعَمَلِ فِیْ مِلْكِ الْاَجِیْرِ

مزدور اپنے ملک میں کرایہ دار بھی ہو۔

حالانکہ جو اجرت پر کام کرتا ہے اس وقت ضروری یہ ہے کہ وہ اپنا کام نہ کر رہا ہو کسی کا کام کر رہا ہو تب اس کو اجیر کہا جاتا ہے، تب اس کو مزدور کہا جاتا ہے۔

کسی نے کہا کہ یہ میری اینٹیں اٹھا کر فلاں مقام پر رکھو تو اب اس کو اجیر کہا جائے گا۔ کسی نے کہا کہ میرے ہاں مزدوری کرو میرا مکان بن رہا ہے۔ تم سیمنٹ اٹھا کر چھت پہ لے جاؤ تو اب اس کو اجیر کہا جائے گا۔

لیکن کوئی اپنے گھر ہی اپنی اینٹیں اٹھا کر کہیں رکھے تو اس کو اجیر نہیں کہا جائے گا۔

لیکن یہاں پر جو صورتحال آرڈر پر شئے بنوانے میں بنتی ہے اگر بیع کی صورت نہ بنائی جائے بلکہ اجارہ کی صورت بنائی جائے تو لازم آئے گا کہ بندہ اپنے ملک میں خود مزدور بنا ہوا ہے ملک بھی اس کا ہے اور اس میں خود مزدوری بھی کر رہا ہے۔

CamScanner

جیسے کسی کی اپنی چیز پڑی ہو اسے کہا جائے کہ یہ اپنی چیز اٹھا کے فلاں جگہ پر رکھ دو تو شریعت میں اسے اجیر نہیں کہا جائے گا، اس کو اجارہ نہیں کہا جائے گا۔ اجارہ ہوتا ہے غیر کے ملک میں جا کر کام کرنا، اپنے کام کو اجارہ نہیں کہا جاتا تو جو بندہ آرڈر پہ چیز تیار کر رہا ہے وہ اپنے ملک میں ہی مزدوری کر رہا ہے اس کو ہم اجارہ کہیں گے۔ لہذا اس پر اجارہ کی تعریف بھی سچی نہیں آتی

﴿بیع کی صورت بھی درست نہیں﴾

دوسری صورت یہ کہ اگر اس کو بیع کہیں تو پھر اس چیز کی بیع کرنا لازم آئے گی جو چیز معدوم ہو اور موجود نہ ہو حالانکہ شریعت میں معدوم چیز کی بیع کرنا جائز نہیں لہذا قیاس کے مطابق آرڈر پر اشیا تیار کروانا جائز نہیں ہونا چاہئے۔

﴿استحساناً آرڈر پر اشیاء تیار کروانا جائز﴾

آرڈر پر اشیاء تیار کروانا جائز ہے تو وہ استحسان کی روشنی میں جائز ہے۔ اور تعامل ناس (یعنی لوگوں کے اس طرح عمل کرنے) کی روشنی میں جائز ہے۔

استحسان کی صورت میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے۔ وہ قیاس جس کی دلیل تک عام ذہن نہیں، خاص ذہن پہنچ جاتے ہیں اسکو استحسان کہا جاتا ہے۔ اس استحسان کی روشنی میں یہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے لیکر آج تک جائز سمجھا گیا اگر چہ ان دو امور کے پیش نظر جو آغاز میں بیان کئے حدیث کی روشنی میں انکو ناجائز قرار دیا جائے گا مگر چونکہ دین کے فیصلے سارے دلائل کو سامنے رکھ کے کئے جاتے ہیں اور ہر چیز کو اس کے تمام دلائل کو پیش نظر رکھ کر سرانجام دیا جاتا ہے۔

CamScanner

جواز پر دلائل

اس کے جواز کے بارے میں حکم شریعت میں موجود ہے۔

حدیث پاک سے دلیل

اِسْتَصْنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمَهٗ

(المبسوط للسرخسی ج،12 ص،138)

ہمارے آقا علیہ السلام نے آرڈر دیکر انگوٹھی تیار کروائی تھی۔

تو ہمارے آقا علیہ السلام کے آرڈر پر انگوٹھی تیار کروانے سے پتہ چلا کہ دوسری حدیث میں جو حکم ہے کہ جو چیز معدوم ہو اس کی بیع کرنا جائز نہیں اس کا دائرہ آرڈر والے امور سے علیحدہ ہے۔

مثلاً کسی کی گندم ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی اور وہ آج اپنی معین گندم کی بیع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ایکڑ سے جو پیدا ہوگی وہ ہی بیچتا ہوں یہ ناجائز ہے۔ وہ کس چیز کی بیع کر رہا ہے ابھی تو وہ چیز معرض وجود میں آئی ہی نہیں اس طرح باقی جو چیزیں تھیں وہاں تک اس حدیث کا دائرہ سمجھا جائے گا کہ نبی علیہ السلام نے معدوم چیز کی بیع سے منع کیا ہے اور یہ جو صورتحال ہے کہ جس میں محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود آرڈر پر انگوٹھی بنوائی اور سنار کو کہا اس وصف کی ان شرائط کی انگوٹھی آپ میرے لئے تیار کریں اور قرآن کہہ رہا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ جب محبوب علیہ السلام نے خود انگوٹھی آرڈر پر تیار کروائی ہے تو قیامت تک کیلئے امت کیلئے

یہ دروازہ کھل گیا اور آج ہم سب کیلئے آرڈر پر چیزیں تیار کروانا جائز ہو گیا۔ یہاں سے یہ بات بھی سوچنی چاہیے کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملات کو ہمیں کیسا سمجھنا چاہیے؟ اب ایک طرف تو یہی ہے کہ انگوٹھی آرڈر پر بنوائی ہے۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ انگوٹھی کی حاجت تھی یا انگوٹھی کی تمنا تھی یا انگوٹھی کا شوق تھا۔ مگر شریعت مطہرہ نے یہ واضح کیا کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی عمل جو ہے اس میں اپنی خواہش کا دخل نہیں اس میں شریعت کی بقا کا دخل ہے۔ آج جس وقت ہم نے سارے ذخیرہ حدیث سے تلاش کیا تو ہمیں یہ ایک مثال ملی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگوٹھی بنوائی تھی تو اس سے کتنا بڑا سہارا مل گیا۔ اس سے کتنی بڑی روشنی مل گئی کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آرڈر پر ایک چیز تیار کروائی ہے سرکار ﷺ کا ایک چیز کو تیار کروانا ہمارے لیے ہزاروں چیزیں آرڈر پر تیار کروانے کا سبب بن گیا۔

تو اس سے پتا چلتا ہے کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں کرتا ہوں اس لیے تا کہ سنت بن جائے تا کہ لوگوں کو طریقے کا پتا چل جائے تو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادائیں اور سرکار ﷺ کے جو افعال ہیں ان میں کبھی بھی کسی خواہش اور کسی نفسانی حرص کا قول نہیں کرنا چاہیے۔ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر فعل کے اندر وہ حکمتیں بیان کرنی چاہیں جو حکمتیں محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب نے عطا فرمائی ہیں۔

ایک طرف تو یہ سہارا ہے ہمارے پاس حدیث شریف کا کہ آرڈر پر چیزیں بنوائی جا سکتی ہیں اور دوسری طرف اس پر امت کا اجماع بھی دلیل ہے۔

اجماع امت سے دلیل

اجماع امت چونکہ باقاعدہ ایک دلیل ہے۔ کتاب وسنت کے بعد تیسری دلیل اجماع ہے اور پھر یہ امت جس کام پر متفق ہو گئی ہے وہ کام جائز ہے اور امت سے مراد امت

کے صحت مند افکار کے حامل علماء اگر وہ اس پر متفق ہوں تو وہ بھی شریعت کا فیصلہ ہوتا ہے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک بغیر انکار کے اس مسئلے کو مانا گیا۔ صحابہ نے بھی آرڈر پر چیزیں بنوائیں، تابعین نے بھی بنوائیں، تبع تابعین نے بھی بنوائیں اور اس امت کی جتنی عمر ہے اس پوری عمر کے ہر سال، ہر مہینے میں یہ نظریہ اور یہ عمل لوگوں کا موجود رہا اور جو چیز اس طرح رائج ہو اس کا امت میں رواج بھی اس کے جائز ہونے کی دلیل بن جاتی ہے۔

امت محمدیہ کی شان

اس اِستِصنَاع کے مسئلے پر ہمیں سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین کا سہارا حاصل ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ"

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب السواد الاعظم :ص283 قدیمی کتب خانہ کراچی)

بے شک میری امت ضلالت و گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

فرمایا میری امت کی یہ شان ہے کہ اس کا گمراہی پہ اتفاق نہیں ہو سکتا اور برائی پہ سارے متفق نہیں ہو سکتے اور اس سے مراد بھی وہ لوگ ہیں جو قابل ذکر لوگ ہیں یعنی اصحاب تقوی اور اصحاب علم۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اکٹھے ہو جائیں کسی ناجائز پر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر ساری امت بالاتفاق کوئی کام کرتی ہے تو ماننا پڑے گا یقیناً وہ کام جائز ہے۔

"إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ"

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب السواد الاعظم :ص283 قدیمی کتب خانہ کراچی)

امت ضلالت پر اکٹھی نہیں ہوگی اور چونکہ آرڈر پر چیزیں بنوانے والے کام پر امت

CamScanner

کا اتفاق رہا ہے تو یہ اتفاق بھی قیاس کو مسترد کر دے گا کہ قیاس اگر چہ چاہتا تھا۔ یہ ناجائز ہو۔ لیکن امت کے اجماع نے اس عمل کو جواز فراہم کر دیا ہے۔

ایسے ہی دوسری حدیث شریف ہے۔

مسلمانوں کی حسن رائے کی حیثیت

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

''فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ''

(مسند امام احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ)

(مستدرک للحاکم باب اما حدیث ضمرہ وابو طلحہ)

فرمایا جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

یہ حدیث شریف ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس لیے بھی جب امت اس پر متفق رہی اور یہ میں بار بار جو کہہ رہا ہوں کہ

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا

تو اس سے مراد آوارہ خیال مسلمان نہیں کہ

جن کی سوچ پختہ نہ ہو

جن کے نظریے سالک نہ ہوں

ان لوگوں کی بات نہیں کہ جو اوباش قسم کے لوگ کہیں کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جسکو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اچھا ہوتا ہے تو ہم یہ کام اچھا سمجھتے ہیں لہٰذا اچھا ہونا چاہیے۔

اس حدیث میں جن لوگوں کو بطور حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ جو تقوی و پرہیزگاری کے میرٹ پر پورے اترتے ہوں

CamScanner

علم وحکمت کے میرٹ پر بھی پورے اترتے ہوں۔

دونوں طاقتیں ان میں موجود ہوں نہ تو خواہش کے مریض ہوں

اور نہ ہی وہ جاہل ہوں، عالم بھی اعلیٰ درجے کے ہوں

اور پھر مخلص بھی پورے ہوں کہیں اپنی خواہش کو مسلط کرنے کیلئے وہ کوئی

ناجائز کام امت میں جائز بنا کر پیش نہ کر دیں۔

جس وقت یہ دونوں طاقتیں مَارَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا کے انداز میں جلوہ گر ہو جائیں گی امت کے فقہاء، مجتہدین، عادل مزاج اور صوفی لوگ جس وقت کسی بات پر اتفاق کر لیں گے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان کا متفق ہو جانا یہی میری شریعت کے جواز کی دلیل بن جائے گی۔ چونکہ اِسْتِصْنَاع ایسا عمل رہا ہے جو شروع سے لے کر آج تک اس پر صوفی، سالک، صدیق، شہید، اولیاء، علماء اور فقہاء سارے متفق رہے لہٰذا ان کا اتفاق بھی اس کی دلیل ہے کہ آرڈر پر چیزوں کو بنوانا اس میں شریعت میں کوئی حرج نہیں اور ان چیزوں کو بنوایا جا سکتا ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس طرح کے وہ امور ہیں۔

جہاں پر جا کر فقہاء کا دامن تھامنا پڑتا ہے

اور فقیہہ کے دروازے پر جانا پڑتا ہے۔

اب ایسے میں اِسْتِصْنَاع کے مسئلے پر ان لوگوں سے کوئی سوال کرے جو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کتاب وسنت ہے اس کے سوا کچھ نہیں مانتے تو پھر اِسْتِصْنَاع کے جواز پر قرآن پڑھیں یا پھر اس کی پوری صورت کی حمایت کریں کسی حدیث سے کہ جس میں شرائط کا ذکر ہو، ارکان کا ذکر ہو، جواز کا ذکر ہو۔ یہ سارا جو کچھ ہے یہ نہ تو مکمل قرآن سے ملے گا، نہ حدیث سے ملے گا بلکہ یہ فقہاء کی کوشش ہے جنہوں نے آیات وحدیث

کو سامنے رکھکر امت کو اِسۡتِصۡنَاع کے جواز کے بعد پورا طریقہ بھی عطا فرمایا ہے۔

(اِسۡتِصۡنَاع کی شرائط)

لِجَوَازِ الۡاِسۡتِصۡنَاعِ شُرُوۡطاً ثَلَاثَةً

(الفقہ الاسلامیہ وادلتہ (الدکتور وھبۃ الزحیلی) ج:5 ص:3646 مکتبہ دارالفکر بیروت)

اِسۡتِصۡنَاع کے جواز کے لئے جو شرائط ہیں وہ تین ہے۔

اِذَافَاتَتۡ اَوۡ فَاتَ وَاحِدٌ مِنۡهَا فَسَدَ الۡعَقۡدُ

ان تین شرائط میں سے ایک شرط بھی اگر نہ پائی گئی تو آرڈر پر چیز بنانا اور بنوانا باطل ہو جائے گا۔ تین شرائط کا ہونا ضروری ہے لہذا اگر تینوں شرطیں ہی نہ ہوں پھر بھی باطل، دو نہ ہوں پھر بھی باطل، ایک نہ ہو پھر بھی باطل، تین شرائط مکمل ہوں گی تو پھر وہ چیز بنانا اور بنوانا جائز ہوگا۔

پہلی شرط:

بَيَانُ جِنۡسِ الۡمَصۡنُوۡعِ وَ نَوۡعِهٖ وَصِفَتِهٖ وَ قَدۡرِهٖ

(الفقہ الاسلامیہ وادلتہ (الدکتور وھبۃ الزحیلی) ج:5 ص:3647 مکتبہ دارالفکر بیروت)

ان شرائط میں سے سب سے پہلے نمبر پر یہ شرط ہے کہ جو چیز بنوانی ہے۔ اس کی جنس کا بیان، اس کی نوع کا بیان، اس کی صفت کا بیان اور اس کی مقدار کا بیان یہ چار چیزیں پہلی شرط کے اندر ہیں یعنی جو چیز تیار کروانی ہے اس کی جنس اس کی نوع اور اس کی صفت اور اس کی مقدار کا بیان ضروری ہے۔

جنس کا بیان: مثال کے طور پر اس نے فرنیچر بنوانا ہے تو پہلے اس کی جنس کو بیان کرے کہ کرسی بنوانی ہے یا میز یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز تو اس طرح بیان کرنا یہ جنس کا بیان ہے۔

CamScanner

نوع کا بیان: جنس کے بعد نوع کا بیان کہ کرسی بنوانی ہے کس قسم کی بنوانی ہے کیونکہ کرسیوں کی مختلف اقسام ہیں اس قسم کو بیان کرنا یہ پہلی شرط میں دوسری چیز ہے۔

صفت کا بیان: پھر صفت کا بیان ضروری ہے یعنی یہ بھی بیان کرنا کہ کرسی بنوانی ہے میز نہیں، یہ بھی بیان کرنا کہ وہ بازوؤں والی کرسی بنانی ہے صوفہ نہیں بنوانا ،کرسی بنوانی ہے اور پھر صفت کا اس طرح کا بیان بھی ضروری ہے کہ صفت کیا ہوگی کہ اعلیٰ درجے کی بنوانی ہے یا نارمل سی بنوانی ہے۔

مقدار کا بیان: پھر جو چیز بنوانی ہے اس کی مقدار کا بیان ضروری ہے کہ پانچ بنوانی ہیں یا دس بنوانی ہیں یا اس سے زیادہ بنوانی ہیں۔

یہ پہلی شرط کا حصہ ہے اگر ان میں سے کوئی ایک چیز مبہم چھوڑ دی گئی وعدہ کرتے وقت تو وہ آرڈر باطل سمجھا جائے گا اس آرڈر کو باطل وہ نہیں کرے گا جو بنانے والا ہے بلکہ شریعت نے باطل کر دیا ہے۔

اس واسطے یہ ضروری ہے چونکہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ کل جھگڑا نہ ہو اور اگر ان چیزوں میں سے کوئی مبہم رہ گئی تو کل جھگڑا ہو جائے گا بنوانے والا کہے گا میں نے فلاں چیز کہی تھی، بنانے والا کہے گا میں نے فلاں سمجھی تھی تو یہ ضروری ہے کہ اس کی جنس و نوع و صفت اور مقدار کو بیان کر دیا جائے۔

بلکہ آج کے ماحول کے لحاظ سے صفت کے بیان میں باقاعدہ مٹیریل کا بیان کرنا ضروری ہے۔ یعنی جو لکڑی استعمال ہوگی اس لکڑی کی آگے اقسام ہیں اس کا تعین بھی اپنی طرف سے کر دے ورنہ ایک نام کی پندرہ چیزیں ہیں۔ مٹیریل میں ایک نمبر، دو نمبر، دس نمبر، بیس نمبر اور قیمت میں فرق زمین و آسمان کا ہے۔ یہ ایک نمبر لگوانا چاہتا تھا

اس نے دس نمبر لگا دی ہے تو پھر اس کا مقصد تو پورا نہ ہوگا۔

اس واسطے پہلی شرط کے اندر جنس کا ذکر، نوع کا ذکر، صفت کا ذکر اور مقدار کا ذکر یہ چیزیں ضروری ہیں۔ اگر کوئی شخص بس اندھا دھند آرڈر دے دیتا ہے اور اگلا ایسے ہی وصول کر لیتا ہے۔ اگر چہ یہ دینے والا نواب مزاج کا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے فرق نہیں پڑتا جو بنا دے اور اگلا کہتا ہے جو بن جائے مگر یہ دو راضی ہیں شریعت راضی نہیں ہے۔ شریعت تب راضی ہوگی کہ جب یہ چیزیں بیان کی جائیں تاکہ کل اگر دینے والے کے پاس پیسے تھوڑے بھی ہوں دیتے وقت مال دار تھا بعد میں غریب ہو گیا ہے۔ تو پھر بھی جھگڑے کی نوبت نہ آئے پہلے یہ تعین ہو جائے کہ چیز بنوانے والا کیسی چیز بنوانا چاہتا ہے؟

دوسری شرط

اَنْ يَّكُوْنَ الْمَصْنُوْعُ مِمَّا يَجْرِیْ فِيْهِ تَعَامُلُ النَّاسِ

دوسری شرط یہ ہے کہ اِسْتِصْنَاع اس چیز کا ہوگا عرف میں جو آرڈر پر بنائی جاتی ہے۔ اور جس میں لوگوں کا تعامل جاری ہے۔ یعنی جو چیزیں آرڈر پر بنوائی جاتی ہیں ان میں اِسْتِصْنَاع جائز ہے۔

اگر کوئی چیز عرف میں آرڈر پر نہیں بنائی جاتی تو اس کو آرڈر پر بنوانا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ عرف عام ہو کہ لوگ وہ چیز آرڈر دے کے تیار کرواتے ہوں تو پھر تیار کروائی جا سکتی ہے۔

مثلاً ایک زمانہ تھا اس وقت کپڑا آرڈر پر تیار نہیں کروایا جاتا اور آج بھی عمومی لباس تیار نہیں کروایا جاتا یہ تو ہو سکتا ہے کہ ملوں والے سے دوکانوں والے آرڈر دے کر خاص کپڑا تیار کروا لیں۔

لیکن ایک عام بندہ جس نے ایک ہی سوٹ لینا ہے وہ مل کو آرڈر تو نہیں دے سکتا اس طرح کا، ہاں خاص جو کپڑے ہیں، کوٹیاں یا جرسیاں وغیرہ تو وہ اس طرح کے آرڈر پہ بھی تیار کروائی جا سکتی ہیں لیکن زمانہ ماضی میں مطلقاً کپڑا جو ہے ایسی چیز تھی کہ جس کے بارے میں آرڈر پر تیار کرنے کا عرف نہ تھا۔

اس واسطے اس دور میں فقہاء نے کہا اگر اس چیز کے بارے میں کوئی آرڈر دیتا ہے تو وہ آرڈر کالعدم ہوگا وہ جائز نہیں ہوگا اور آج چونکہ عرف موجود ہے من وجہ، تو جس وجہ کے لحاظ سے موجود ہے تو پھر آرڈر پر اسے بھی تیار کروایا جا سکتا ہے۔

لیکن جن چیزوں کے بارے آج بھی عرف یہ ہے، کہ وہ آرڈر پر تیار نہیں کروائی جا تیں تو شریعت مطہرہ میں ان چیزوں کو آرڈر پر تیار کروانا جائز نہیں ہوگا۔ اس میں انسان کی اپنی مرضی نہیں چلے گی کہ وہ یہ کہے کہ اور تو نہیں بناتے ہم نئے سرے سے اسکا آغاز کر لیتے ہیں تو شریعت مطہرہ میں آرڈر پر چیز تیار کروانے کیلئے یہ دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں پہلے عرف اور رواج موجود ہو کہ وہ چیز بنوائی جاتی ہو، پھر وہ چیز آرڈر پر تیار کروائی جا سکتی ہے۔

تیسری شرط

اَنْ لَّا یُذْکَرَ فِیْہِ اَجَلٌ مُّحَدَّدٌ

اس میں معین وقت کو ذکر نہ کیا گیا ہو۔

وقت معین سے مراد ایک مہینہ یا اس سے زائد ہے ایک مہینہ سے کم وقت آرڈر کی چیز کیلئے دیا جا سکتا ہے۔

یعنی آپ نے کہا کہ میرے لئے فلاح قسم کا جوتا تیار کرو اس میں آپ نے صفت اور نوع بیان کر دی اور اسکی مقدار بیان کر دی اور کہا کہ یہ دس دن میں تیار کر کے دو، اس

طرح مہینہ سے کم مدت رکھنا جائز ہے۔ لیکن جس وقت اجل مہینہ یا اس سے زائد کی ہو یعنی تم نے کہا کہ میرے لئے فلاں جوتا دو مہینے تک تیار کرو تو اس صورت میں اِستِصْنَاع باطل ہو جائے گا۔

آرڈر پر جو چیز بنوانے کے لئے شریعت کی اجازت ہے وہ باقی نہیں رہے گی یہ عقد اِستِصْنَاع کا نہیں رہے گا بلکہ یہ بیع سلم بن جائے گی پھر اس میں بیع سلم والی شرطیں لازم ہونگی۔

جس وقت ایک مہینہ یا اس سے زائد کی مدت معین کر دی تو مدت کے تعین سے آرڈر پرشی بنوانا باطل ہو جائے گا اس صورت میں اس کا نام اور بن جائے گا۔

جب اِستِصْنَاع والی صورت نہ رہی تو پھر بیع سلم والی صورت بن جائے گی پھر بیع سلم والی شرطیں لازمی اور ضروری ہوں گی۔

﴿اِستِصْنَاع اور بیع سلم کی شرائط میں فرق﴾

اِستِصْنَاع اور بیع سلم میں شرائط کے لحاظ سے جو بڑا فرق ہے وہ یہ ہے کہ آرڈر پر چیز بنوانی ہو تو پیسے پہلے دینے لازم نہیں ہوتے جبکہ بیع سلم میں سارے پیسے پہلے دینے پڑتے ہیں۔ اسواسطے جس وقت شریعت کی طرف سے آرڈر منسوخ ہوا کہ تم نے چونکہ اس کا وقت معین کر دیا اس لئے شریعت میں اسکو اِستِصْنَاع نہیں کہا جائیگا اس کی صورت بیع سلم والی ہوگی پھر اسکی شرائط بھی ہوگی۔

تو مطلب یہ ہے کہ بیع سلم والی صورت مکمل پیسے آرڈر دینے والے کو اسی مجلس میں ادا کرنا پڑیں گے پھر جا کر وہ معاہدہ درست ہوگا۔ ورنہ معاہدہ باطل ہو جائیگا۔ چونکہ اسکی حیثیت اِستِصْنَاع والی نہ رہی بلکہ اسکی حیثیت بیع سلم والی ہوگئی ہے۔

بیع سلم کی چھ شرائط کے لحاظ سے پابندی ضروری ہے پھر جا کر عقد درست ہوگا ورنہ سب کچھ باطل ہو جائے گا۔

CamScanner

شریعت مطہرہ میں اسکی وضاحت کردی گئی لہٰذا آج آرڈر پہ چیز بنواتے وقت ضرورت ہے کہ اگر کوئی شخص محدود وقت دینا چاہتا ہے تو وہ مہینے سے کم کم دے سکتا ہے۔ کہ تم نے 25 تاریخ تک فلاں چیز بنا کے مجھے دینی ہے۔ پھر اِستِصْنَاع باطل نہیں ہوگا۔

لیکن آرڈر پر شے بنواتے وقت ایک ماہ کا وقت دیا یا اس سے زائد وقت دیا تو اب اس کا نام اِستِصْنَاع یعنی آرڈر پر بنوانا نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ اس کی شکل بیع سَلَم والی بن جائے گی۔ بیع سلم کی شریعت میں اپنی شرائط ہیں۔ پھر اسکے مطابق انسان کو سارے تقاضے پورے کرنا پڑیں گے۔

حقیقت میں یہ ہمارے دین کا امتیاز ہے یہ پابندیاں ہی ایک انسان کی دنیا کو دین بناتی ہیں۔ ورنہ ہندو بھی تو دوکاندار ہوتا ہے عیسائی، یہودی بھی دوکاندار ہوتا ہے، وہ دوکانداری بھی کرتے ہیں ساتھ ساتھ ناری بھی ہوتے ہیں۔

لیکن ادھر مومن دوکاندار بھی ہوتا ہے ایماندار اور پرہیزگار بھی ہوتا ہے اور پھر جنت کا حقدار بھی ہوتا ہے۔

سچے تاجر کی شان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْاَمِينُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ

(سنن الترمذی کتاب البیوع باب مَا جَاءَ فِي التُّجَّارِ: ج،1: ص،360 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

سچے تاجر کو انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ جگہ نصیب ہوگی

چونکہ ہماری دنیا دین ہے اور یہ دین اس لئے ہے کہ ہماری اپنی مرضی کا دخل نہیں ہمارے آقا علیہ السلام کی مرضی کا دخل ہے۔

جس وقت بیع سلم ہو تو اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور پھر سب سے بڑی آیت قرآن کی اسی بارے میں ہے۔

بیع سلم کی تعریف

بیع سلم یہ ہے کہ ایک چیز خریدتے وقت پیسے نقد دیئے جائیں لیکن وہ چیز ادھار ہو اسکو بیع سلم کہا جاتا ہے۔

مثلاً ایک بندے نے کسی کو پیسے دیئے کہ یہ پانچ ہزار ہیں اسکے بدلے میں آپ نے مجھے پانچ بوری گندم دینی ہے اسکو بیع سلم کہا جائے گا۔

اس میں نرخ اور ریٹ معین کر دیا گیا ہے

قیمت اور ثمن میں فرق

قیمت اور ثمن میں فرق ہوتا ہے۔

قیمت : قیمت وہ ہے جو بازار میں ہو یعنی بازار کے ریٹ کو قیمت کہا جاتا ہے۔

ثمن : ثمن وہ ہے جو دو آدمیوں کے درمیان طے ہو گیا جو دوران عقد طے ہوا اس کو ثمن کہتے ہیں ۔

تو اس نے وہ پیشگی وہ پیسے دے دیئے پھر دن مقرر کر دیا کہ فلاں دن آپ نے فلاں قسم کے چاول مجھے دینے ہیں۔ایسی بیع کو شریعت میں بیع سلم کہا جاتا ہے۔ اس میں پیسے ادھار نہیں ہوتے بلکہ مبیعہ ادھار ہوتا ہے شے خریدنے والے نے نقد پیسے دے دیئے مگر بائع نے ابھی تک مبیعہ نہیں دیا مبیعہ بعد میں دینا ہے اسکو شریعت میں بیع سلم کہا جاتا ہے۔

بیع سلم کی قرآن میں وضاحت

بیع سلم کی باقاعدہ قرآن وسنت میں وضاحت موجود ہے۔اسکی جو شرائط ہیں اس کے

لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے لمبی آیت کا نزول فرمایا ہے۔
یہ قرآن کا فیضان ہے کہ قرآن کا ایک حرف پڑھیں تو دس نیکیاں ملیں جسکے مضمون کو مصلیٰ پر کھڑے ہو کر پڑھیں تو نماز تراویح ہو جائے، بیٹھ کر اس میں غور وفکر کریں تو دوکان کا نظام چلے۔
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

(پارہ نمبر۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو
یہ بیع سلم ہے کہ جس میں پیسے اب نقد دیئے جا رہے ہیں اصل مبیعہ اور چیز بعد میں لینی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جب تم مقرر وقت تک کوئی لین دین کرو تو اس کو لکھ بھی لو یہ اللہ تعالیٰ کی بندوں کیساتھ شفقت ہے۔ انہیں طریقہ بتایا کہ جب لکھا ہوا نہیں ہوگا تو گڑبڑ ہو جائے گی، کوئی بھول جائے گا اور جھگڑا پڑ جائے گا۔ جبکہ اللہ تعالی چاہتا ہے کہ بندوں میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔
اسکے بعد ارشاد فرمایا۔

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ

اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک لکھے
یعنی کاتب کو چاہیے کہ وہ عدل کے ساتھ تمہارے درمیان اسکو لکھے۔
کاتب عدل وانصاف کے ساتھ لکھے۔ ایسا نہ ہو کہ اسے لکھا یا کچھ جائے لیکن وہ لکھ کچھ دے۔
جس وقت قرآن اترا تھا اس پورے ماحول میں سترہ بندوں کو لکھنا آتا تھا۔ پھر آہستہ

آہستہ لکھنے کا رواج ہوا۔

پھر ارشا فرمایا۔

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللهُ فَلْيَكْتُبْ

(پارہ نمبر۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر۲۸۳)

اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے ۔

یعنی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جب دو لکھنے والے آ جائیں تو جیسے اللہ نے اسے پڑھایا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائیوں پر احسان کرتے ہوئے وہ لفظ لکھ کر دے دے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے کاتب کو بھی متوجہ کیا کہ تجھے علم میں نے دیا لہٰذا میرے بندوں کے رزق کو حلال کرنے کیلئے درمیان میں تم نے کردار ادا کرنا ہے۔ جو وہ لکھوائیں وہ لکھ کے دینا ہے۔

وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے

وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا

اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے

یعنی جتنا اس کا حق بنتا ہے وہ سارا لکھنا چاہیے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا

(پارہ نمبر۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر۲۸۲)

پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو

یعنی جس پر حق ہے اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں

ہو سکتا ہے وہ بے عقل، ہو، ہو سکتا ہے ناتواں ہو،

أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ

یا لکھا نہ سکے

تو پھر کیا ہوگا؟

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ

تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے

اسکا جو کوئی وارث ہے پھر وہ لکھوائے۔

اگر وہ بندہ جس پر حق ہے وہ چھوٹا ہے یا بے عقل ہے یا وہ ناتواں ہے یا وہ لکھ نہیں سکتا تو پھر اس کا کوئی وارث تو ہوگا۔ لہٰذا اس کے وارث کو درمیان میں آنا چاہے اس کے ولی کو درمیان میں آنا چاہیے اور وہ اس کی ساری شرائط لکھوائے۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ

(پارہ نمبر ۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲)

اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے

یہ سب کچھ لکھنا بھی ہے ساتھ گواہ بھی بٹھانے ہیں

اس سے پتہ چلتا ہے کہ رب کو بندوں کے ساتھ پیار کتنا ہے اور یہ زندگی گزارنے کا ضابطہ ہے اور یہ عرشی نظام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندوں کو اسکی حاجت ہے اور کل جب اس کا کوئی انکار کرے گا تو تجھے گواہوں کی ضرورت پڑے گی لہٰذا شروع میں

جب یہ معاہدہ لکھا جارہا ہو تو اس وقت دو گواہ بھی ساتھ بٹھالو۔

فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ

پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں

ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کیلئے کافی ہیں۔

﴿عورت کو مرد کے مساوی قرار دینے والوں کا رد﴾

یہ تقسیم رب ذوالجلال کی ہے لیکن نام نہاد روشن خیال یہ سمجھتے ہیں کہ ہم عورت کو حق دیں اس لحاظ سے کہ عورت کو مرد کے برابر کریں جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیع سلم کے مسئلے پر بھی اور دین کے مسئلے پر بھی دو عورتوں کو دو مردوں کے قائم مقام نہیں کیا بلکہ دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کیا ہے۔

سب سے پہلے یہ کہ دو مرد گواہ ہوں اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو اس سے گواہی کا کام چل جائے گا۔

لہٰذا اگر آج کوئی شخص کسی جگہ بیٹھے ہوئے یہ کہتا ہے کہ عورت اور مرد کی گواہی برابر ہے۔تو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔قرآن مجید کے اس مقام کا انکار کیا۔

اسکو آج فیشن سمجھا جارہا ہے۔دین پر رائے زنی کرنا ہر بندہ اپنا حق سمجھ رہا ہے۔

اسے یہ پتہ نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے قرآن کے خلاف بول رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ کی حدود کا معاملہ تو بڑا دور کا معاملہ ہے ادھر بیع و شراء میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو پھر گواہی کافی ہے اس میں دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ظلم کا سوچے تو کافر ہو جائے گا۔اس رب نے جو حدیں بتائی ہیں اور جو تقسیم کی ہے۔وہ سب سے بڑی عدالت والی ہے۔لہٰذا اگر کوئی نام نہاد روشن

خیال ایسی گفتگو کرتا ہے تو وہ میرے رب کی عدالت پر تنقید کرتا ہے اور رب کی تقسیم پر الزام لگا رہا ہے۔ رب سے بڑھ کر انصاف کون کر سکتا ہے اور رب سے بڑھ کے عدالت کون کر سکتا ہے؟

اس واسطے عام بندہ جس نے قرآن وسنت کا علم نہیں پڑھا ہوا اسے دین کے بارے بولتے ہوئے مکمل احتیاط کرنی چاہیے کہ کہیں وہ قرآن کے خلاف نہ بول رہا ہو، کہیں وہ سنت کے خلاف نہ بول رہا ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کچھ ہو اور اسکی سوچ کچھ ہو۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ وہ اپنی زبان کو بند رکھے ورنہ چھوٹی سی زبان سے جو پھسلتا ہے تو جہنم میں جا گرتا ہے۔

صرف یہ زبان ہی ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا تو کافر مومن ہو گیا۔ زبان کے ان لفظوں سے دل نے تصدیق کی ہے وہ مومن ہے۔ اسی زبان سے مومن مرتد بھی ہو سکتا ہے کافر بھی ہو سکتا ہے۔

اسواسطے دین کے امور کے بارے میں عام انسان کو اپنی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ

ایسے گواہ جن کو پسند کرو

گواہوں میں سے جسے تم پسند کرو پیش کردو۔

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى

کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے

اس میں اللہ تعالیٰ نے کاتب سے کہا کہ تم نے لکھنا ہے اور جانبین سے کہا کہ تم نے لکھوانا ہے معاہدے طے کیا ہوا اور ساتھ گواہ بھی بٹھانے ہیں۔

پھر گواہوں کو آرڈر دیا اور اللہ نے فرمایا

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (پارہ نمبر ۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲)

اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں

جب وقت ضرورت پڑ جائے گواہوں کی گواہی لینے کی اور انہیں کہا جائے آؤ تم پاس بیٹھو تو اس وقت گواہی دو اور یہ کہے کہ ہمارے پاس ٹائم نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

میرے حکم پر تم نے ٹائم نکالنا ہے۔

تم نے جا کے گواہی دینی ہے تم نے انکار نہیں کرنا، گواہوں پر گواہی لازم کردی، کاتب پر کتابت لازم کردی، یہ شریعت مطہرہ کے ضابطے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے سہولت پیدا کر رہا ہے کہ ان لوگوں کیلئے بیع سلم جائز ہو اور ان کو طریقہ آتا ہو۔ تاکہ آپس میں کاروبار زندگی میں آسانی پیدا ہو جائے۔

یہ قرآن ہے کہ جس کو پڑھ کے دم کریں تو دل بھی صحیح ہوتا ہے۔ بیماریاں بھی صحیح ہوتی ہیں یہ شان ہے کہ دنیا کا کونسا آلہ ہے اور کونسا آرڈر ہے کہ جس کی عبارت پڑھیں تو بندے کا دل باغ باغ ہو جائے جس کی عبارت پڑھیں تو درد ختم ہو جائے۔

یہ قرآن کی شان ہے کہ مسئلے تو یہی ہیں بیع و شراء کے لیکن لذت اتنی ہے کہ یہ عبارت پڑھیں نماز ہوتی ہے یہ عبارت پڑھیں بیماری دور ہو جاتی ہے یہ ہمارے قانون کی برکت ہے کہ

آنکھوں کی عبادت

میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا۔

اُعْطُوْا اَعْيُنَكُمْ حَظَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ

CamScanner

میرے صحابہ آنکھوں کو عبادت کا حصہ دیا کرو

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَظُّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ؟

پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ آنکھوں کی بندگی کون سی ہے؟

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اَلنَّظْرُ فِي الْمُصْحَفِ

جہاں قرآن لکھا ہو وہاں دیکھو تو یہ آنکھوں کی بندگی ہے۔

وَالتَّفَكُّرُ فِيْهِ (شعب الایمان للبیہقی باب النظر فی المصحف حدیث نمبر ۲۱۴۸)

پھر اس میں تدبر کرو، یہ آنکھوں کی بندگی ہے۔

یہ ہمارے قانون کی شان ہے جو کسی قانون کی شان نہیں ہے۔

مسئلے ہماری دکانوں کے حل ہو رہے ہیں۔

مسئلے ہمارے کھیتوں کے حل ہو رہے ہیں۔

مسئلے ہمارے گلی بازار کے حل ہو رہے ہیں۔

اور جس عبارت سے حل ہو رہے ہیں

وہ عبارت ایسی ہے پڑھ کے پھونک ماریں

تو اس سے بیماری دور ہو جاتی ہے۔

اور پڑھ لیں قبر روشن ہو جاتی ہے۔

اور جو دنیا میں پڑھتا ہے وہ قبر میں بھی جا کے پڑھتا رہتا ہے۔

خالق کائنات نے فرمایا

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ

(پارہ نمبر ۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲)

اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کر لو

فرمایا لکھنا تم نے اس معاہدے کو ضرور ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے

وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

اور اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی

کل جب پروف دینا ہوگا یہ اچھی بات ہوگی جب لکھا ہوا تم پیش کرو گے۔

وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا

اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے

ورنہ آج جو چیز ذہن میں اچھی طرح حاضر ہے۔ مہینے کے بعد آدھی ہو جائے گی دو مہینے کے بعد ختم ہو جائے گی۔

پھر تمہیں شک پڑ جائے گا نہیں نہیں میں نے تو پندرہ بوریاں لینی تھیں یہ مجھے دس بوریاں دے رہا ہے حالانکہ طے دس بوریاں ہوئی تھیں۔

اس واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لکھ لو تاکہ تمہیں شک نہ پڑے۔ خواہ مخواہ برا گمان نہ کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ

مگر یہ کہ کوئی سر دست کا سودا دست بدست ہو

فرمایا قریب ہے پھر لیکن اگر کوئی تجارت ایسی ہو جس میں سودا دست بدست ہو رہا ہو پھر ہماری طرف سے لکھنا ضروری نہیں ہے۔

جب ادھار کا معاملہ ہو تو لکھنا ہے۔

جس وقت سودا دست بدست ہو رہا ہو تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا

تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں

یعنی اگر نہ بھی لکھو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ

اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ (پارہ نمبر۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر۲۸۳)

اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ)

اس مقام پر رب کا نظام دیکھو پہلے رب نے کاتب سے فرمایا کہ تو نے لکھنا ضرور ہے اور گواہی دینے والے نے پورے وقت پر گواہی دینی ہے۔ تو نے یہ نہیں کہنا کہ ٹائم نہیں۔ یہاں پر ان کو کہا جنکا سودا ہے کہ تم نے کاتب کو تنگ نہیں کرنا کہ ہر وقت تم انہیں اپنے لئے بلائے رکھو اور تم نے گواہ کو بھی تنگ نہیں کرنا۔ گواہ کو اپنا کام بھی کرنے دینا ہے اسکو تم تکلیف نہیں دینی۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت میں ہر بندے کے پورے حق کو بیان فرما دیا ہے۔ وہ قرآن جس میں یہ طریقہ لکھا ہو اس پہ صرف اچھا سے غلاف چڑھا کر چوم کر شوکیس میں اس کو رکھ دے تو کیا اللہ اس پر راضی ہوگا کہ تم نے قرآن کا حق ادا کر دیا جبکہ قرآن کہتا ہے تم مجھے پڑھو گے تو پھر حق ادا ہوگا اور پھر جب تم پڑھ کے اس پر عمل کرو گے تو پھر حق ادا ہوگا۔

جس قرآن نے ہماری ہر بات ہماری بہتری کیلئے بیان کی ہے۔ یہ سارے ہمارے فائدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اسے نہ کوئی حاجت ہے، نہ اسے کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔ اس نے بندوں کے

فائدے کیلئے کہا کہ تم یہ بھی کرو اور یہ بھی کرو۔ پھر سب کو سمجھایا اور پھر ہر ایک کی اصل حیثیت کو واضح کیا۔

قرآن کا حق کیا ہے؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پورے قرآن میں

ہماری صبح وشام کا بیان ہے۔

ہمارے دن رات کا بیان ہے۔

ہماری دوکان اور کھیت کا بیان ہے۔

اسکا حق یہ نہیں کہ اسے چوم کے یا سر پہ رکھ کے اس پہ غلاف چڑھا کے اچھی طرح سنبھال کے الماری میں رکھ دیا جائے بلکہ اس کا حق یہ ہے کہ اسکو پڑھ کے زندگی اس کی روشنی میں بسر کی جائے۔

یہ جو آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کا موضوع ہے۔ اس میں میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی بندہ کانوں کی لذت لینے والا ہے اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا کیونکہ نہ اس میں کوئی دوہڑا ہے نہ کوئی قصہ ہے نہ کوئی کہانی ہے لیکن یہ رب کا فرمان تو ہے۔

کیا اتنی لذت کسی شعر میں ہوسکتی ہے؟ جتنی رب کے فرمان میں ہے۔

کانوں کو صوت قرآن کی دھن کا بنا غلام
الفاظ کے استعارے معنی کو فاش کر

چھوڑ دے قصے، قصیدے، رباعیاں
قرآن سے طریق محبت تلاش کر

یہ قرآن مجید ہے جس میں نظام ہے۔ یہ اس کی اپنی علیحدہ شان ہے کہ نظام سب کے کام کرتا ہے لیکن اصل نظام کے بارے میں یہ ہے کہ اس کو چلایا جائے۔ اس کو نافذ کیا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک مسئلے کی وضاحت کیلئے لمبی طویل ترین آیت کا نزول فرمادیا ہے اس کے بعد ارشاد فرمادیا کہ

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ

اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا

یعنی اگر تم نے کاتب یا گواہ کو نقصان پہنچایا تو یہ فسق ہوگا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ سے ڈرو

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتا ہے وہ تمہیں علم دیتا ہے۔

اس امت کی کتنی بڑی شان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سکھانے والا ہوں تم سیکھنے والے ہو۔

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دے رہا ہے۔

وہ انداز قیامت تک کیلئے تھا اس کا طریقہ وہ ہے کہ جس طرح عالم درس دیتا ہے۔ فہم دین کورس ہوتا ہے، یہ سب کچھ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ کا حصہ ہے۔

جس طرح رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پارہ نمبر۱۴ سورۃ الحجر آیت نمبر۹)

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اس میں فرمایا کہ قرآن کی حفاظت ہم کریں گے لیکن حفاظت کروائی حافظوں سے ہے ایسے ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سکھائے گا یعنی میرا دین سمجھنے والے قیامت تک تمہیں دین سکھاتے رہیں گے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ (پارہ نمبر ۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲)

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے

وہ رب صرف دین ہی نہیں بلکہ دنیا بھی تمہیں سکھائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے کہ بندے کو آرڈر پر چیزیں بنوانا پڑیں گی۔ بیع سلم کی بھی ضرورت ہوگی اس واسطے فرمادیا کہ تمہارا قرآن تمہاری دنیا کو بھی صحیح کرنے کیلئے آیا ہے۔ اس واسطے کہ جس نے نازل کیا ہے وہ دین والا بھی ہے اور دنیا کا خالق بھی ہے۔

بیع سلم کی حدیث میں وضاحت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں واضح طور پر بیع سلم کا ذکر موجود ہے۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ مَنْ أَسْلَفَ فِى شَىْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِى كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

(صحیح بخاری کتاب السلم باب السلم فی کیل معلوم: ج1 ص، 298 قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ شریف تشریف لائے، ملاحظہ فرمایا کہ اہل مدینہ ایک سال، دو سال، تین سال تک پھلوں میں سلم کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بیع سلم کرے اسے چاہیے کہ وہ کیل معلوم اور وزن معلوم میں مدت معلوم تک کے لئے سلم کرے۔

بیع سلم کی شرائط

بیع سلم میں مجموعی طور پر چھ شرائط ہیں جب ان کو بیان کر دیا جائے گا۔ تو پھر بیع سلم صحیح ہوگی۔

اختصاراً شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

جہاں بھی بیع سلم کی جاتی ہے وہاں ایک بائع ہوتا ہے اور دوسرا مشتری ہوتا ہے۔

بائع: وہ ہوتا ہے جو چیز بیچنے والا ہو یعنی بیچنے والے کو بائع کہتے ہیں۔

مشتری: وہ ہوتا ہے جو شئی خریدنے والا ہو یعنی خریدار کو مشتری کہتے ہیں۔

رَبُّ السَّلَم: بیع سلم میں خریدار کو رَبُّ السَّلَم کہتے ہیں

مُسلَم اِلَیه: بیع سلم میں چیز بیچنے والے کو مسلم الیہ کہتے ہیں۔

رَاسُ المَال: وہ پیسے جو ابھی ادا کیے جا رہے ہیں اس کو راس المال کیا جائے گا۔

مُسلَم فیه: جس چیز پر عقد سلم ہو اس کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

تو جہاں پر بیع سلم ہوگی وہاں پر چار چیزیں ضرور پائیں جائیں گی۔

(1) رب السلم (مشتری)، (2) مسلم الیہ (بائع)، (3) راس المال (ثمن)، (4) مسلم فیہ (مال)

یہ اس کی ابتدائی تمہید ہے پھر اس میں ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کا خیال رکھے جنکا شریعت مطہرہ نے خیال رکھنا لازمی قرار دیا ہے۔

کچھ ایسی شرائط ہیں جن کو بیان کرنا ہماری سوسائٹی میں ضروری نہیں ہے۔ وہ پیسوں کے لحاظ سے شرطیں ہیں چونکہ اب درہم و دینار کا رواج نہیں ہے کہ ہم ان کی شرائط کو بیان کریں اب اس کی جگہ پر روپیہ ہے اس کا وہ معاملہ نہیں جو سونے چاندی کے سکوں کا معاملہ تھا۔ لہٰذا تین شرائط اس وقت ساقط ہو چکی ہیں۔ باقی شرائط کا لحاظ کرنا اب بھی ضروری ہے۔

پہلی شرط: جو چیز خریدنی ہے اس کی جنس کا بیان ہو۔

مثلاً جوَ لینے ہیں یا گندم لینی ہے۔ یہ بیع سلم کے آغاز میں بیان ہو جائے کہ میں گندم لینا چاہتا ہوں۔

دوسری شرط: اس کی نوع کا بیان ہو۔

کیونکہ گندم کی کئی قسمیں ہیں جو گندم کی قسمیں لینی ہے اس کو معین کرے کہ کونسی قسم کی گندم لینی ہے۔

تیسری شرط: جو چیز خریدنی ہے اسکی صفت کو بیان کرے کہ اعلیٰ ترین گندم لینی ہے یا ادنی لینی ہے یا مڈل درجے کی لینی ہے۔

چوتھی شرط: اس کی اجل یعنی مدت کو بیان کرے۔

وہ کس وقت شی وصول کرے گا۔ پانچ ماہ کے بعد یا دس ماہ کے بعد۔

پانچویں شرط: اس شی مبیعہ کے پیسے فی الفور ادا کرنا۔

یعنی ان پیسوں کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جو ابھی بائع کو دینے ہیں۔

چھٹی شرط: جہاں اس کی ادائیگی ہوگی وہ جگہ بھی بیان کرنا ضروری ہے۔

اگر چیز وزنی خریدی ہے تو بائع یہ کہہ دے کہ کراچی میں میری چیز پڑی ہے وہاں سے لے آؤ تو اس کو لانے میں مشقت ہو اور ڈبل قیمت میں وہ پڑے جائے۔

اس واسطے یہ بیع سلم میں شرائط ہیں۔

جو چیز خریدنی ہے اس کا کیل اور وزن بیان کرنا ضروری ہے یعنی اگر وہ تولی جاتی ہے تو اس کا وزن بیان کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ ماپی جاتی ہے تو اس کی پیمائش کو بیان کرنا ضروری ہے۔ ہر لحاظ سے اس کو بیان کرنا ضروری ہے تا کہ کل کسی لحاظ سے جھگڑا نہ

ہو۔ اور پھر یہاں تک اس کو بیان کیا جائے کہ ادائیگی کہاں ہوگی۔

جس بندے نے کوئی چیز خریدنی ہے وہ گوجرانوالہ کا ہے دینے والا یہ کہے کہ میری چیز لاہور پڑی ہے وہاں جا کر لے لو تو پھر کرایہ پر جھگڑا پڑ جائے گا۔ آج اسی وقت بیع سلم میں بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ چیز کہاں پہ ادا کرنی ہے۔

یہ ساری شرائط جب بیان ہونگی تو ایسے معاہدے کو بیع سلم کہا جائے گا۔

جس وقت آرڈر والی چیز کی مدت بیان کردی اور وہ مدت مہینے سے زیادہ کی تھی تو اس کی وجہ سے آرڈر باطل ہو جائے گا۔ اس کو استصناع نہیں کیا جائیگا۔ اب وہ بیع سلم بن گئی ہے پھر بیع سلم کی شرطیں ضروری ہیں بیع سلم کی ان شرائط کو بیان نہ کیا گیا تو بیع باطل ہو جائے گی۔

پھر اس کا مطلب کیا ہے کہ اب نیا معاہدہ ہوسکتا ہے پرانا معاہدہ کام نہیں کرے گا لیکن ان شرائط کا لحاظ کیے بغیر بیع کی گئی تو دونوں کا رزق حرام کا ہوگا۔ بیچنے والا کا بھی رزق حرام کا ہوگا اور خریدنے والے کا بھی رزق حرام کا ہوگا۔

اس واسطے یہ بات ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ آرڈر پر چیز تیار کرواتے وقت مدت مہینے سے کم بیان کرو اگر ایک ماہ مدت مقرر کی یا اس سے زیادہ کی تو پھر اسی وقت اس شئی کے پیسے پورے ادا کرنا پڑیں گے۔ آرڈر کی صورت میں پہلے سارے پیسے دینا لازم نہیں ہے۔

﴿بیانہ دینا جائز نہیں﴾

استصناع کی صورت میں سارے پیسے دے دے تو جائز ہے لیکن جس کو بیانہ کہا جاتا ہے وہ شریعت میں حرام ہے اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام میں وعدہ کافی ہے۔ وہ رقم جو اس نیت پہ دیتا ہے کہ یہ جو فیس دے رہا ہوں اگر میں نے وہ

چیز نہ خریدی تو یہ پیسے تمہارے ہو گئے۔ اگر خریدوں گا تو پھر کچھ اور دے دوں گا۔ شریعت میں یہ حرام ہے۔ ایسا نہیں کیا جا سکتا وہ کس کے عوض میں لے گا جب اس سے چیز نہ خریدی تو وہ بندہ کس شئی کے عوض میں پیسے کھا رہا ہے۔ اس واسطے بیانے کو ناجائز قرار دیا گیا۔ آرڈر پر تیار کروانے کیلئے پہلے کوئی پیسہ نہیں دینا پڑے گا اور نہ ہی طے کیا جائیگا کہ اتنے پہلے دے دو اور پھر یہ شرط کہ اگر تم نے نہ بنوائی تو یہ پیسے میرے ہیں۔ یہ بیانہ کی تعریف ہے اور یہ ناجائز ہے۔

ویسے اگر استصناع کے شروع میں کچھ پیسے دے دے کہ اس سے میٹر یل خرید لینا اس میں کوئی حرج نہیں مگر یہ کہنا کہ اگر میں نے یہ چیز نہ خریدی تو تمہاری طرف ادائیگی نہیں ہوگی وہ پیسے تیرے ہیں تو یہ حرام ہے۔

اس واسطے اگر کوئی چیز آرڈر پر بنوانی ہے تو مدت ایک ماہ سے کم رکھو۔ اگر ایک ماہ مدت معین کی یا اس سے زیادہ مدت معین کی تو پھر بیع سلم کی چھ شرطیں پوری کرو جن میں پہلی یہ ہوگی کہ سارے پیسے اس شے کے اسی وقت ادا کرنا پڑیں گے۔

مزید چند ضروری باتیں واضح کرنا چاہتا ہوں

حکم استصناع

حکم استصناع کیا ہے؟

اس کے دو حکم ہیں

پہلا حکم

هُوَ ثُبُوْتُ الْمِلْكِ لِلْمُسْتَصْنَعِ فِي الْعَيْنِ الْمَصْنُوْعَةِ فِي الذِّمَّةِ

(الفقہ الاسلامیہ وادلتہ (الدکتور وھبۃ الزحیلی) ج:5 ص،3649 مکتبہ دار الفکر بیروت)

حکم استصناع کا یہ ہے کہ جس وقت آپس میں آرڈر والا عقد ہو جائے تو آرڈر

CamScanner

دینے والے شخص پر پیسے لازم ہو جائیں گے جب اس کو وہ چیز ملے گی اس بندے پر وہ چیز بنانا لازم ہو جائے گی۔

دوسرا حکم

اَلْاِسْتِصْنَاعُ يَنْعَقِدُ لَازِمًا فَلَيْسَ لِاَحَدِ الطَّرَفَيْنِ الرُّجُوْعُ

حکم استصناع کا یہ ہے کہ جب عقد ہو جائے تو چیز لازم ہو جائے گی۔ جانبین میں سے کسی کے لئے رجوع کرنا جائز نہیں ہوگا۔

یعنی تم نے کسی سے کہا کہ کرسی بنا دو تو اس نے کہا بنا دیتا ہوں سب کچھ طے ہو گیا۔ چار دن کے بعد تم یہ کہو کہ میری مرضی نہیں رہی اب اس کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا میں نہیں بنواتا تو شریعت اس موقع پر کہے گی کہ تمہیں یہ کرسی ضروری لینا پڑے گی۔

عقد کے بعد رجوع جائز نہیں

عقد کے بعد وہ چیز لازم ہو گی اب دونوں میں کوئی ایک رجوع نہیں کر سکتا۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق یہ ہے کہ جب عقد ہو جائے تو پھر کسی ایک کیلئے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ بنانے والے کیلئے رجوع کرنا جائز ہے نہ بنوانے والے کیلئے رجوع جائز ہے۔ عقد کے وقت جو کچھ ان دونوں نے طے کیا اس کو پورا کرنا پڑے گا۔ جب وہ چیز اس کو تیار کر کے دے دے گا تو یہ اس کو اس شے کے پیسے دے دے یہ جھگڑا ختم کرنے کے قریب ترین فیصلہ ہے۔

رجوع کی ایک صورت میں جواز

ایک صورت میں رجوع کرنا جائز ہے کہ بنوانے والے نے جو شی کی صفت بیان کی تھی اگر بنانے والے نے ویسی چیز نہیں بنائی تو پھر بنوانے والا انکار کر سکتا ہے۔ کہ میں نے

کہا تھا کہ وہ شے ایسی ہو لیکن تم نے میرے آرڈر کے مطابق نہیں بنائی تو اب شریعت اس بندے کی حمایت کرے گی کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے لہٰذا تم پر لازم نہیں ہے کہ یہ چیز خرید و اور اس کے پیسے دو۔ وہ شے تب لازم ہو گی اور رجوع کرنا ناجائز ہو گا جب اس کے آرڈر کے مطابق بنانے والا بنا دے۔

﴿ایک مسئلہ کی وضاحت﴾

اس سلسلہ میں ایک ضروری مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت کاریگر نے کوئی چیز بنا دی لیکن ابھی تک آرڈر دینے والے نے دیکھی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اس کی بیان کردہ صفتوں کے مطابق بنائی ہو لیکن اس نے ابھی تک دیکھی نہیں ہے۔ تو اس کاریگر کیلئے جائز ہے کہ وہ چیز اور جگہ بھی بیچ سکتا ہے۔ ہاں وعدہ کی پابندی علیحدہ چیز ہے۔ ہو سکتا ہے وہ وعدہ وقت آنے پر دوسری بھی بنا دے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آرڈر کی وجہ سے وہ چیز کہیں اور بیچنا حرام اور ناجائز ہو کہ بنائی تو فلاں کے لئے تھی لیکن دوسرے کے آگے اس کو بیچنا ناجائز ہوا ایسا نہیں ہو سکتا۔

اگر وہی چیز جو کاریگر نے تیار کی تھی کسی اور کے آگے بیچ دے تو یہ جائز ہے۔ لیکن وعدے کی پابندی کرتے ہوئے آرڈر پر چیز تیار کروانے والے کو تیار کر کے دے دے۔

پھر جس وقت کاریگر چیز تیار کر کے بنوانے والے کے پاس لے آیا تو اس وقت کاریگر کا اختیار ختم ہو جائے گا پہلے تو اس کیلئے جائز تھا کہ وہ چیز اور جگہ بیچ سکتا ہے لیکن جس وقت وہ چیز بنوانے والے نے دیکھ لی یا کاریگر اس کے پاس اٹھا کے لے گیا تو اس کا یہ اختیار ختم ہو جائے گا اب یہ دوسری جگہ اس کو نہیں بیچ سکتا۔ اب وہی بندہ خریدے گا

جس کی وہ چیز ہے۔

اس واسطے بنوانے والے کے دیکھنے سے پہلے کاریگر کیلئے اجازت ہے کہ وہ دوسری جگہ بیچ سکتا ہے لیکن جب اس نے بنوانے والے کے سامنے پیش کر دی تو اس نے اپنا اختیار خود ختم کر دیا۔ اس وقت بنوانے والے کی مرضی ہوگی وہ اس کو اجازت دے تو پھر وہ بیچ سکے گا ورنہ اس پر لازم ہے جو چیز اس نے بنوائی ہے وہ چیز ضرور خود ہی حاصل کرے۔

اس سلسلہ میں جو ضروری باتیں تھیں ان کو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

یہ حقیقت میں دین کے فہم کا مطلب ہے کہ دین کے مسائل کو سمجھ کر پھر اس پر عمل کیا جائے اور اس کو پیش نظر رکھا جائے۔ اور یہ ہمارا طرہ امتیاز ہے کہ ہم اپنی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اپنے محبوب علیہ السلام کی مرضی کے مطابق معاہدے کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینی معاملات شریعت کے زیر سایہ سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

CamScanner

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پر نور، شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوھر بار میں ھدیہ درودو سلام عرض کرنے کے بعد!

ربّ ذوالجلال کے فضل اور اُسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام فہم دین کورس میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

"رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید"

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تمام امتوں کا سردار بنایا ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید کو ہر کتاب اور نصاب پر جامعیت عطا فرمائی۔

قرآن مجید کے نزول کے ساتھ پہلے تمام ادیان کو منسوخ کر دیا گیا۔ بالخصوص قرآن مجید کا نزول جن کتابوں کے متصل بعد ہوا۔ وہ لوگ جن کے دل بغض وحسد سے بھرے ہوئے تھے اور جنہوں نے رب ذوالجلال کے آخری پیغام کو اپنی انانیت کی وجہ سے قبول نہ کیا وہ یہود ونصاریٰ پہلے دن سے سازشوں میں مصروف ہو گئے۔

یقیناً ان میں عِدالت پسند اور عادل مزاج لوگ بھی تھے انہوں نے قرآن مجید کی آواز پر اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اس دین کو قبول کیا اور اس کی جامعیت کا اعتراف کر لیا۔

دوسری طرف وہ لوگ تھے جن کا بغض وحسد شعلے مار رہا تھا انہوں نے اس امت کے

CS CamScanner

خلاف سازشوں کا بازار گرم کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں اسلام پہنچا وہاں ان شر پسندوں کا پروپیگنڈہ بھی پہنچا۔

اور پھر جوں جوں اسلام تیزی سے پھیلتا گیا ان کے بغض اور حسد میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ ان کے بس میں یہ نہیں تھا کہ وہ تلوار چلا کر ہر جگہ اسلام کا راستہ روک سکیں۔ بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا لیکن ان کا جو ایک جنرل منصوبہ اسلام کی مخالفت اور اسلام کی دشمنی کا تھا وہ ایک غیر مرئی اور غیر محسوس طریقہ تھا کہ جو افکار مسلم امہ کو اپنی پختگی سے ہٹا سکیں ان افکار و نظریات کو رائج کیا جائے۔

مسلم کی خودی پر حملے کا منصوبہ

انہیں ضرورت تھی کہ مسلمان کو تلوار سے زیر کرنے کی بجائے اسے کوئی ایسی گولی کھلا دی جائے جس کی وجہ سے یہ اپنی حقیقی زندگی سے محروم ہو جائے۔ وہ گولی نصاب تعلیم کی گولی تھی۔ جس کے لئے انہوں نے جدوجہد کر کے وہ مسلمانوں کے میڈیکل سٹور تک پہنچائی۔
اور بعض مسلم امہ کے افراد کو راغب اور مائل کر کے مسلمانوں میں اپنے افکار اپنی سوچ اور اپنے نظریات کو رائج کرنے کیلئے انہوں نے منصوبہ بنایا۔
علامہ محمد اقبال کہتے ہیں۔

سینے میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر

یعنی تلوار سے جب کسی کو موڑا جاتا ہے تو آگے سے ایک سخت ردِ عمل ہو سکتا ہے۔ اور پھر مخالف میں مزید سختی آ سکتی ہے۔ یہ ایک ان کا پرانا حربہ ہے اور ان کی ایک سازش ہے۔

علامہ اقبال اسی حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے ایک ڈھیر

مسلم کی وہ خودی جو ہتھوڑوں سے بھی توڑی نہ جاسکے،
مسلم کی وہ خودی جو تیروں سے چھلنی نہ کی جاسکے۔
مسلم کی وہ غیرت جس کو تلواروں سے کاٹا نہ جاسکے۔

اتنی مضبوط خودی کیلئے ایک خاموش منصوبہ بنایا گیا کہ تلوار چلانا ایک مرئی عمل ہے۔ مارنا اور پھر تلوار کا مضبوطی سے ٹکرانا جس سے آواز پیدا ہو۔ لیکن اس کے مقابلے میں وہ خودی جو تلواروں سے کٹ نہیں سکتی اس کو اگر تیزاب میں ڈبو دیا جائے۔ پھر جوں جوں تیزاب اثر کرتا جائے گا۔ خودی توں توں راکھ بنتی جائے گی۔ اور جل جائے گی۔ نہ تلوار چلانے والا نظر آئے گا نہ تلوار کھاتا ہوا تڑپے گا، نہ شور ہوگا، نہ غوغا ہوگا، نہ یہ ہوگا کہ حملہ ہو گیا اور نہ ہی جسم تڑپتا نظر آئے گا، نہ تلوار کے کسی پتھر سے ٹکرانے کی آواز آئے گی۔

تو یہ ایک باطل کی دسیسہ کاری تھی جو ایک غیر محسوس اور غیر مرئی طریقے سے تھی۔ مسلم

کی وہ خودی جو چٹانوں سے ٹکراتی تھی تو چٹانیں پاش پاش ہو جاتی تھیں۔ مسلمان کی وہ غیرت جس کے سامنے لوہا بھی موم بن جاتا تھا اور مسلم امہ کا وہ جذبہ جس کیلئے دریا بھی خشک ہو جاتے تھے اور پہاڑوں سے چشمے ابل آتے تھے۔ اس خودی پر حملہ کرنے کیلئے جس چیز کو تیار کیا گیا وہ ایک نصاب تعلیم کا حملہ تھا۔ جس کی وجہ سے مسلم امہ کو مختلف محاذوں پر پسپا کرنے کیلئے اپنی زہریلی تدابیر کو شامل نصاب کر دیا گیا اور آہستہ آہستہ وہ نصاب قوم کی رگوں میں یوں اترتا چلا گیا کہ اس کا کڑوا ہونا بھی کسی کو محسوس نہیں ہوتا اور نتیجہ روزانہ کی فکری ہلاکتوں کی صورت میں نظر آ رہا ہے۔

وہ معرکہ تحقیق میں مسلمانوں کے پڑے ہوئے لاشے کہ جن کو اپنے اسلاف کی بھی خبر نہ رہی، اپنی تہذیب کی بھی خبر نہ رہی، اپنی حیثیات کا بھی پتہ نہ چلا، وہ چلتے پھرتے مردہ مسلمان آج اس کارزار حیات میں نظر آنے لگے کہ جس چیز نے اس حیات ابدی کو ختم کرنے کیلئے مذموم کردار ادا کیا۔

وہ غیروں کے بنائے ہوئے ایجنڈے،

غیروں کے بنائے ہوئے نصاب،

نصابوں کے مطابق نسل نو کی پرورش،

جس کا نتیجہ ''الا ماشاء اللہ'' ایک نحوست اور کمزوری اور زوال کی شکل میں ہمارے سامنے نظر آ رہا ہے ایسی صورت حال میں کہ جب ہماری پوری تاریخ میں فتح جذبوں سے اور تجربے سے بھی ہوئی تھی اور باطل کو یہ پہلے دن سے پسند نہیں تھا کہ یہ تین سو تیرہ ہوں تو ہزار سے زائد پر غالب کیوں آ جاتے ہیں؟ اور پھر یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہی نہیں بعد میں بھی ایسے ہی برقرار رہا۔

مسلم کے خون میں جذبہ جہاد

طلیحہ اسدی کے خلاف جب ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام جہاد میں مصروف تھے مسلسل غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی میسر آ رہی تھی تو طلیحہ نے اپنے حامیوں سے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ سبب ایک ہے۔

لَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ اِلَّا وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّمُوْتَ صَاحِبُهٗ قَبْلَهٗ وَاِنَّا لَنَلْقٰى قَوْمًا كُلُّهُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّمُوْتَ قَبْلَ صَاحِبِهٖ

(سنن الکبری للبیھقی)

ہم جب لڑتے ہیں تو ہم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے ہم یہ چاہتے ہیں میری باری بعد میں آئے میرے بھائی اور دوست کی باری پہلے آئے لیکن جن سے ہمارا مقابلہ ہے ان کا ایک ہی ماٹو Mato ہے وہ کہتے ہیں میری باری پہلے آئے میرے بھائی کی باری بعد میں آئے۔

تو یہ وہ جذبہ تھا، یہ وہ چیز تھی کہ جس کو فتح کرنا تلواروں سے مشکل تھا۔ اس کیلئے دیسہ کاری اور سازش سے ایسا پلندہ تیار کیا گیا اقبال نے وہ اپنی نظم ابلیس کی مجلس شوریٰ میں یہ لکھا کہ ابلیس نے یہ تجویز دی۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی
روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

تو وہ جو منصوبہ تھا اس منصوبے کے مختلف حصے ہیں جنہیں آج تک لمحہ بہ لمحہ نصاب تعلیم میں شامل کیا جا رہا ہے یعنی ابھی بھی باطل کا دل نہیں بھرا اور اس کو اطمینان نہیں ہوا۔ اب بھی مزید سازشیں اور ان کے جال بُنے جا رہے ہیں لیکن جو کچھ آغاز میں ہو چکا ہے ہمارے لیے تو وہ مہالک ہی کافی ہیں اور وہ مصیبتیں ہی کافی ہیں۔ ابھی تک ان کا ہم کوئی علاج نہ کر سکے اور ہر سال ہمارے لیے ایک نیا دروازہ نصاب تعلیم کی شکل میں فتنوں کا کھلتا جا رہا ہے۔

اس لیے آج اس پرنور ماحول میں ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ دشمن کا شر کہاں تک پہنچ چکا ہے اور اس شر سے ہم کس قدر اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں اس بات کی وضاحت کی مجھے زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ نصاب تعلیم کے اثرات کتنے گہرے ہوتے ہیں اور نصاب تعلیم کو جراثیم سے پاک کرنا کتنا لازم ہوتا ہے۔

آج یہ تو والدین دیکھتے ہیں کہ ہمارے بچوں کا ناشتہ جراثیم سے محفوظ ہو مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ان کو پڑھایا جانے والا نظریہ بھی جراثیم سے پاک ہو۔ آج (Filterd فلٹرڈ) پانی تو تلاش کیا جاتا ہے مگر بچوں کیلئے (فلٹرڈ) کہانی تیار نہیں کی جا رہی۔

آج کے مسائل میں یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ اگر ایسی صورتحال رہی تو دس سال کے بعد ان کرسیوں پہ بیٹھنے والے لوگ اور ان گلی محلوں میں چلنے والے نوجوان اور پندرہ بیس سال تک جو آنے والی نسل ہے اس میں اور تم میں زمین و آسمان کا فرق آ چکا ہوگا۔ نام مسلمانوں والے ہونگے مگر ان کی سوچ انگریز اور یہودی کی ترجمان ہوگی۔ ابھی بھی بڑی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں مگر اس میں آگے تک دشمن سوچ چکا ہے۔

ہے مداوائے جنون نشتر تعلیم جدید

اسی لیے ہی جب مسلمانوں کے ان تمام تر ماضی کے جو بلند معرکے تھے انکو سامنے رکھا تو دشمن نے کہا کہ ایک ہی اس جنون کا علاج ہے جو مسلمان کو بیٹھنے نہیں دیتا۔

نہ دیکھتا ہے کہ سامنے آگ ہے

نہ دیکھتا ہے سامنے پہاڑ ہے

نہ دیکھتا ہے کہ سامنے پانی ہے

نہ اس کو پانی زیر کر سکتا ہے،

نہ اس کو آگ زیر کر سکتی ہے

نہ اس کو فولاد زیر کر سکتا ہے

اس میں ایک جنوں ہے اس جنوں کا علاج کرنا چاہیے۔

اقبال کہنے لگے انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا۔

ہے مداوائے جنوں نشتر تعلیم جدید
میرا سرجن رگ ملت سے لہو لیتا ہے

اطباء، حکماء جانتے ہیں کہ کچھ بیماریوں کا علاج پچھنے لگا کر کیا جاتا ہے۔ بدن سے خون نکالا جاتا ہے اور جنون کی بیماری کا علاج بھی اسی میں ہے کہ جب کچھ خون نکلتا ہے تو ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں جنون ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جس طرح وہ جنون جو ایک بیماری ہوتی ہے اس کا علاج رگوں سے خون نکال کے کیا جاتا ہے۔

اقبال کہنے لگے۔

مسلمان کا جنون جو بیماری نہیں جو ایمان کا نور ہے جو غیرت کا منظر ہے۔

اور مسلمان کا جنون جو اسے باطل کے نیچے نہیں لگنے دیتا۔

اور مسلمان کا جنون جو اسے بدر و حنین کی گرمی سے گرم رکھتا ہے۔

مسلمان کا جنون جس کی وجہ سے اس نے یہ پالیسی حاصل کی ہے۔

جب رستم کے مقابلے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا کہ ہمیں لڑتے وقت کوئی غم نہیں، کوئی فکر نہیں۔

مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَى الْجَنَّةِ

جو ہم میں سے شہید ہو گیا سیدھا جنت میں گیا۔

مَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ

(صحیح بخاری کتاب الجزیۃ باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الحرب حدیث نمبر 2925)

اور جو بچ گیا وہ تمہاری گردن پہ چڑھ کے رہے گا، وہ گھر نہیں بیٹھے گا وہ باطل پر سوار ہو کر رہے گا، یہ جو جنون تھا ایمانی جنوں تھا، دشمن نے اس کو ختم کرنے کیلئے کہا کہ خون نکال دیا جائے رگ ملت سے۔

آج کا جو ہمارا موضوع ہے ''رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید''

انسانی بدن میں جب جنون کا مرض ہو تو اس کو مٹانے کیلئے تو ظاہری بدن سے خون نکالا جاتا ہے مگر ایمانی جنون کو ختم کرنے کیلئے جو نشتر ہے اس کو لگا کے حقیقی خون نکال لیا جاتا ہے وہ تعلیم جدید کا نشتر ہے۔

ہے مداوائے جنون نشتر تعلیم جدید
میرا سرجن رگ ملت سے لہو لیتا ہے

اقبال نے ان عاقبت نااندیش راہنماؤں کو جنہوں نے قوم کو اٹھا کے مغرب کی دہلیز پر پھینکا اور اپنے عروج کا راز انگریز کی اقتداء اور پیروی میں سمجھا۔

تو اقبال نے کہا کہ "میر اسر جن رگ ملت سے لہو لیتا ہے"

یہ ملت کی رگ سے ایمان کا خون نکال کے اس کو بکری بنا دینا چاہتا ہے شیروں کو بھیڑ بنا دینا چاہتا ہے اور جو فولادی اعصاب والے ہیں ان کو ریتلا بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا نصاب تعلیم کے اندر اس وقت سے یعنی شروع سے لے کر اب تک ہر دور کے اندر تبدیلیوں کا مقصد ایک ہی تھا کہ مومن جس کے اعصاب بڑے مضبوط ہیں اور جو لوہے سے بھی زیادہ طاقتور ہے اور مضبوط ہے اس کو کچھ کنٹرول کیا جائے۔ تلواروں سے تو کمزور نہ ہو سکا تیروں سے تو کمزور نہ ہو سکا اور پھر بم کھا کے بھی کمزور نہ ہو سکا پھر سارے اسلحے آزمائے باطل نے، یہ کمزور نہ ہو سکا۔

تو یہ آخری حربہ تھا جسے آزمایا جا رہا ہے اور جس کے نتیجے میں آج تک مسلسل (معاذ اللہ) روزانہ نصاب تعلیم کو مشق ستم بنا دیا گیا ہے اور اس کے جو برے اثرات ہیں وہ ہمارے سامنے ہمیں نظر آرہے ہیں آج ہم نے اس بات کو اپنے ایمانی جذبہ کے تحت اپنے اندر محفوظ کرنا ہے کہ جہاں جہاں سے چوری ہو رہی ہے اور جہاں جہاں سے لوٹا جا رہا ہے وہاں تمام دروازے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

اور پھر اس بات کا احساس دلایا جائے کہ آنکھ نے جہاں دیکھنا ہو اگر وہاں زہر بھی ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ دیکھنے سے زہر اثر نہیں کرتا ہاتھ نے جہاں لگنا ہے اگر وہاں زہر پڑا ہے تو پھر بھی کوئی خطرہ نہیں ہے مگر جس چیز نے اندر جانا ہے اگر اس میں زہر ہو گا تو پھر کبھی بھی انسان بچ نہیں سکے گا ہمارے دائیں بائیں بہت سے زہریلے مواد ہیں مگر

کچھ چیزیں ہیں جن کا تعلق دیکھنے کے ساتھ ہے۔
اگر ایک پھول پر زہر پڑا ہو آپ نے چونکہ اس کو کھانا نہیں بلکہ اس کو دیکھنا ہے لہٰذا زہر اتنا جلد اثر نہیں کر سکتا جتنا اس وقت کہ جب قریب جا کے سونگھو گے تو پھر وہ زہر اندر داخل ہو جائے گا مگر نگاہ سے وہ اندر نہیں جائے گا۔
لیکن نصاب تعلیم ناشتہ ہے قوم کا۔ نصاب تعلیم یہ شربت ہے
جو کہ جگر تک پہنچتا ہے یہ تیل نہیں کہ جس کی صرف مالش کی جائے یہ جگر تک براہ راست پہنچنے والا زہر ہے اور یہ وہ لقمہ ہے کہ جو انسان کھاتا ہے تو اس کے معدے تک پہنچتا ہے اس میں جو ملاوٹ ہوگئی وہ ڈائریکٹ انسان پر اثر کرے گی اور پھر قوم کے ناشتے میں اور قوم کے لقمے میں نصاب تعلیم کیساتھ جو فکری غذا کے اندر ملاوٹ کی جا رہی ہے اس کے اثرات بھی مرتب نہ ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟
جو زہر کھا رہا ہو زہر کھا کے بچے گا کیسے؟ جو روزانہ کھائے اور پھر اسے پتہ بھی نہ ہو کہ میں زہر کھا رہا ہوں۔ تو یہ ہے باطل کی دسیسہ کاری، انہوں نے زہر کی گولی کو کتنا میٹھا بنا دیا ہے اس پر اتنے رنگ لگا دیئے ہیں اتنے اوپر رس بھر دیئے ہیں کہ کھانے والا فریب خوردہ ہو چکا ہے اسے خبر نہیں کہ میں زہر کھا رہا ہوں، اپنی جان کا میں خود قاتل بن رہا ہوں۔
ہم نے قرآن وسنت کے پانی سے زہر کی گولی پر جو مٹھاس لگی ہوئی ہے اسکی مٹھاس کو اتار کے قوم کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ہیں وہ "موت کے سوداگر" جو تمہیں یہ گولیاں کھلا رہے ہیں اگر اپنی قومی حیات چاہیے تو پھر ان گولیوں سے بچنا ہے جو فرنگی دکانوں سے ہمیں کھلائی جا رہی ہیں۔

CamScanner

برصغیر میں انگریز کے آنے کا مقصد

اس سلسلہ میں جو ہمارا پہلا دور ہے وہاں سے ہم اپنی تاریخ برصغیر پاک و ہند کے لحاظ سے اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے آج تک پہنچتے ہیں۔

"اَلْعَالَمُ الاِسْلَامِیْ وَالْاِسْتِعْمَارُ" نامی ایک کتاب ہے جس کے مصنف "انور الجندی" ہیں انہوں نے اس کتاب میں تمام حالات کا تذکرہ کیا کہ جب یہاں پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر انگریز آئے اور پھر آہستہ آہستہ وہ مضبوط ہوتے چلے گئے ان کا مقصد تجارت نہیں تھا، ان کا مقصد یہاں کے مسلمانوں اور عوام کی جو زبوں حالی ہے معاشی طور پر اس کو درست کرنا ہرگز نہیں تھا۔ وہ کیا کرنے آئے تھے؟ ان کا مقصد مسلمانوں کی درس گاہوں پر کنٹرول حاصل کرنا تھا کہ۔

یہ مدرسہ پاور ہے۔

مدرسہ مسلمانوں کا سب سے بڑا جذبوں کا کھیت ہے۔

مدرسہ سے نسل نو میں تابندگی آتی ہے۔

مدرسہ سب سے بڑی چھاؤنی ہے۔

مدرسہ میں جذبات کی آبپاشی سے فصلیں تیار ہوتی ہیں۔

لہٰذا کسی طرح مدرسہ پر کنٹرول کیا جائے اور اس کو اپنی تحویل میں لے لیا جائے یا کم از کم جہاں بھی رہے اس کے نصاب میں کچھ نہ کچھ مداخلت کی جائے۔

وہ نصاب جو شیر پیدا کرتا ہے ایسا بنا دیا جائے کہ پھر اس سے گیدڑ بنیں اور جس نصاب سے روزانہ مجاہد بنتے ہیں اس کو یوں بدل دیا جائے کہ پھر اس سے پلپلے لوگ تیار ہوں

یہ برصغیر پاک و ہند میں ان کا پہلا کام تھا۔

انگریز چھاؤنیوں پر قبضہ نہیں چاہتے تھے، انگریز ڈائریکٹ فوجوں سے لڑ کر اس وقت وہ فتح نہیں پانا چاہتے تھے، وہ اس میں اپنا نقصان بھی سمجھتے تھے اور ان جنگوں کے لحاظ سے جو بعد میں کچھ ہوئیں بھی تو وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے لیے نفرت زیادہ پیدا ہو جائے گی یہ غیر محسوس طریقہ تھا کہ زہر اس طرح شربت میں گھول کر ان کو پلا دیا جائے۔

اسلامی مدارس انگریز کیلئے بڑا خطرہ

اس پر جب انہوں نے کام کرنا شروع کیا انور الجندی کہتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں انگریز کو سب سے زیادہ خطرہ اسلامی مدارس اور اس میں زیر تعلیم مسلمان طالب علموں سے تھا۔ یہ اصل میں عربی میں کتاب ہے مصری مورخ ہے جس نے برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا نچوڑ نکالتے ہوئے کہا کہ یہاں کے حاکموں سے انگریز کو ڈر نہیں تھا یہاں کی جو باقاعدہ فوجیں تھیں ان سے بھی ڈر نہیں تھا۔

اصل ڈر تھا مدرسہ سے، اصل ڈر تھا مسجد سے۔ مسلمانوں کے ان تعلیمی اداروں سے کہ جس میں قوم کی صحیح تربیت کی جاتی ہے اور قوم کو مواد دیا جاتا ہے اور راہنمائی کی جاتی ہے مزے کی بات یہ ہے کہ جب سے دین اور دنیا میں لوگوں نے فرق کیا اس وقت سے لیکر آج تک علم دین پڑھنے پڑھانے والوں کی حکومت میں واضح قابل ذکر حمایت نہیں جزوی طور پر کچھ بادشاہ حامی رہے۔

آغاز میں تو دین و دنیا اور سیاست یکجا تھیں۔ سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خود ظاہری حیات میں سامنے موجود تھے تو اس وقت تک یکجائی تھی۔ خلافت

راشدہ کے دور میں بھی دین اور دنیا یکجا رہے جس وقت تک یکجائی چلتی رہی تو اس وقت تک اسلامی حکومت علم اور تعلیم کیلئے علمبردار ہوتی تھیں۔

لیکن جب سازش ہوئی اور دین و دنیا کو جدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ شریعت اور سیاست کو جدا جدا کھاتوں میں ڈالنے کی سازش ہوئی تو پھر جو لوگ آتے رہے حکمرانی کیلئے انہوں نے علماء کو اپنے درباروں میں (تلاوت) کیلئے تو استعمال کیا مگر علماء سے پوچھ کر شریعت کا مسئلہ نافذ نہیں کیا۔ انہوں نے کچھ علماء کو خرید کر اپنے حق میں فتاویٰ بھی لے لیے، ان علماء کا کردار محض ربڑ سٹیمپ جیسا تھا، کہ مہر لگا دی اور پھر رکھ دی۔

تو ایسے حالات میں یہ علماء حق ہی تھے کہ جنہوں نے بغیر کسی سرکاری سرپرستی کے دین کا چراغ روشن کیا اور اندھیروں میں اسے بچا کے بھی رکھا، بڑے بڑے طوفان اٹھے، بڑی بڑی اندھیریاں آئیں، بڑے بڑے حملے ہوئے مگر یہ چراغ روشن رہا اور ایک چراغ نہیں ایسے ایسے مردان حق پیدا ہوئے جنہوں نے ایک ایک چراغ سے ایک ایک لاکھ چراغ روشن کر دیئے۔

لہٰذا انگریز سمجھ چکا تھا کہ یہ حکومت کی پاور کو جب اس میں شریعت نہ ہو تو اس کو مٹانا کوئی بات نہیں، اس کو تو خریدا جا سکتا ہے اسی سے کام لیا جا سکتا ہے تو انہوں نے اپنے ایجنٹ مختلف علاقوں میں اور زبانوں میں تلاش کیے مگر یہ اصحاب جبہ و دستار اور اصحاب تحقیق و تدقیق اور یہ اصحاب تدریس و تصنیف اور یہ علماء حق تھے کہ جن کو نہ تو کوئی خرید سکا اور نہ ہی کوئی جھکا سکا۔ اپنے حجروں میں اپنی ناداری کے باوجود اور اسباب کے نہ ہونے کے باوجود ان لوگوں نے دین متین کی شمع کو روشن کیا اور ان کے ٹمٹماتے ہوئے دین کی جو روشنی تھی اس کا خطرہ انگریز کو سب سے زیادہ تھا کہ یہ جو ظلمتوں کو دیس نکالا دینے

ہیں یہ ہیں جو اندھیروں کو مٹاتے ہیں اگر اندھیرا رہے گا تو ہم چوری کر سکیں گے اگر اندھیرا ختم ہو گیا تو ہم تو نظر آ جائیں گے لہٰذا وہ چراغ جو اندھیرے مٹاتے ہیں ان چراغوں کو پھونک ماردی جائے اور انکو بجھا دیا جائے۔

انگریز کا اوقاف کے مدارس پر قبضہ

یہ سازش کرتے کرتے انگریز آگے بڑھے اور پھر اس بات کا اعتراف خود انگریز مصنف نے کیا جس کا نام ہنٹر ہے (Hanter) اور اس نے اپنی کتاب ''مسلم آف انڈیا'' میں لکھا کہ انگریز برصغیر میں اسلام کی دینی تعلیم سے برسر پیکار رہا اس لیے انہوں نے سب سے پہلے اوقاف کے مدارس پر قبضہ کیا۔

انگریز کی جنگ جو برصغیر میں تھی وہ ان مدارس دینیہ کے ساتھ تھی اور آج تک انگریز وہ جنگ لڑ رہا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی خود لڑتا تھا اور کبھی دور بیٹھ کر کسی کے ذریعے سے لڑتا ہے۔ آج تک وہ جنگ مدارس کے خلاف جاری ہے اور یہ جتنے بھی تمہیں مفکر ایسے ملتے ہیں جو مدارس کو بند تالاب کہتے ہیں اور مدارس کو کنواں قرار دیتے ہیں اور مدارس والوں کو غیر مفید قرار دیتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو مغرب کے چرنوں سے چپ کے واپس لوٹے ہیں اور اس ایجنڈے پر ہیں جو مغرب کا سب سے بڑا ایجنڈا ہے۔

یہ صورتحال برصغیر پاک و ہند میں پیدا ہوئی۔ لیکن اس سے پہلے دین و دنیا کی کوئی تفریق نہ تھی ہر مسجد کے مکتب میں ہر مسجد کے حجرے میں سب کچھ پڑھایا جاتا تھا۔

وہاں فقہ بھی تھی

وہاں ریاضی کا علم بھی تھا

وہاں پر تفسیر بھی تھی
وہاں طب کے قوانین بھی تھے
سب کچھ علماء پڑھا رہے تھے اور یہ کام اچھے طریقے سے جاری تھا قوم کی ضرورتیں پوری ہو رہی تھیں۔

مدرسہ کے مقابلے میں سکول و کالج کا قیام

اس کے بعد انہوں نے اپنا نصاب لانچ کیا کامیاب ہو گئے اس بات میں کہ لوگ اب ہماری بات سننے لگ گئے ہیں مدارس کے خلاف ہم نے جو لوگوں کا ذہن خراب کیا اب لوگ ہماری بات سننے لگ گئے ہیں۔انہوں نے اپنے کالج کھول دیئے، اپنے ادارے بنا دیئے، ان کی طرف لوگوں کو کھینچ کر پھر مسلمانوں کے اداروں میں اپنا نصاب لانچ کیا۔ یہ لارڈ میکالے کا نصاب ہے جو آج تک ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اندر جس کے بقایاجات موجود ہیں۔

یہ اس سازش کا حصہ تھا کہ جو مدرسہ کے مقابلے میں ایک علیحدہ ادارہ بنا کر جس سے مدرسہ کمزور ہو جائے ان کی سازش تھی جو کامیاب ہوئی۔ آج اپنے معاشرے میں ڈھونڈو،
مدارس کتنے ہیں اور سکول کتنے ہیں
مدارس کتنے ہیں اور کالج کتنے ہیں
مدارس کتنے ہیں اور یونیورسٹیاں کتنی ہیں
اور پھر تعداد کا تناسب کیا ہے مدرسہ میں کتنے پڑھتے ہیں سکول میں کتنے پڑھتے ہیں

صرف ایک شہر گوجرانوالہ لے لواس کے کالجز وسکولوں اور یونیورسٹیز میں طلبا کی جو تعداد ہے شاید ہی پورے ملک میں دینی مدارس کے طلبا کی اتنی تعداد ہو۔

یہ منصوبہ تھا یعنی پہلے ایک معاملہ تھا اب اس کو جدا کر کے اپنا نظام جب انہوں نے لانچ کیا اس برصغیر میں کون حامی بنے کون اس کو لے کے چلے اور کس انداز میں پھر آج گلی گلی محلے محلے میں اسی ایجنڈے پہ کام ہورہا ہے۔ اور پھر صرف یہاں تک نہیں اس سے آگے روزانہ نصاب کو بدلا گیا۔ نصاب میں تبدیلی کی گئی اور نصاب ایسی چیز ہے افیون کی گولی اور وہ بھنگ کہ جس میں اب طالب علم کو تو پتہ نہیں چلے گا جو بیچارہ ابھی چھوٹا ہے اور اسے پتہ ہی نہیں کہ مجھے کیا کھلایا جارہا ہے غیر مرئی طور پر انسان کو شکار کر لیا جاتا ہے۔

﴿اقبال کی نظر میں جدّت تقلید فرنگی کا بہانہ﴾

اس کی ایک مثال تمہیں دیتا ہوں آپ اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں ہم اپنے موضوع کے ''ان شاء اللہ'' تمام پہلوؤں کو لیں گے لیکن میں اس نکتے پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جس پر اقبال یہ کہنے لگے جس وقت انہوں نے اس نصاب تعلیم کی طرف توجہ کی تو وہ کہتے ہیں۔

اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ

وہ قوم جو ماضی سامنے رکھے اور اپنے مستقبل اور حال کے فیصلے خود کرے اسے تجدید مبارک ہو۔

اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ
لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

اقبال کہنے لگے لوگو! مجھے جدت کے خلاف نہ سمجھو میں بھی جدید علوم کا حامی ہوں، میں بھی جدید علوم جن شرائط کے ساتھ چاہیے میں بھی چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر فرد کا مسئلہ ماضی سے حل کیا جائے۔ لیکن خدشہ مجھے کیا ہے کہنے لگے۔

لیکن مجھے ڈر ہے کہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

لیکن مجھے ڈر ہے کہ آوازۂ تجدید جو کہتے ہیں کہ ماڈل بننا چاہتے ہیں۔

اقبال کہنے لگے کہ خطرہ ہے

مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

یہ ایک بہانہ ہے انگریز کے پیروکار بننے کا، مجھے ڈر ہے جدت سے فرنگی کی تقلید آئے گی اور جدت سے فرنگی کی پیروکاری آئے گی انگریز کی پیروکاری اور تقلید آجائے گی۔

لہٰذا اقبال کہنے لگے جدت ضرور چاہیے مگر جو جدت لوگوں کو عملاً انگریز کا غلام بنادے وہ مسلمانوں کیلئے زہر قاتل ہے۔

نصاب کی تبدیلی سے نظریہ میں تبدیلی کیسے؟

اس سلسلہ میں یہ جو صورتحال نصاب کی میں نے آپ کے سامنے اس کا پس منظر بیان کیا

ہے ایک مثال دیتے ہوئے اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ نصاب سے کس طرح شکار کیا جاتا ہے اور وہ شکار مسلسل کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر اب ہمارے ہاں اس وقت جو (Inter) کی کتاب پڑھائی جارہی ہے۔ اس میں ایک سبق ہے

The road to the East

مشرق کی طرف سڑک

اس پوری سٹوری میں ایک غلط نظریہ بطور خاص وہ بچوں تک پہنچانا چاہتے ہیں ان کا وہ نظریہ صرف پہلے جملے میں نہیں، دوسرے جملے میں نہیں بلکہ سارا سبق پڑھنے میں چھپا ہوا ہے۔ تو اس طرح وہ مفہوم مومن کے دل میں چلا جائے گا حالانکہ وہ نظریہ قرآن پاک کی صریح آیات کی خلاف ورزی ہے۔

﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے غلط نظریہ﴾

پورے سبق میں چھپا کے ایک بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سے تیل اٹھا کے لے آئے باقی سارا ایک سٹوری کا انداز ہے اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سے تیل اٹھانا

اب پڑھنے والا جب پڑھ جائے گا اس کی Vocabulary مضبوط ہو گی سب کچھ ہو گا اس کو یہ پتہ نہیں اس پورے سبق کو چلایا کس مقصد کیلئے گیا ہے یہ جو اوپر زبان کی ملمع کاری کی گئی ہے تو جو کچھ اس کے اندر ہے، وہ سارا قرآن مجید کی آیات کے خلاف ہے۔

CamScanner

کیونکہ ہمارا مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھایا گیا تو قبر اس کی ہوتی ہے جو مر گیا ہو جو فوت ہو چکے ہوں انہوں نے یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی تو تب ہی قبر تیار ہوئی۔

جب کام ان کا شکار کرنا تھا تو سٹوری بیان کرتے کرتے آگے پیچھے چلتے چلاتے بات یہ بیان کر دی اگر نام ہی یہ ہوتا سٹوری کا تو مسلمان بیدار ہو جاتا اس کو بطور موضوع بنا کر بیان کیا جاتا تو کہا جاتا یہ عیسائیت ہے، یہ مرزائیت ہے لیکن انہوں نے اس طرح پردوں میں رکھ کر ساری بات کو بیان کر کے بات یہاں ختم کر دی گئی۔ حالانکہ یہ بچہ جو سٹوری پڑھ رہا ہے یہ جب پیدا ہو رہا تھا تو اس کے گھر میں قرآن بول رہا تھا۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۵)

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا

اور پھر سورۃ النساء میں رب ذوالجلال نے فرمایا۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

(پارہ نمبر ۶ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۷)

اور انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اُن کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ اٹھا لیا ہے

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

اللہ فرماتا ہے کہ نہ انہوں نے قتل کیا نہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پہ چڑھایا ان پر مشابہت ڈال دی گئی۔

ایک ہم شکل تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام انہوں نے لگا دیا اللہ فرماتا ہے ہم نے اپنے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اپنے ہاں آسمانوں پہ اٹھالیا ہے۔

انگریز کا خطرناک طریقہ واردات

یہ ہے ان کا طریقہ واردات، جس کے ذریعے انہوں نے اپنا نظریہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں ڈالنا چاہا، جبکہ قرآن مجید کی نصوص بول رہی ہیں (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) یقیناً انہوں نے قتل نہیں کیا۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ بچے ہمارے ہوں، ٹیچر ہمارے ہوں، گھر ہمارا ہو، سکول ہمارا ہو، کالج ہمارا ہو اور ہمارے قرآن کے خلاف پڑھا جائے اس سے بڑی کوئی بے غیرتی ہو سکتی ہے اس سے بڑا کوئی مسئلہ ہو سکتا ہے۔

ہم یہاں بیٹھ کر ان کی خرافات اپنے کالجوں میں پڑھائیں۔

ان کی خرافات اپنی یونیورسٹیوں میں پڑھائیں۔

وہ کتنے شاطر ثابت ہوئے کہ نہ انہیں آنا پڑا، نہ جانا پڑا، وہ اپنے گھروں میں بیٹھے سب کچھ کنٹرول کر رہے ہیں اور پھر ان کے حواری ان باتوں میں مصروف ہو جائینگے اور اس لیے آج جہاں پر امریکہ کی طرف سے ریفریشر کورس کروائے جا رہے ہیں، با قاعدہ کھیل سپرد کی جا رہی ہے۔ اساتذہ کیلئے امریکہ میں با قاعدہ نصاب بنا ہوا

ہے۔ اور امریکہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اساتذہ کو یہ پڑھانا ہے۔

ہماری ایمانی ذمہ داری

لہذا ہمیں یہ آواز بلند کرنی ہوگی اور قوم کے جو اساتذہ، پروفیسرز اور ٹیچرز حضرات ہیں ان سب کو اس بات کی طرف متوجہ ہونا ہوگا کہ وہ ایسے مقامات پر حساس طریقے سے باخبر رہیں، کہیں کفر نہ کر بیٹھیں اور کہیں کفر کا بازار گرم نہ کریں پہلے نمبر پر تو ارباب حکومت جو نصاب تعلیم میں غیروں کی دلالی کر رہے ہیں انہیں قوم کو معاف کر دینا چاہیے کہ باقی ساری لوٹ کھسوٹ کرتے ہوئے کہ

ہمارا نظریہ بھی لوٹنا چاہتے ہو؟

کیا ہمارا عقیدہ بھی لوٹنا چاہتے ہو؟

کیا ہمارے سینوں سے قرآن بھی لوٹنا چاہتے ہو؟

انہیں اس معاملہ میں تو کم از کم شرم کرنی چاہیے اور پھر وہ جو پڑھانے والے ہیں، ان میں اتنی استعداد ہو کہ وہ بھانپ جائیں کہ زہر پر مٹھاس کہاں لگائی گئی ہے اور شہد کہاں لگایا گیا ہے، انہیں باقاعدہ کلاس میں یہ صورتحال واضح کرنی چاہیے۔

پوری سٹوری لکھی اس لئے گئی تھی کہ مسلم امہ کا جو یہ عقیدہ ہے اس عقیدہ کو معاذ اللہ یوں بدلنا ہے کہ انٹرمیڈیٹ کا بچہ جس نے وہ سٹوری پڑھ لی تو جب وہ بڑا ہو کر میدان عمل میں آئے گا۔ جب اس سے کہا جائیگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں تو وہ کہے گا کہ نہیں نہیں، ہم نے تو پڑھا تھا کہ ان کی قبر بھی بنی ہوئی ہے وہ تو قبر میں ہیں، آسمانوں میں نہیں۔ حالانکہ ایک زندگی انبیاء کی قبروں میں بھی ہوتی ہے مگر ان کی تو کوئی قبر

CamScanner

نہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اٹھایا ہے۔ تو ہمارے بچپن میں جو کچھ نقش ہو جاتا ہے اس کا اتارنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ یہ نقش کالحجر ہوتا ہے جیسے پتھر میں نقش ہو جائے تو مٹتا نہیں ایسے ہی جب یہ خالی تختی ہوتی ہے اس پر جو کچھ لکھا جائے گا اس کو مٹانا پھر مشکل ہو جائے گا۔

﴿بچوں کے لئے والدین کی ذمہ داری﴾

اس لئے آج وقت پر بچوں کو سکول بھیجنا کافی نہیں بلکہ ان کی تلاشی لینا بھی ضروری ہے۔

جب پڑھ کے آئیں تو چیک کرو،

کیا پڑھا ہے اور ان کو کیا پڑھایا جا رہا ہے؟

ان کا نصاب تعلیم کیا ہے ان کو پڑھانے والے کیسے ہیں؟

پڑھانے والوں کا اپنا انداز کیا ہے انکی سوچ کیا ہے؟

کبھی ایک پاؤ گوشت بھی رکھو تو اس پر کپڑا دیتے ہو، سنبھالتے ہو کہیں کوے اٹھا کر نہ لے جائیں۔ لیکن تم نے اپنے جگر کے ٹکڑے کوؤں کے سامنے رکھ دیئے اور سنبھالنے کی کوئی فکر نہیں۔

آج ہماری یونیورسٹیاں امریکہ کی چھاؤنیاں بنتی جا رہی ہیں، وہاں سے ہرکارے چلتے ہیں یہاں لیکچر دینے آتے ہیں اور ہم نے ان کے سامنے جگر کے ٹکڑے نکال کے رکھ دیئے کہ جیسے مرضی کھا جاؤ، چاٹ جاؤ، بوٹیاں لے جاؤ۔

CamScanner

تعلیم جدید میں قرآن وسنت کی خلاف ورزی

تعلیم جدید کا جو یہ ویو ہے جس میں ہمارے اکابر، اسلاف کے نظریات اور خود قرآن و سنت کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہاں پر بڑے حساس طریقے سے آگے گذرنے کی ضرورت ہے۔ میں علی الاطلاق سکول، کالج پر کفر کا فتویٰ لگانے والا نہیں ہوں۔ لیکن اس بات کی طرف متوجہ ہونا لازمی ہے۔ جہاں پر ایسی وارداتیں ہو رہی ہیں وہاں باقاعدہ ایک شعبہ ہو جو کہ ان کو متوجہ کرے اور متنبہ کرے۔

میں ''انجمن اساتذہ پاکستان'' کے احباب سے بھی گذارش کروں گا کہ باقاعدہ ایسی ورکشاپ کا اہتمام کیا جائے جہاں پر اساتذہ کو اکٹھا کیا جائے اور ان کے سامنے یہ بیان کیا جائے کہ یہ صورتحال ہے جس کی وجہ سے آج ملت کو بڑا خطرہ ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جہاں ہم پر نماز فرض کی، روزہ فرض کیا، حج وزکوٰۃ کو فرض کیا، جہاں شراب اور بدکاری سے روکا، وہاں کچھ اور چیزوں سے بھی روکا ہے۔

قرآن وسنت کا مذاق اڑانے والوں کا بائیکاٹ

سورۃ النساء کی آیت نمبر 140 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ

اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا

کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا

وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا

اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ

تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو

اب بطور فرض یہی سبق انٹرمیڈیٹ کا جب پڑھایا جار ہا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسی کلاس میں بیٹھنا حرام ہے۔

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا

کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا

وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا

اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ

تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ

جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں

اور دوسری بھی صحیح ہو ورنہ بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اے میرے رب! اگر کوئی ان کے ساتھ بیٹھ جائے تو اس کے بارے میں تیرا کیا آرڈر ہے۔ اس کی سزا کیا ہے۔

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ

ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو

CamScanner

یعنی اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو تم بھی ان کے ساتھ شمار ہو گئے۔
جنہوں نے آیات کا انکار کیا اور جنہوں نے اس کا استھزاء کیا تو تم بھی انہیں جیسے بن جاؤ گے۔
اس واسطے فوراً ان سے واک آؤٹ کرنا ضروری ہے اور پھر جہاں روزانہ کا سلسلہ ہو تو پھر اس جگہ کو چھوڑنا لازم ہے۔
اس لئے مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تھے نور نگر،
مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تھے بہار نگر
اور تعلیمی ادارے تھے مسلمانوں کیلئے امن کی جگہیں،
وہاں پر مسلم کو کوسا جا رہا ہے۔ بات قرآن وسنت کی خلاف ہو رہی ہے اور پھر اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس طرح کے دھندے عام ہو گئے ہیں۔
گوجرانوالہ کے ایک پروفیسر کے بارے سنا کہ وہ طلباء سے پوچھنے لگا، بتاؤ رب کی (معاذ اللہ) عمر کتنی ہے؟۔ اپنے طور پر وہ بڑا محقق بنا ہوا ہے، رب کی عمر کی تحقیق کرنے لگا ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ

(پارہ ۲۳ سورۃ یٰس آیت ۷۷)

اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے۔
یعنی کیا انسان یہ نہیں دیکھتا کہ ہم نے اس کو ایک قطرہ سے پیدا کیا آج وہ جھگڑتا ہے۔ اور پھر کالجوں میں ایسے مریض ہیں جو اس کو فیشن سمجھتے ہیں۔
کہ اسلامی نکتہ نظر کا مذاق اڑانا، تضحیک کرنا اور معاذ اللہ اسلام کی کمزوریاں بیان کرنا

جبکہ حقیقت میں قرآن میں کوئی کمزوریاں نہیں اور کلاسز کے اندر یہ رواج بنتا جارہا ہے۔

بالخصوص وہ لوگ جو بدعقیدگی کے پجاری ہیں، کلاسوں میں بکواس کرتے وقت ان کو شرم نہیں آتی کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کریمی کے بارے میں بولنا اوران پڑھ قسم کے لوگ "صرف اردو کے دو چار لفظ جن کو آتے ہیں" وہ قرآن کے بارے میں رائے زنی کرتے ہیں یہ سارے اول سے لے کر آخر تک فتنے ہیں۔

میں نے قرآن کی نص آپ کے سامنے پیش کردی۔

جس میں کہا گیا کہ ایسے لوگوں کے پاس بڑوں کیلئے بیٹھنا بھی جائز نہیں چھوٹا تو چھوٹا رہ گیا، چھوٹا تو چھوٹا ہے یہ حکم تو بڑوں کو بھی ہے جو برے اثرات سے بچنے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

کہیں اگر قرآن کے خلاف بات ہو رہی ہو۔

سنت کے خلاف بات ہو رہی۔

شریعت کا مذاق اڑایا جارہا ہو۔

سنت کی تضحیک کی جارہی ہو۔

اسلامی شعائر کو ہلکا بیان کیا جارہا ہو۔

قرآن وسنت کی تعلیمات کو استھزاء کے لہجے میں بیان کیا جارہا ہو۔

ایسے میں اگر تم نے اپنا ایمان بچانا ہے تو وہاں سے اٹھنا لازم ہوگا یا تو اس کا منہ بند کرو، اگر اس کا منہ بند نہیں کر سکتے تو اٹھ جاؤ، اگر نہیں اٹھو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا فیصلہ ہے۔

CamScanner

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ

ایسے بندے کو میں اپنا بندہ نہیں بناؤ گا۔ اس کا شمار انہیں کے ساتھ ہوگا جو قرآن مجید کا انکار کرتے جارہے ہیں۔

گندے نظریات والے کے پاس بیٹھنا حرام

یہ آیت اصل ہے اور اس کے مضمون کی اور بھی آیات ہیں۔

قرآن مجید میں کہا گیا۔

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ نمبر ۷ سورۃ الانعام آیت نمبر ۶۸)

اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

ظالم سے مراد ہے گندی سوچ والا آدمی، غلط نظریات والا آدمی، اس کے پاس نہ بیٹھو، یہ نہیں تھا کہ اس کے پاس بیٹھو گے تو تمہارا جسم پلید ہو جائے گا۔ بیٹھنے سے منع اس لئے کیا گیا کہ تم اس کے پاس بیٹھو گے تو تم اس کی باتیں سنو گے۔ جبکہ اس کی باتیں گندی ہیں، ہوسکتا ہے تمہارا خیال نہ ہو تم نے ذہن تو بڑا بنایا ہو کہ میں نے اس کی کوئی بات قبول نہیں کرنی۔ لیکن عدم توجہ سے بات دل میں پکی ہوسکتی ہے۔

لہٰذا قرآن نے کہا کہ تم ان کے پاس نہ بیٹھو تا کہ وہ نوبت نہ آئے کہ تم اس کے

تیروں کا شکار ہو سکو۔

اب نہ بیٹھنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی باتیں نہ سنیں۔ سارا مقصد اگر نصاب میں شامل کر دیا جائے تو یہ آیات کی خلاف ورزی ہے۔ جن باتوں کو ایک منٹ سننا جائز نہیں تھا وہ باتیں ایک مسلمان کا بچہ سولہ سال تک سنتا رہے اور سولہ سال پڑھتا رہے۔ تو پھر وہ بچ کیسے سکتا ہے؟ اس کی روحانی بقا کیسے ہوگی؟

اس واسطے اس قرآنی فیصلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے پوری طرح اس وقت بیدار ہونیکی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے جو روزانہ کے فتنے اور سلسلے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ہندوستان میں ان چیزوں کا آغاز تھا جو میں نے حوالہ جات دیئے۔ اس کے بعد سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ پھر جدت کا منہ بھی کھلا اور آگے یہ سلسلہ چلا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مدارس پھر بھی آباد رہے چلتے چلتے آج کے حالات میں سب سے بڑا مسئلہ امریکہ کیلئے پاکستان کے مدارس ہیں۔

امریکہ کیلئے خطرہ پاکستان کے مدارس

جب بھی امریکہ میں تھنک ٹینک کی میٹنگ ہوتی ہے تو باقاعدہ ان کی رپورٹ میں یہ لکھا ہوا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ بچ جاؤ تو پھر پاکستان کے مدارس بند کراؤ، یا کم از کم ان کا نصاب تبدیل کراؤ، یہ دو نکتے ان لوگوں کے سامنے ہیں۔ اب بھی وہ راضی نہیں کہ اگر قوم کے ایک شہر کے بیس لاکھ بیٹوں میں سے ہزار دین پڑھتے ہوں انہیں پھر بھی پسند نہیں، باقی کو شکار کر کے پھر بھی وہ راضی نہیں اب بھی کہتے ہیں کہ یا تو مدارس کو بند کر دو یا پھر ان کا نصاب تبدیل کرو۔

ان کی سازشیں دن بدن، لحہ بالحہ ہمارے سامنے ہیں جو سب سے زیادہ سیکولر ذہن کا

CamScanner

ہوتا ہے اسے یونیورسٹی کے بورڈ آف گورنرز میں شامل کر دیا جاتا ہے۔
یونیورسٹی آرڈیننس میں اسے جگہ دی جاتی ہے جو پرلے درجے کا سیکولر دماغ والا ہو(الا ماشاء اللہ)اور پھر اس کی سوچ سیکولر ہو۔ ان لوگوں کو یونیورسٹیوں پر مسلط کر دیا گیا اور پھر بورڈ والے نصاب پر ایسے لوگوں کو بٹھا دیا گیا ہے جو اس کے بارے تبصرہ علی الاعلان کر رہے ہیں۔
موجودہ اور سابقہ وزیر تعلیم کے بیانات اکٹھے کرو تو تمہیں اپنی ایمانی روشنی سے پتہ چلے گا کہ ان لوگوں نے ہمارا کس قدر نقصان کر رکھا ہے۔

موجودہ نصاب میں مہلک تبدیلیوں کی نشاندھی

ابھی قریب زمانہ میں جو نصاب میں تبدیلیاں ہوئیں جو حکومت کو سمری پیش کی گئی تھی کہ پہلا نصاب بند کرواس میں یہ خامیاں ہیں وہ نصاب لاؤ جس میں وہ خامیاں نہ ہوں ان کے بقول کونسی کونسی خامیاں تھیں جنکی نشاندہی کی گئی تھی۔

نصاب میں تبدیلی کی پہلی وجہ

ان میں ایک خامی یہ تھی کہ ہمارے نصاب میں بچوں کی سوچ ہندوستان کے خلاف بنتی ہے اور بچوں کی سوچ اسرائیل اور برطانیہ کے خلاف بنتی ہے۔ بچوں میں اسرائیل، انڈیا اور برطانیہ کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تو امن عالم کیلئے خطرہ ہے۔ لہٰذا بورڈ نے حکومت کو سفارش کی کہ نصاب وہ بناؤ جس کو پڑھ کے بچے کے ذہن میں ہندو سے دشمنی کا خیال نہ آئے، بچے کے ذہن میں اسرائیل کی دشمنی اور نفرت پیدا نہ ہو۔ وہ نصاب بناؤ جس سے نفرت مٹ جائے اور ہندوؤں عیسائیوں اور یہودیوں کی محبت

CamScanner

پیدا ہو جائے یہ ایک سفارش تھی۔

﴿نصاب میں تبدیلی کی دوسری وجہ﴾

پھر یہ کہا گیا ہماری تاریخ میں جن لوگوں پر فخر کیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔

ان کے با قاعدہ نام لئے گئے کہ محمد بن قاسم پر فخر کیا جاتا ہے اور محمود غزنوی پر فخر کیا جاتا ہے اور سلطان محمد غوری علیہم الرحمہ والرضوان پر فخر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے نام تاریخ سے نکالے جائیں۔

حضرت محمد بن قاسم کو باقاعدہ جابر حملہ آور قرار دیا گیا۔ راجہ دھر کی تعریف کی گئی اور پھر اس انداز میں ان سے اتنی نفرت پیدا کی گئی با قاعدہ اس رپورٹ میں لکھا ہے کہ محمود غزنوی اور سلطان محمد غوری کے بعد جو رحمۃ اللہ علیہ آتا ہے یہ کاٹ دیا جائے ان کے ناموں کیساتھ بھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ لکھا جائے کیونکہ اس سے بھی ان کی شان بنتی ہے اور ان کے لئے دعائیں ہو رہی ہیں یہ ناجائز حملہ آور تھے۔

یعنی اس رپورٹ میں وحدت ہند اور ہندو قومیت کا اثر ہے کہ انہوں نے چونکہ ہند پہ حملے کیے، یہ ظالم لوگ تھے (معاذ اللہ) ان کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہیں لکھنا چاہیے۔

﴿نصاب میں تبدیلی کی تیسری وجہ﴾

اور پھر نصاب تعلیم میں جو کہا جاتا ہے کہ

ہماری تاریخ مکہ شریف سے اسٹیچ ہے۔

ہماری تاریخ مدینہ شریف سے اسٹیچ ہے۔

ہماری ہند کی تاریخ محمد بن قاسم سے انیچ ہے۔

یا جو عرب سے شیوخ آئے تھے ان سے انیچ ہے۔

لہٰذا یہ غلطی ہے جبکہ

ہماری تاریخ ٹیکسلا سے ہے

ہماری تاریخ ہڑپہ سے ہے۔

ہماری تاریخ موہنجو دہڑو سے ہے

یہ سفارشات حکومت کو کی جا رہی تھیں۔

﴿نصاب میں تبدیلی کی چوتھی وجہ﴾

پھر اس بات کو بھی واضح کیا گیا کہ جہاں جہاں بھی امت کی عظمت جہاد سے بیان کی جاتی ہے اس کو ختم کر دیا جائے اور پھر جو کچھ باہر ہو رہا ہے۔

مثلاً ترکی میں کہا گیا کہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

(پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۱۹)

بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے

اسی آیت پر پابندی لگا دی جائے کیونکہ اس سے غیر مسلموں کی دل شکنی ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں ہم کہاں سے لائیں وہ شیشے جن میں غیر مسلموں کے دل محفوظ رکھیں۔ رب کا یہ حکم بھی چھوڑ دیں کہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے

تو وہاں کے نام نہاد سیکولر دماغ والے مصطفیٰ کمال نے جو کہا کہ اس آیت کو نہ لکھا جائے اور نہ پڑھا جائے، وہی سوچ یہاں بھی پہنچ گئی اور کہا گیا کہ اس آیت کو نہ لکھا جائے اور نہ ہی اسے پڑھا جائے اس لئے کہ اس سے یہودیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

ان کا بھی تو دین ہے کیوں کہتے ہو کہ دین صرف اسلام ہے، یہ آیت سن کر عیسائیوں کو تکلیف ہوتی ہے اب ایسے مصلح اگر مومنوں سے پیدا ہو جائیں تو

کفر از کعبہ برخیزد کجا مانند مسلمانی

اگر مسلمان یہ بات کرے تو کافر کیا کہے گا۔

کہ ایسی آیات نکال دو اور جہاد کی آیات نکال دو۔ ہمارے ہاں جہاد کی سورتوں کو سلیبس سے نکالا گیا، یہ ساری افسوس ناک صورتحال ہے۔

﴿تبدیلی نصاب کے بعد ایک اور حملہ﴾

اب جس قدر رہزنی نصاب کی ہوگئی ان کو اطمینان نہیں ہے۔

"مجتمع" اخبار جو عرب سے چھپتا ہے اس میں باقاعدہ اس بات کے دلائل دیئے گئے۔

اب جو امریکہ اور برطانیہ کی کوشش ہے وہ یہ ہے کہ جیسے ہمارا ورلڈ آرڈر ہے (وہ اس طرح کہ یہ ہر ملک میں داخل ہو چکے ہے)

جو ہم ان سے کہتے ہیں وہ کرتے ہیں،

جس کو ہم لانا چاہتے ہیں وہ آتا ہے،

جو ہمارا ایجنڈا ہوتا ہے۔ وہ حکومت کرتی ہے،

جسے دیگر معاملات ہیں ایسے ہی نصاب تعلیم بھی اقوام متحدہ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہ ان کی تجویز آچکی ہے۔ یعنی ان کے ایجنٹوں نے جتنا بگاڑ پیدا کیا وہ کیا لیکن اب بھی وہ راضی نہیں اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ نصاب تعلیم اقوام متحدہ جو نسلوں کا ایک ٹولہ ہے، مسلم امہ کے خون بہانے کا ایک گروہ، جو لٹیروں کا ایک طبقہ ہے، اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

یہ دن بھی آنے تھے کہ مسلمان کا بچہ پڑھنا چاہے تو صرف وہ پڑھ سکتا ہے جسے امریکہ پاس کرے، وہ پڑھ سکتا ہے جسے برطانیہ پاس کرے، وہ پڑھ سکتا ہے اسرائیل پاس کرے یہ بھی سارا اسی کا حصہ ہے کہ

ہے مداوائے جنون نشتر تعلیم جدید

میرا سرجن رگ ملت سے لہو لیتا ہے

ابھی لہو لینے کا سلسلہ باقی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ پھر بھی جان ان میں کیوں ہے؟، ابھی تک زندہ کیوں ہیں؟ ابھی مزید لہو ان کا نکالو۔ پھر چلتے چلتے یہ بات بھی کہی گئی جو ہمارے ریکارڈ میں موجود ہے۔

﴿مدارس کے نصاب کی تبدیلی امریکہ کا ہدف﴾

امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے 11 مارچ 2004ء کو کانگرس میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ ”جو دینی مدارس کے نصاب ہیں ان کا تبدیل کرنا ہمارا ہدف ہے“

امریکہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو جو ہر وقت مروڑ ہے وہ دینی مدارس کے نصاب کا ہے۔ یعنی یہ امریکی کانگرس میں وزیر خارجہ یہ زور دے رہی ہے کہ نصاب ہم خود بنائیں اور

مسلمان کے حکمرانوں کو دے دیں کہ اس کو نافذ کر دو۔ اور دن بدن معاذ اللہ ایسی صورتحال بنتی جارہی ہے،

مدارس سے اپنے مطالب اخذ کرنے کیلئے کچھ لوگوں کو خرید لیا گیا ہے، ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگ حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے والے، چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والے، حکومت کے خلاف ریلیاں نکال کے فنڈ لینے والے۔ ایسی بہت سی قومیں سوسائٹی میں آ چکی ہیں جو سودے باز بھی ہیں، سوداگر بھی ہیں۔ دن رات اس دھندے میں مصروف رہتے ہیں۔

اس واسطے مدارس کا مستقبل مزید مخدوش ہوتا جارہا ہے۔

مدارس کی علمی سوغات کا اثر

اگر مدارس میں نور ہوگا تو پھر وہ نور یونیورسٹی میں بھی آ سکتا ہے اور وہ کالج میں بھی آسکتا ہے۔

اب تک یونیورسٹی میں مدرسے کا اثر ہے

اب تک جو یونیورسٹی میں حرارت ہے

اب تک جو کالج میں دین کا رنگ موجود ہے

وہ اس مدرسے کا اثر ہے۔

اگر کہیں گورنر میوزک کی کلاسیں لگاتا ہے۔

اس وقت جو ہمت آگے آتی ہے تو وہ مدرسے کا اثر ہے۔

جس نے یونیورسٹی کے طالب علم کو بولنے کی ہمت دی کہ ہم میوزک پڑھنے نہیں آئے

ہم تو یہاں قوم کا نور لینے کیلئے پہنچے ہیں۔
خاص سکولوں میں اب باقاعدہ چوتھی کلاس سے ان کے سلیبس میں رومانی کہانیاں رکھ دی گئیں اور پھر باقاعدہ ان کو پڑھایا جارہا ہے انہیں سیکس کی تعلیم دی جارہی ہے۔ یہ صورتحال جس وقت قوم میں آچکی ہو اور حق پرست اپنی منکار زیر پر کر کے بیٹھ جائیں تو پھر کیسے گزارہ ہوسکے گا۔

ایسے پرفتن دور میں ہماری ذمہ داریاں

اس لئے آج کے اس اجتماع میں ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اس پر پہرہ دیں کہ اول تو بچوں کو ایسا نصاب پڑھاؤ جن میں ایسی خامیاں نہ ہوں۔ ہمارے ملک میں پرائیوٹ سکول بھی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ پرائیوٹ سرکاری سے چار قدم آگے ہیں۔ سرکاری پرائیوٹ سے چار قدم آگے ہیں۔ پہلے دن بچے کے گلے میں عیسائیوں کی علامت ٹائی کی صورت میں لٹکائی جاتی ہے اور ان کو ایسا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ تو جو پرورش اس طرح پائے گا وہ کل شاہین کیسے بنے گا؟

وہ شکست خوردہ شاہین جو پلا ہو گرگسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے راہ و رسمِ شاہنشاہی

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سن لو اور مائیں اس کی طرف اچھی طرح توجہ کریں۔

نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نوجوان

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

خَيْرُ شَبَابِكُمْ مَنْ تَشَبَّهَ بِكُهُولِكُمْ،

(شعب الایمان فصل فی حجاب النساء والتغلیظ فی ستر ہن ج ۶، ۵ص ۷۸۰)

تمہارے نوجوانوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی مشابہت بوڑھوں کے ساتھ ہو۔

خَيْرُ شَبَابِكُمْ مَنْ تَشَبَّهَ بِكُهُولِكُمْ

تمہارے نوجوانوں میں اچھا وہ ہے جس کا چال چلن بوڑھوں والا ہو۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ تھا کہ بعد کا زمانہ پہلے سے بدلا ہوا ہو گا۔ آج اپنے بوڑھوں کو دیکھ لو جو بچہ ہے وہ اپنا فیشن کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ بچہ ہے بچوں کے اپنے کپڑے ہوتے ہے۔ بچوں کا اپنا انداز ہے۔ اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ بچوں کو جو کچھ پہنا دیں اس پر کوئی گرفت نہیں، مائیں اپنے بچوں کو جو چاہتی ہیں فیشن ایبل انداز میں کپڑے دے دیتی ہیں۔۔

میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم بچوں کو جدا نہ سمجھو بلکہ تم میں بچے وہ بہترین ہیں جو چال چلن میں بوڑھے لگیں۔ فیشن نہ ہو سر ڈھانپا ہوا ہو، سر پہ عمامہ ہو اور پھر اگر داڑھی کی رُت آ گئی ہو تو چہرے پر داڑھی ہو۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اب بوڑھا ہو گیا ہے اس لئے اب اس نے داڑھی رکھ لی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

خَيْرُ شَبَابِكُمْ مَنْ تَشَبَّهَ بِكُهُولِكُمْ،

(شعب الایمان فصل فی حجاب النساء والتغلیظ فی ستر ہن ج ۶، ۵ص ۷۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں بہترین نوجوان،

CamScanner

فیشن پرست لوگوں کی نگاہ میں نہیں،

ماہ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں بہترین نوجوان وہ ہے،

جو نوجوان بھی ہو اور سنت کا پابند بھی ہو مجھے اچھا لگتا ہے۔

یعنی جوان ہو کے بھی تقوے کی پابندیوں میں بوڑھا بن جائے، جوان ہو کے بھی اپنے لباس کے لحاظ سے بھی سنت کا پابند ہو، یہ نہیں کہ ابھی تو میں بچہ ہوں اب یہ پہن لوں بڑا ہونگا تو فلاں پہن لوں گا، ابھی بچہ ہوں یہ کرلوں بڑا ہونگا تو پھر یہ کرلوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کی جوانی میں بوڑھاپے والا تقویٰ آجائے اور بڑھاپے والی سوچ آجائے، سر پر عمامہ آجائے اور پھر چہرے پر داڑھی آجائے تو یہ بہترین نوجوان ہے۔

اس سے اگلہ جملہ بھی بڑا خوبصورت ہے اس پر بھی توجہ کی ضرورت ہے۔

﴿شرارتی بوڑھا کون؟﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

وَشَرُّ كُهُولِكُمْ مَنْ تَشَبَّهَ بِشَبَابِكُمْ

بوڑھوں میں شرارتی بوڑھا وہ ہے جو جوانوں سے مشابہت کرتا ہے۔

ہے تو بوڑھا لیکن فیشن کرنے سے اب بھی باز نہیں آتا۔

ہے بوڑھا لیکن پھر بھی شیطانی راہوں پر چلنے سے باز نہیں آتا۔

ہے بوڑھا لیکن اپنے چال چلن سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں ابھی بالکل جوان ہوں حرکتیں ایسی ہیں، بال ایسے ہیں، کپڑے ایسے ہیں، انداز ایسا ہے۔ ساری صورتحال بنتی جارہی ہے کتنا جامع لفظ ہے میرے محبوب علیہ السلام کا بچوں، جوانوں کو بھی نور دیا

اور بوڑھوں کو بھی نور عطا فرما دیا۔

اگر استعمار کے دانت نکالنے ہیں،

اگر افرنگی دوکانوں کے کھلونوں کی جان نکالنی ہے،

اگر انگریز کے چرنوں میں چرنے والوں کو ہدایت دینی ہے،

انہیں متنبہ کرنا ہے تو یاد کرو اس حدیث پاک کو اور ہر طرف پھیلا دو کہ ہمارے نزدیک معیار کسی اور کا نہیں کہ کس کو فلاں منڈی میں پہلا نمبر دیا جا رہا ہے۔ کس کو فلاں بازار حسن میں پہلا نمبر مل رہا ہے۔ نہیں نہیں ہمارے نزدیک پہلا نمبر اس کا ہے جو مدینے کے بازار میں لگتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

جو نوجوان چال چلن میں ایسا ہو جائے کہ اس کو بوڑھوں جیسا خوف آئے اور اور سر پہ عمامہ باندھا ہوا اچھا لباس ہو اور سنت کا پیروکار نظر آئے تو وہ سب سے بہترین نوجوان ہے۔

اس وقت میں ماؤں سے درخواست کروں گا کہ اپنے بچوں کو شروع سے گھٹی اس چیز کی دیں کہ تم فیشن کیلئے نہیں بلکہ تم سنت کیلئے پیدا ہوئے ہو۔ تم رسم کیلئے نہیں تم علم کیلئے پیدا ہوئے ہو۔ اور اس انداز میں ان کو پڑھایا جائے کہ جب بچہ گلی سے نکلے تو یہودی کو بچہ دیکھتے ہی کلمہ پڑھنا یاد آجائے۔

دنیوی تعلیم سیکھنے کی ضرورت

اور پھر جہاں تک جدید علم کو پڑھنے کا تعلق ہے تو ہمارا دین ایک بستی کا دین نہیں بلکہ

CamScanner

پوری کائنات کا دین ہے۔تو اس سلسلہ میں جن کو تبلیغ کرنی ہے۔اگر ان کی زبان نہیں آتی ہوگی تو پھر تبلیغ کیسے ہوگی؟اس نکتہ نظر سے اگر کوئی شخص انگلش پڑھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں وہ پڑھے اور اس میں مہارت حاصل کرے تا کہ ان لوگوں کو سمجھائے تو اچھی طرح سمجھا سکے۔

وہ بھی ناکام مفتی ہے اور وہ بھی فکر اسلام سے بے بہرہ ہے کہ جو انگلش کے پڑھنے پر کفر کے فتوے لیے پھرتا ہو،انگلش ایک زبان ہے،اگر انگلش کفر ہے تو جو پیدا ہی انگریز کے گھر ہوا اور کلمہ پڑھ گیا اسے پھر کیا کہو گے۔اس واسطے کوئی زبان ہے اس کا علم کفر نہیں ہے انگریزی پڑھنا کفر نہیں بلکہ انگریز بننا ناجائز ہے۔

اس واسطے اس انداز کی جو ماڈرن ضرورتیں ہیں،تھوڑا بہت کمپیوٹر جان لینا اور پھر جو کچھ انگریزی اخبار میں لکھا جارہا ہے اس پر مطلع ہو جانا اور پھر اس کا جواب دے لینا ،یہ ایک اسلامی ضرورت ہے۔اگر اس کو پس پشت ڈال کے چلنا ہے تو وہ زمانے کی نبض سے بے خبر ہے۔

غیروں کی بولی سیکھیں لیکن مذہب نہیں

اسلام کیلئے میرے محبوب علیہ السلام نے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان پر لازم کر دیا کہ بولیاں سیکھو تا کہ ترجمے کرو اور ترجمانی کرو،لیکن یہ نہیں ہے کہ جس کی بولی سیکھنی ہے اس کا مذہب بھی اختیار کرنا ہے۔بولی اس لئے سیکھنی ہے کہ اسے اپنا سکھانا ہے۔اسے اپنے رنگ میں رنگنا ہے نہ کہ خود اس کے رنگ میں رنگے جانا ہے۔

ہاں ان لوگوں کو بھی سوچنا چاہیے جن کا فیشن بن گیا ہے روزانہ کہ مدارس دینیہ میں نصاب

میں تبدیلی ہو، ان کو دنیاوی علوم بھی پڑھاؤ، یہ ایک رکا ہوا سمندر ہے، ان کو دنیا کی خبر ہو، ان کو دنیاوی علوم بھی پڑھاؤ۔ اب یہ نعرہ اپنے پس منظر میں یوں غلط ہے کہ

ایک طالب علم ہو ٹیکسٹائل کا اور اس کو کہا جائے کہ آئی سپیشلسٹ کا بھی سارا کورس کرو۔ جو ٹیکسٹائل کا طالب علم ہے اس کو اسی میں سپیشلائزیشن ہوتی ہے، جو اس کا فیلڈ ہو۔

ایک بچہ طالب علم ٹیکسٹائل کا ہو لیکن اسے کہا جائے کہ تم کامیاب تب ہو گے جب تمہیں جگر کی بیماریوں کا بھی علم ہو گا۔ وہ علیحدہ شعبہ ہے یہ علیحدہ شعبہ ہے۔ جو کچھ سوسائٹی کو جاننے کیلئے دنیاوی علم ہے وہ لازم ہے۔

کیونکہ مفتی اس وقت تک مفتی نہیں بن سکتا جب وہ اپنے عرف سے بے خبر ہے۔ تو جب تک مفتی اپنے عرف سے باخبر نہ ہو جائے مفتی نہیں بن سکتا۔ اسے پتہ ہونا چاہیے کہ زمانے کے حالات کیا ہے؟ کیا ایجادات ہو چکی ہیں؟ لوگ ان کو استعمال کیسے کرتے ہیں؟ تب جا کر حلال وحرام کو بیان کر سکے گا۔

یہ معلومات تو ہونی چاہئیں لیکن اگر اس پر لازم کر دیا جائے کہ اس کے نصاب میں تم یہ بھی لے آؤ، یہ بھی لے آؤ پھر دین ختم ہو جائے گا۔

اس مغالطے میں ہمارے کئی لوگ آ چکے ہیں۔ یونیورسٹیاں بنائی تھیں اسلام کے نام پر، چندے لئے تھے قوم سے اسلام کے نام پر اور اب اسلام کی تعلیم کا نام بھی باقی نہ رہا۔ جو پہلے سینکڑوں یونیورسٹیاں کام کر رہی تھیں اس کیلئے نئی یونیورسٹی کی ضرورت کیا تھی؟۔ وہ تو سب کچھ ہو رہا ہے۔ انجینئر بھی بن رہے ہیں، ڈاکٹر بھی بن رہے ہیں۔ کمی تو یہ تھی کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا نائب کوئی نہیں بن رہا اس کی یونیورسٹی بناؤ۔

جو کمی ہے اس کو دور کرنے کیلئے نصاب پھر وہ رکھنا پڑے گا کہ دس بیس سال جس وقت اس کے مکمل ہوں تو اس میں یہ صلاحیت پیدا ہو چکی ہو کہ وہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا پڑھ کر بیان کر سکے۔

سب کچھ بننے سے پہلے مسلمان بنیں

آج ہمارا بیس کیمپ خالی ہوتا جا رہا ہے جبکہ اس کے علاوہ کی کوشش کی جا رہی ہے۔ آغاز تو دین سے ہے کہ دین کے شعبہ میں مکمل دسترس حاصل ہو۔ کسی لحاظ سے اس میں کمی نہ ہو۔ لہٰذا دین کے شعبہ میں کمی نہ ہو پھر دوسرے شعبوں میں بندے بھیجو اور جس کو بھیجو اتنا مضبوط بنا کے بھیجو اسے کوئی گمراہ نہ کر سکے۔ ہر شعبے میں ضرورت ہے۔ کسی شعبے کی ضرورت کا انکار نہیں، ہمارے بیٹے ڈاکٹر بنیں، انجینئر بنیں، سائنسدان بنیں سب کچھ بنیں مگر سب کچھ بننے سے پہلے مکمل مسلمان بنیں۔ سائنسدان ضرور بنیں لیکن سائنسدان بعد میں ایمان پہلے۔ جس وقت ایمان کی پختگی ہوگی پھر جب کوئی نظریہ اسلام سے ٹکرائے گا تو یہ بچنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

علامہ اقبال کی ایمانی سوچ

علامہ محمد اقبال باہر پڑھنے کیلئے چلے گئے تھے لیکن جب پڑھ کے آئے تو یورپ کی جھیلوں میں ڈوب ڈوب کے اور غوطے لگا کے اقبال جب کنارے پر بیٹھے تو اس مرغابی اور بطخ کی طرح جس نے بڑے بڑے دریا اور جھیلیں عبور کی ہوں اور پھر پر جھاڑ کے صاف ستھری ہو کر بیٹھ گئی اس طرح کہ کبھی یہ ڈوبی بھی نہ تھی۔

اقبال جب کنارے پہ آئے تو کہنے لگے

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

پہلے اتنی پاور بندے میں موجود ہو تو پھر غوطہ لگائے اور جا کر ڈوبے لیکن جس نے ڈوب کر ڈوب ہی جانا ہے اس کو ہم کیوں اجازت دیں؟ اسے تو وہاں تک چلنا چاہیے جہاں تک اس کی بقا موجود ہے۔

اسواسطے علامہ اقبال کہنے لگے

بے دین ہو یہ قوت تو ہے زہر ہلاہل

ہو دین کے تابع تو ہر زہر کا تریاق

مسلمان علم کا دشمن نہیں، ہم کسی بھی علم کے مخالف نہیں ہیں، ٹیکنالوجی ریسرچ اور سائنس کے اس انداز میں بیٹے آگے بڑھیں تو ضرور بڑھیں، مگر ان کے علم کی پاور دین کی پاور کے نیچے ہو۔ اگر ایسا ہو تو پھر جب پڑھیں گے تو زہر کیلئے تریاق بن جائیں گے۔

اور اگر دین کا پٹہ گلے میں نہ ہو تو پھر جب پڑھیں گے تو زہر کھا جائیں گے۔ صرف یہ ہمارا جھگڑا ہے صرف اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ

بے دین ہو یہ قوت تو ہے زہر ہلاہل

یعنی اگر بندے کے علم کی قوت بے دین اور سیکولر ہو تو پھر یہ قتل کرنے والا زہر ہے۔ سائنس خود بندے کو قتل کرنے والی ہے۔ اگر پڑھنے والا بے دین ہے وہ سب کچھ کر کے غیر کی جھولی میں سب کچھ ڈال دے۔

CamScanner

بے دین ہو یہ قوت تو ہے زہر ہلاہل
ہو دین کے تابع تو ہر زہر کا تریاق

اگر علم دین کے تابع رہے گا تو پھر ہر زہر کا تریاق بن جائے گا۔

یعنی اگر وہ میڈیکل ڈاکٹر بن گیا تو پھر وہ سوداگر نہیں ہوگا بلکہ وہ انسان کا خادم ہوگا۔ اگر وہ انجینئر بن گیا تو وہ مسلم فورس کا ستون ہوگا۔ اگر یہ صورتحال ہو تو پھر وہ ہر زہر کیلئے تریاق ہوگا پھر اس کی سانس سانس سے نور بٹے گا۔

رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید کا مطلب

لہٰذا ''رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جدید علوم حاصل نہ کئے جائیں اس کا یہ مطلب ہے کہ پہلے کچھ اتنا دین پڑھ لیا جائے کہ کوئی بندے کو ڈبونا چاہیے تو اس سے ہاتھ چھڑا سکے اور تیراکی کا ہنر اس کو آتا ہے۔ اگر کہیں کسی کے قابو آ جائے تو تیر کے بھی پار ہو سکے یہ ہمارا مطلب ہے۔

علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

نئی بجلیاں کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے ہے جنکی آستیں خالی

نئی بجلی تب ہوگی جب پرانی بجلی ہوگی، پرانی نہ ہو تو نئی کہاں سے آئے گی۔ یہ بھی ہمارے مدارس دینیہ والوں کی غلط فہمی ہے کہ جنہوں نے نصاب میں تبدیلی یہاں تک کردی کہ ان کو نہ عبارت پڑھنی آئے، نہ مذہب کی سمجھ ہو، نہ مناظرہ، نہ تحقیق اور نہ ہی استنباط اور نہ ہی استدلال، صرف اردو ترجمے پڑھ کر وہ گذارہ کرتے پھریں۔ تو یہ کوئی

CamScanner

کام تو نہیں ہے مزہ تو یہ ہے کہ ضمیر اتنا بیدار ہو جائے کہ بچہ آپ کا ہو اور وہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضا میں بات کر سکے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لکھا ہوا سمجھ سکے۔

﴿دینی مدارس کے نصاب کی اہمیت﴾

اس انداز میں آج دینی مدارس کے نصاب پر مسلسل حملہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جن بحثوں کی اب ضرورت نہ رہی ان سے صرف نظر کچھ کر لیا جائے مگر بالکل چھوڑا نہ جائے کیونکہ وہ سارے اعتراضات جن کا جواب فلسفہ میں دیا گیا، جنکا جواب ہمارے عقلی علوم میں موجود ہے، علم کلام میں ہے، وہ تو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، آج بھی مستشرق ہماری کتابیں پڑھ رہے ہیں۔

اگر ہمارے بیٹے خیالی وغیرہ، شرح عقائد نہیں پڑھیں گے تو دشمن کے پاس جو سوال ہو گا وہ کریں گے تو دس سال بعد جب کتاب کا نام ہی نہیں آتا ہو گا تو یہ سوال کا جواب کیسے دے سکیں گے؟

ہمارا شرارتی دشمن ہماری کتاب سے اعتراض پڑھ لے گا اور ہمارا بیٹا جواب پڑھا ہوا نہیں ہو گا۔ اس لئے اس کے کچھ سپیشلسٹ ہونے چاہیں۔ لوگ قدیم علوم کو ہو بہو پورا اپنے ذہن میں رکھیں اور پھر معاشرے اور ماحول سے مکمل طور پر باخبری ہو جو کچھ قوم کو دینا ہے وہ تو اصلی اور خالص ہو۔

اب ایک شخص ایسا ہو کہ اس کے پاس قرآن وسنت کا علم کچھ نہیں اسے انگلش آتی بھی ہو تو فائدہ کیا ہے وہ تو ہے ذریعہ اظہار اور ذریعہ اظہار سے جس کا اظہار کرنا تھا وہ کچھ نہ ہو تو ذریعہ اظہار کو کسی نے پلے باندھ کے کیا لینا ہے۔

اس واسطے اس میں اتنی گہری تحقیق کی پاور ہوتا کہ اس کو آگے بیان بھی کر سکے تو پھر یہ سلسلہ نور علیٰ نور ہو جائے گا۔ اس واسطے ان ساری چیزوں کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

﴿نصاب تعلیم کے خدوخال﴾

بالخصوص ہمارا جو نصاب تعلیم ہے۔ اس میں ایک بات عمومی طور پر ترک کردی جاتی ہے، ہم پہلے دن طلبا کو یہ سبق دیتے ہیں کہ یہ ذہن میں رکھنا ہے۔ جبکہ سکولوں میں آخر دن بھی وہ نہیں پڑھایا جاتا۔ وہ سبق کون سا ہے؟ قرآن مجید نے نصاب تعلیم کا خدوخال بیان کیا ہے۔

سورۃ قصص میں قارون کی بات ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ

تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں

یعنی قارون اپنی قوم میں اپنی زینت کے ساتھ نکلا۔

اسواسطے کہ وہ بڑا مالدار تھا استقبال بڑا عجیب تھا اور اس کا لباس بڑا عجیب تھا۔ زرق برق کپڑے پہن کر شان و شوکت سے باہر نکلا تو اس کو دیکھنے والے دو طبقے تھے قرآن مجید نے ان کا ذکر کیا۔

قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا

بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں

اسکی چمک کو دیکھ کر ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی کا ارادہ کرتے ہیں جو دنیا دار تھے انہوں نے کہا کہ

یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ

(پارہ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۷۹)

کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے

ان کی رال ٹپکنے لگی، ان کو لالچ پیدا ہوا اور پھر وہ قارون پر فدا ہونے لگے، اور کہنے لگے کہ زندگی تو یہ ہے جو قارون کی ہے، کتنے پیسے ہیں؟ کتنا سونا ہے؟ اور کتنا چاندی ہے؟۔ اس کا تاج سونے کا چمک رہا ہے۔ کتنے قیمتی ہیرے اس کے تاج میں جڑے ہوئے ہیں؟

اہل علم اور دنیا دار کی سوچ میں فرق

یہ کچھ لوگوں نے دیکھا اور کہنے لگے

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ

کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے

یہ تو بڑا قسمت والا ہے اس کو بڑا حصہ دیا گیا یہ پہلو پیش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرا پہلو پیش کیا۔

اسی مجمع میں کچھ اور بھی تھے وہ کون تھے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا

یعنی علم والے قارون کی چمک کو دیکھ کر بولے اور پہلے طبقے کو سمجھایا اور کہنے لگے

وَيْلَكُمْ

خرابی ہو تمہاری

ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (پارہ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۸۰)

اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے

یہ قسمت والانہیں قسمت والا وہ ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہو اور ظاہر عمل میں ڈوبا ہوا ہو۔ تم نے غلط کیا اور تم نے قارون کی غلط تعریف کی اور تمہاری رال کیوں ٹپکی؟ تم نے اس کو کامیاب کہا یہ کوئی کامیابی نہیں ہے۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ

ہلاکت ہے تمہارے لئے قارون کی تعریفیں کرنے والو

ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ

اللہ تعالیٰ کا ثواب اچھا ہے

اب نہیں قیامت کے دن مل جائے گا۔ کس کے لئے اچھا ہے؟

لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

جو ایمان لے آیا اور اس نے نیک کام کئے

وَلَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ

اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں

اسمیں اللہ تعالیٰ کا انداز بڑا عجیب ہے۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا

پہلے وہ بولے جو دنیا کے پجاری تھے

پھر کون بولے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

پھر ان لوگوں نے کہا جن کو علم دیا گیا۔

یہ قرآن مجید کا انداز تقابل ہے۔

کہیں دھوپ اور سائے کو اکٹھا بیان کیا۔

گرمی وسردی کا اکٹھا بیان کیا۔

کہیں کفر ایمان کو اکٹھا بیان کیا۔

یہاں علم اور دنیا کو اکٹھا بیان کیا

کہ کچھ ہوتے ہیں دنیا دار اور کچھ ہوتے ہیں علم والے تو اسلامی علم کا نصاب وہ ہوسکتا ہے جس کو پڑھ کے بندہ دنیا کا پجاری نہ بنے، بھوکا رہ کے بھی حق کا اعلان کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

تو جس کے نصاب میں ہے ہی یہ کہ کتنی تنخواہ ملے گی؟ گذارہ کیسے ہوگا؟ اور پھر اس میں مجھے کتنی ترقی مل جائے گی؟۔ یہ اول سے آخر تک جس علم والے کی سوچ ہو وہ علم تو کوئی علم نہیں ہے۔

یہ قرآنی نصاب میں تمہارے سامنے بیان کر رہا ہوں

اُوْتُوا الْعِلْم کی شان یہ ہے کہ

وہ دنیا کے حریص نہ ہوں

وہ دنیا کے مریض نہ ہوں۔

دنیا کو دیکھ کر وہ لالچی مکھی کی طرح چوسنے کیلئے نہ بیٹھ جائیں۔

وہ دنیا کے تیور دیکھ کر اپنے موقف کو بدل نہ جائیں۔

بلکہ ان کے اعصاب اتنے مضبوط ہوں اگر پوری دنیا بھی ایک طرف ہو جائے پھر بھی ان کو جھکایا نہ جاسکے یہ اُوْتُوا الْعِلْم ہیں۔

لہٰذا وہ نصاب قرآنی نصاب ہوگا جو ایسا جذبہ اجاگر کرے پڑھنے والے میں کہ جس کی وجہ سے وہ دنیا کو مسترد کرتے ہوئے محبوب علیہ السلام کے دین پر پہرہ ناداری میں بھی دیتا رہے۔

اہل علم کیلئے بہترین مثال

یہ اصل ہے اگر دنیا پیچھے چلے کسی کے، یہ ٹھیک ہے ہمارے استاد جامعہ مدینۃ العلم کے بانی مولانا محمد نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی حسین مثال دیتے تھے۔

اپنے شیخ کامل حضرت پیر سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کہ حضرت پیر نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس شخص کی شادی شہزادی سے ہو جائے تو شہزادی کی لونڈیاں تو ساتھ آ ہی جائیں گی۔

اور جس کی شادی ہی لونڈی سے ہو تو شہزادی پیچھے نہیں آئی گی۔ جس کی شادی شہزادی سے ہو جائے تو شہزادی کی لونڈیاں ساتھ آ جائیں گی۔

اس واسطے فرماتے ہیں کہ دین کا علم ہے شہزادی جو اس کی طرف آئے گا وہ کسی کی طرف توجہ نہ بھی کرے تو دنیا خود بخود آ جائے گی اور جو لونڈی کے پیچھے لگ جائے اس کے عشق میں ڈوب جائے تو دین والی شہزادی نہیں آئے گی۔

اس واسطے اس صورت حال کے پیش نظر روزانہ نیت صاف کروانا بھی طالب علموں کی ضروری ہے اب سکول اور کالج کے ماحول میں تو کبھی خیال کسی کو آتا ہی نہیں۔ الا ماشاء اللہ اچھے لوگ بھی بڑے ہیں مگر یہ بتانا چاہیے طالب علموں کو، سٹوڈنٹس کو کہ اصل یہ دنیا کمانا مقصد نہیں اصل تم ایک نور حاصل کرنا چاہتے ہو تا کہ اس نور کو اسلام کی روشنی میں شامل کر کے اسلام کی خدمت کی جا سکے۔

اقبال نے جب اس بات کو اپنے انداز میں بیان کیا کہنے لگے

وہ علم نہیں وہ زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جَو

جس علم کا مقصد ہے کہ دو مٹھی جَو مل جائے وہ علم نہیں وہ زہر ہے۔ کہ صرف دو مٹھی جَو

CamScanner

لینے کیلئے سولہ سال لگائے جتنی بھی دنیا ہے وہ دو مٹھی ہے۔

وہ علم نہیں وہ زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جَو

اس واسطے اسلامی نقطہ نظر میں معیشت کو سامنے رکھ کر پڑھنا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہاں ثواب تب ملتا ہے جب معیشت کے معاملات پر توجہ ہی نہیں دی جاتی ایک بندہ ہے جب اللہ کا ہو جاتا ہے رب ذوالجلال خود اس بندے کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّه مَخْرَجًا

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا

وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

(پارہ ۲۸ سورۃ الطلاق آیت ۲،۳)

اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے جو ڈر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو وہاں سے رزق عطا کرتا ہے، جہاں سے کبھی اس نے سوچا بھی نہ تھا۔

خواتین کا تعلیم دین میں حصہ

پھر بالخصوص خواتین کی جو تعلیم ہے اس میں اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ اس امت کا نصف علم ایک خاتون نے روایت کیا۔ نصف دین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا

روایت کردہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلے دن جس شخصیت کا قدم اس دین کی تبلیغ کیلئے اٹھا وہ ایک خاتون ہے جسکو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کہا جاتا ہے۔

اس لئے اس دین کے اندر خواتین کا پورا حصہ ہے یہاں پر ایک بات بڑی ضروری ہے جس کو ہر لحہ یاد رکھنا چاہیے اور اسے بھولنا نہیں چاہیے۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

یعنی جو علم پڑھ کر عورت عورت نہ رہے تو اقبال کہتے ہیں کہ وہ عورت نہیں بلکہ موت ہے۔ اس واسطے علم بڑا ضروری ہے لیکن ان خطوط اور راہوں پر جن کو حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہما نے ہمارے لئے متعین کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اس پیغام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ کی حمد وثناء اور حضور پرنور، شافع یوم النشور، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔ رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج فہم دین کورس میں ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام شرکت کی سعادت نصیب ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

”جب رسالت خود نعرہ زن ہو“

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اسکے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر خود گواہی دی اور فرمادیا تھا کہ محبوب تمہاری گواہی پر، تمہاری ناموس رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے آپ ﷺ کی نبوت رسالت کا تعارف ہر طرف کروایا اور ہر مخلوق کو رب ذوالجلال نے ان کی حیثیت کے مطابق ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہچان کروائی۔ جس جہت میں بھی ہم دیکھتے ہیں اور زمین وآسمان کے تمام مناظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، رسالت پر گواہی موجود ہے اور اس انداز میں گواہیاں دی ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے آقا تیری ہی داستان ہے

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی پہچان اور گواہی کا

اندازہ اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے۔

بچے کی گواہی پر نعرہ رسالت

حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کا موقع تھا

فَدَخَلْتُ دَارًا بِمَكَّةَ

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (معقل بن ابی الھیثم)

کہ میں مکہ شریف میں ایک گھر میں داخل ہوا۔

فَرَاَيْتُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

وہاں پر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔

وَجْهُهٗ مِثْلُ دَارَةِ الْقَمَرِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کی گولائی والا تھا۔

یعنی حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بالکل جو ابتدائی تاثرات ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد کہنے لگے میں نے دیکھا کہ وہاں ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔

اَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ يَمَامَةَ

یمامہ کا ایک آدمی آیا۔

بِغُلَامٍ يَوْمَ وُلِدَ

اسکے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ تھا جس کی ولادت اسی دن ہوئی تھی۔

وَقَدْ لَفَّهٗ فِيْ خِرْقَةٍ

اس آدمی نے بچے کو کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔اس حالت میں اسے لیکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

يَا غُلَامُ مَنْ اَنَا

اے بچے بتا میں کون ہوں؟

تو حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اس بچے نے جواب دیا کہ

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(اسد الغابة فی معرفةالصحابة(معقل بن ابی الهیثم)

آپ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر پنگھوڑے میں کہہ سکتے ہیں کہ

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا

(پارہ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۳۰)

بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی نبی ہیں ان کا اپنی گواہی کا عالم بہت بلند ہے بلکہ ان کے بارے میں تو ایک دن کا بچہ بھی گواہی دے رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے جو گواہیوں کا سلسلہ ہے۔اس میں ایک انداز یہ بھی ہے۔دارمی نے اس کو روایت کیا ہے۔

CamScanner

بول درخت کی گواہی پر نعرہ رسالت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ

(سنن دارمی حدیث نمبر ۱۶)

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک دیہاتی ہمارے قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا

أَيْنَ تُرِيدُ؟

اے بدو کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

تو اس نے کہا

إِلَى أَهْلِي

اپنے اہل وعیال کی طرف جا رہا ہوں

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

هَلْ لَكَ فِي خَيْرٍ؟

کیا تم میں خیر ہے نیکی ہے؟

تو اس نے پوچھا کونسی نیکی؟ جس کی آپ مجھے دعوت دے رہے ہو۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ

تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

یہ گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عظیم بندے اور رسول ہیں۔

یہ نیکی ہے جس کی طرف میں تجھے دعوت دینا چاہتا ہوں۔

وہ بدو جو اس سے پہلے کافر تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعوت دی تو وہ کہنے لگا۔

وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ ؟

یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر کون گواہی دیتا ہے۔

یعنی اس نے تعجب کا اظہار کیا۔ وہ بتوں کی عبادت کرنے والا اور بت پرستی کا عادی تھا اسکو بڑا تعجب ہوا کہ آپ جو بات کہہ رہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کو ماننا تو بڑا مشکل ہے اور پھر آپ کو رسول ماننا یہ بڑی دور کی بات ہے یہ گواہی کون دیتا ہے؟

جس وقت اس شخص نے کہا تو وادی کے کنارے جو درخت واقع تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا

هٰذِهِ السَّمُرَةُ

یہ ببول کا جو درخت ہے میری رسالت کی گواہی تو یہ بھی دیتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ درخت بھی گواہی دیتا ہے ابھی آپ نے درخت سے فرمایا نہیں کہ آجا اور پھر میری رسالت کی گواہی دے وہ کافر سوچ رہا تھا کہ درخت بھی گواہی دیتا ہے۔

فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ خَدًّا

زمین سے جڑیں کھینچتے ہوئے متوجہ ہوا

درخت نے چلنا شروع کر دیا۔

چلتے چلتے ہمارے محبوب علیہ السلام کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔

حَتّٰی قَامَتْ بَیْنَ یَدَیْہِ

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو

فَاسْتَشْھَدَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گواہی دیتے ہو اس پر کہ خدا ایک ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ آپ نے جب اس سے گواہی کا مطالبہ کیا۔

فَشَھِدَتْ شَھَادَتَیْنِ (سنن دارمی حدیث نمبر ١٦)

تو اس نے دونوں گواہیاں دے دیں۔

کہ اللہ ایک ہے اس پر بھی میں گواہی دیتا ہوں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام ہیں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو حکم دیا وہ درخت پھر اپنی جگہ چلا گیا اور وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔

جس وقت اس بدو نے یہ منظر دیکھا اس کے دل میں کفر تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ جو کچھ تم منوانا چاہتے ہو اس کو تو ماننا بڑا مشکل ہے۔ محبوب علیہ السلام کے اشارہ پر جب درخت نے بھی گواہی دی تو اس انسان کو ایمان نصیب ہو گیا کہ یہ وہ گواہی ہے جو درخت بھی دینے والے ہیں اور خوش بختی پانے والے ہیں۔

منفرد نوعیت کا موضوع

ہمارا آج کا موضوع کچھ اس نوعیت کا ہے کہ چند مقامات ایسے ہیں جہاں محبوب علیہ السلام نے خود اپنے رسول ہونے کا اعلان کیا۔ ویسے تو اس طرح کے بہت سے

مقامات ہیں جب کسی کو دعوت دی کہا خدا ایک ہے میں اس کا رسول ہوں کسی کو کہا کہ مجھے مانو میں اللہ کا رسول ہوں۔

لیکن ہمارا یہ موضوع اس طرح کا ہے کہ جس میں ''جب رسالت خود نعرہ زن ہو'' اسکا معنیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ مانگا تو وہ چیز ایسی تھی جو بظاہر ملنے والی نہیں تھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ طلب کیا اور جو مطلوب تھا وہ بڑا دور تھا مگر رسول اللہ ﷺ سے مراد مل گئی،

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی غیب کی خبر دی اور جو بات تھی وہ بعید از عقل تھی لیکن کچھ وقت گزرا تو وہ خبر سچی ثابت ہوئی تو محبوب علیہ السلام نے اپنی رسالت کا خود نعرہ لگایا۔

جسے کچھ تلاش تھی وہ لینے آیا تھا اسے محبوب علیہ السلام کی طرف سے جس وقت اشارہ ملا اور وہ چیز اسے میسر آ گئی اور محبوب علیہ السلام کو آ کے خبر دی گئی کہ جو کچھ آپ نے کہا تھا وہ ہو گیا ہے تو محبوب علیہ السلام نے خوش ہو کر کہا

اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

مزاج نبوت سے ہماری مناسبت

یہ ایک خاص موضوع ہے۔ اور اس میں ہمارا مقصد آج اپنے مزاج کی درستگی پر اللہ کا شکر ادا کرنا ہے کہ آج صدیوں کے گزر جانے کے باوجود وہ باتیں ہمارے سامنے بیان ہوتی ہیں ہم سنتے ہیں ہم سے کوئی مطالبہ نہ بھی کرے ہم سبحان اللہ کہتے ہیں، ہم

CamScanner

وہاں پر نعرہ تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند کرتے ہیں۔ تو یہ رب ذوالجلال کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن مقامات پر ہمارے آقا علیہ السلام کو خوشی عطا فرمائی ان مقامات پر ہمارے سینوں میں بھی خوشی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں اور یہ معمولی مناسبت نہیں مزاج نبوت کے ساتھ مشابہت اس انداز میں ہو کہ موافقت ہو، جس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ خوشی محسوس ہو فوراً زبان پر آ جائے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ فوراً اللہ تعالیٰ کی تکبیر زبان پر آ جائے اور اپنی رسالت زبان پر آ جائے۔

تو آج اس قوم میں جب وہی بات بیان کی جائے اور ان کی زبان پر بھی وہی کچھ ہو۔ انہیں بھی اتنی ہی خوشی محسوس ہونے لگے تو پتہ چلے گا کہ اگرچہ صدیوں بعد ہم پیدا ہوئے ہیں مگر رب ذوالجلال نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کی خیرات عطا فرمائی ہے۔

وہی تکبیر اور اسی کی خوشبو، اتنا بعد ہونے کے باوجود حالانکہ ہمارا جغرافیہ جدا ہے۔ ہم عرب کی مٹی کے نہیں ہم برصغیر کی مٹی کے ہیں مگر ان باتوں کو سن کے آپ کو یقین ہوگا کہ ہماری مٹی پاک و ہند کی ہے مگر ہماری مٹی میں جو نور ہے وہ مدینہ شریف کا ہے۔ شروع سے جو صداقت کا انداز ہے۔ لوگوں کی کوششیں ہیں کہ اس طرح کا انداز ختم ہو۔ اس کے باوجود بھی اس انداز کا موجود ہونا رب ذوالجلال کا فضل خاص ہے۔ کہ خالق کائنات جل جلالہ نے محبوب علیہ السلام کی غلامی میں آپ ﷺ کے مزاج کے ساتھ موافقت عطا فرمائی ہے۔

تبوک میں برکت کے ظہور پر نعرہ رسالت

اس سلسلہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے کہ جب غزوہ تبوک کا سفر تھا تو اس سفر کے دوران اناج اور راشن ختم ہو گیا۔

قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی من مات علی التوحید ج،1 ص42 قدیمی کتب خانہ کراچی)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہمیں اجازت دے دیں تو ہم اپنی جان بچانے کیلئے اپنی اونٹنیاں ذبح کرلیں تاکہ گوشت کھاسکیں۔

چونکہ یہ طویل ترین سفر تھا جو ہمارے آقا علیہ السلام کے جتنے بھی غزوات ہیں اور جتنی جنگیں کی ہیں اُن میں سب سے زیادہ سفر اس غزوہ کا تھا یہ جنگ کافی دور جا کر لڑی گئی۔ اس کے لئے راشن کا جو بندوبست کیا گیا وہ راستے میں ہی ختم ہو گیا پھر بھوک کی پرابلم کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پیش کر دیا کہنے لگے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے جی سکیں گے؟ اور لڑ کیسے سکیں گے؟ آپ اجازت دے دیں ہم اونٹ ذبح کرلیں، قریب تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت عطا فرما دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چل گیا کہ سارے صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ کی طرف سے اجازت مل چکی ہے یا ملنے والی ہے کہ اونٹ ذبح کردیئے جائیں۔

فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ حاضر خدمت ہوئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت فرمادیں اور اونٹ ذبح ہو گئے تو پھر سواریاں کم ہو جائیں گی یا ختم ہو جائیں گی تو پھر سفر کیسے ہوگا اور جہاد کے مراحل کیسے طے ہونگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میری تجویز یہ ہے

بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ

میری یہ تجویز ہے کہ ابھی مکمل راشن ختم نہیں ہوا۔تھوڑا تھوڑا راشن، کسی کے پاس ایک وقت کا اور کسی کے پاس ایک دن کا راشن باقی ہے۔آپ اہل لشکر میں اعلان فرمادیں کہ جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا ہے وہ آپ کے پاس پیش کریں اور تجویز کیا ہے؟

ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ

جب سامنے ڈھیر لگ جائے تو آپ اس پر دعا فرمائیں۔

جب سارا کھانا جمع ہو جائے تو اس کھانے کے اوپر برکت کی دعا کردیں۔

بخاری شریف کے الفاظ اس سے مختلف ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو کچھ کسی کے پاس بچا ہوا ہے لے آؤ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے پاس جو سامان تھا، کھانے کی دو کھجوریں یا چار کھجوریں تھیں وہ لے آئے بلکہ کھجوروں کی گٹھلیاں بھی لے آئے۔

اس پر محدثین نے بحث کی کہ گٹھلیاں اس لئے لائے کہ وہ گٹھلیوں کو کھانا سمجھتے تھے۔ آج کے زمانے کی سہولتیں تو نہیں تھیں گٹھلی بھی پھینکتے نہیں تھے بلکہ جیب میں رکھتے تھے جب کچھ نہیں ملے گا تو گٹھلی منہ میں رکھ کے پانی پئیں گے تو گٹھلی کے درمیان شق والی جگہ سے مٹھاس کی صورت میں غذائیت تو مل جائے گی۔یعنی اس وقت مسلمانوں

کے بھوک اور ناداری کے لحاظ سے یہ حالات تھے مگر ایمانداری کے لحاظ سے مقام بہت اونچا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھیر لگایا گیا تو اس میں گٹھلیاں بھی ہیں اس میں کھجوریں بھی ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے بھی ہیں۔ تو ان ساری چیزوں کو ملا کر اتنا ڈھیر لگ گیا جتنا بیٹھی ہوئی بکری کا جسم ہوتا ہے۔

جس وقت سامنے ڈھیر موجود تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟

فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ بِالْبَرَكَةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور ڈھیر پر برکت ڈالی۔

یہ ہوتی ہے ختم کی دعا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا برکت کی ڈھیر کے اوپر جس وقت کی اور ڈھیر میں برکت ڈالی تو پھر اعلان کر دیا کہ جس کو جتنا چاہیے ہو، جتنی بڑی بوری ہو، جو جتنا لے سکتا ہے وہ آئے اور یہاں سے بوری بھر کے چلا جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کہتے ہیں کہ لوگ اپنی اپنی بوریاں اور کجاوے بھر بیٹھے اس کے بعد بھی لگتا تھا کہ ڈھیر سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔ جو کچھ باقی تھا وہ اتنا ہی تھا۔ ہزاروں پر مشتمل جو لشکر تھا اس میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور سب کی غذائی ضرورت پوری ہوگئی۔ جس وقت یہ منظر میرے محبوب علیہ السلام نے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خوش دیکھا۔ ان کی بوریاں بھری ہوئی دیکھیں، اونٹوں کے ذبح کرنے کی ضرورت ختم ہوگئی تو کیا ہوا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں میرے رب کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔

CamScanner

یہ ہمارا موضوع ہے کہ ''جب رسالت خود نعرہ زن ہو''

﴿مشکل کشائی پہ نعرہ رسالت﴾

یہ کونسا موقع تھا؟ کہ رب ذوالجلال کی تکبیر اور اپنی رسالت کا نعرہ خود نبی علیہ السلام نے لگایا۔ یہ موقع ایسا تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ضرورت تھی اور ان کی ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا کیا۔ اللہ کا نام لیکر اپنی برکت اس ڈھیر پر ڈالی پھر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خوش پایا اور جس وقت یہ دیکھ لیا کہ میں نے ہاتھ اٹھائے تھے تو رب نے ان کی لاج رکھی ہے اور میرے ماننے والوں کے ذہنوں میں پہلے ہی میری ویلیو ہے اور اب ان کو مزید پتہ چلا کہ یہ ہاتھ اٹھیں تو خالی واپس نہیں آتے۔

اس صورتحال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشاہدہ کیا کہ میری بات میرے رب کے دربار میں مانی گئی اور میرے لفظوں کی قدر کی گئی۔ میں نے جو کہا وہ پورا ہو گیا۔ میرے غلاموں کی بگڑی بن گئی۔ میرے غلاموں کی مشکل حل ہو گئی۔ میری وجہ سے ان کی مشکل کشائی ہو گئی ان کی حاجت روائی ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ خود لگایا کہ۔

میرے رب کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس رب کا سچا رسول ہوں اس وقت یہ اہلسنت کا مزاج ہے کہ جب ایسی بات ہمارے اجتماع میں ہوتی ہے تو نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت دونوں ایک ساتھ لگتے ہیں۔ تو یہ کس کے مزاج کا حصہ ہیں؟ جس مزاج پر رب کی وحی اتری تھی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کا عکس جس مزاج پر پڑتا

ہے اسے تنگی محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس کا دل بھی خوش ہے، چہرہ بھی خوش ہے، وہ مسرور ہوتا ہے کہ یہ ہمارے محبوب علیہ السلام کا مرتبہ ہے۔ اب یہ جو بات کہتے ہیں رب انکی بات کو مان لیتا ہے۔

﴿کلمہ طیبہ کی برکت﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ یہ فرمادیا کہ جو بندہ یہ کلمہ جو میں نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا سچا رسول ہوں بلغیر شک کے یہ پڑھتا رہے گا اس کے جنت جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ اس کلمہ کی برکت سے اسکو جنتیں دی جائیں گی۔

اگر اس کے اعمال صحیح ہیں تو اولین طور پر وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر کچھ کوتاہی بھی ہے تو پھر سفارش نہ ہوئی تو پھر اپنے گناہوں کی سزا لیکر جنت میں چلا جائے گا اور اگر سفارش ہو گئی رب نے معاف کر دیا تو پھر ڈائریکٹ جنت میں چلا جائے گا۔

﴿غیب کی خبر کے سچا ہونے پر نعرہ رسالت﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اور یہ موقع غزوہ حنین کا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ موجود ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان ج،1ص 72 قدیمی کتب خانہ کراچی)

CamScanner

جنگ حنین میں ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يُدْعَى بِالْإِسْلَامِ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں کہہ دیا (جس کا نام قزمان تھا) کہ یہ جہنمی ہے۔ اور وہ شخص اسلام کا دعویدار تھا اور اس کو مسلمان سمجھا جاتا تھا۔

میں اس جنگ حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ شریک تھا اور فرنٹ لائن پر کھڑا تھا۔ محبوب علیہ السلام نے جب اس کو دیکھا تو فرما دیا

هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ

یہ جہنمی ہے، دوزخی ہے اور ناری ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس پر تعجب ہوا کہ جب جنگ شروع ہوئی تو پھر بھی وہ شخص ہمارے ساتھ تھا۔

ایک روایت میں ہے

لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً

فرنٹ لائن پہ لڑا اور بڑا بے جگری سے لڑا۔ جو بھی کافر اس کے سامنے آیا ہے اس نے گاجر مولی کی طرح کاٹا ہے۔

ادھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ سن رکھا ہے کہ یہ بندہ جہنمی ہے۔ صحابہ کرام کو تعجب تھا کہ منافق تو جنگ سے بھاگ جاتے ہیں۔ منافق جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں تو یہ گھر میں نہیں بیٹھا ہمارے ساتھ آیا ہے اور پھر حنین میں آ کر چھپ کے پچھلی صفوں میں نہیں بیٹھا بلکہ فرنٹ لائن میں آ گیا ہے پھر فرنٹ لائن پر آ کے بھی اس کی کوئی کافروں کے ساتھ ساز باز ہو کہ جب کافر تلوار کے نیچے آئے یہ اس کو بچا لے جبکہ ایسا نہیں یہ کافروں

کو مارتا بھی ہے اور بے دریغ مارتا ہے۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان کہتے ہیں کہ وہ اتنا لڑا کہ
قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا
مسلمان فوج میں سب سے زیادہ لڑنے والا اس دن یہ انسان تھا۔
اس وقت دوسرے لوگ اس کے بارے میں تبصرہ کر رہے تھے کہ آج مجاہدوں کے نمبر لگائے جائیں تو پہلا نمبر اس بندے کا ہے۔
اتنے کافروں کو اس نے مارا ہے اور پھر بڑے حوصلے سے جہاد کیا ہے۔ اسی دوران وہ لڑتا لڑتا زخمی ہو گیا اور صرف اس نے کافروں کو مارا ہی نہیں بلکہ اس نے مار کھائی بھی ہے۔ اسلام کیلئے زخمی بھی ہو گیا ہے۔
فَأَصَابَتْهُ جَرَاحَةٌ
جب وہ زخمی ہو گیا
تو کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا
الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو آپ ﷺ نے ابھی فرمایا دوزخی ہے اس نے بڑا جہاد کیا۔ آپ ﷺ نے کہا تھا کہ وہ دوزخی ہے۔ لیکن آج اس نے جہاد بڑا کیا۔ اس نے بڑے کافروں کو مارا ہے۔ شدید جہاد کا لفظ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے استعمال کیا۔
ایک روایت میں یہ ہے کہ اتنے میں کسی نے آ کر کہہ دیا کہ
قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ جہنمی ہے وہ تو لڑ لڑ کے فوت ہو گیا ہے۔

اسلام کے پلیٹ فارم پر اپنی فوج میں، اسلام کے جھنڈے کے نیچے کافروں سے لڑتا ہوا وہ فوت ہو گیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ایسی صورتحال پیدا ہو چکی تھی۔

فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان
ج:1، ص 72 قدیمی کتب خانہ کراچی)

قریب تھا کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو شک ہو جاتا

کسی حدیث پاک میں کاد کے لفظ ہیں قریب تھا کہ شک پیدا ہو جاتا لیکن ابھی تک ہوا کس کو نہیں۔

یعنی صورتحال اتنی سیریس ہو گئی کہ ادھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کو دیکھتے ہیں تو دل کہتا ہے کہ بات سچی ضرور ہے۔

دوسری طرف اس بندے کا کردار دیکھتے ہیں تو پھر خیال آتا ہے کہ اگر منافق ہوتا تو گھر بیٹھتا، جنگ میں نہ آتا۔ جبکہ یہ جنگ میں آ کے فرنٹ لائن پر لڑا ہے۔ کافروں کو مارا ہے اور پھر شہید بھی ہو گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ذہن میں ابھی تک پکی سوچ یہی ہے کہ وہ جہنمی ہے۔ ابھی تک کسی کو شک پیدا نہیں ہوا۔ یہ جانب سب کے نزدیک طے شدہ ہے کہ وہ جہنمی ضرور ہے۔

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو تعجب ہے کہ جہنمی جہاد کرے اور وہ کافروں کو مارے خود جہنمی ہو اور جہنمیوں کو مارے اور پھر وہ شہید ہو جائے یہ ہو کیسے سکتا ہے؟

یہ سب کو یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی

CamScanner

اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ صورتحال ایسی بن گئی تھی کہ اگر چند لمحے مزید اس واقعہ کا پردہ چاک نہ ہوتا تو شاید کچھ لوگوں کو شک پڑ جاتا۔

عمل صالح ایمان کی علامت، عین ایمان نہیں

اس حدیث کو سنتے وقت آپ نے یہ بھی سوچنا ہے کہ عمل صالح ایمان کی علامت ہوتا ہے مگر عین ایمان نہیں ہوتا۔ ایمان پر عمل دلالت کرتا ہے۔ کسی کا نمازی ہونا، کسی کا حاجی ہونا، کسی کا مجاہد ہونا، یہ ایمان کی علامت تو ہے مگر اس کو عین ایمان نہیں کہا جا سکتا۔

ہوسکتا ہے کہ دل کفر سے بھرا ہوا ہو اور سر سجدوں میں جھکا ہو،

ہوسکتا ہے کہ دل کے اندر کفر ہو اور ہاتھ میں کافروں کے خلاف تلوار بھی ہو،

ہوسکتا ہے دل منافقت کا گڑھ ہو اور ماتھو جھاد ہو۔

حنین کی جنگ ہو، غزوہ نبی ﷺ ہو، نبی علیہ السلام کے جھنڈے کے نیچے ایک مجاہد کافروں کو مار رہا ہو لیکن پھر بھی اس کو رجسٹرڈ جہنمی قرار دے دیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ اعمال، قرائن اور علامت کا تو کام دیتے ہیں مگر یہ دل کی پوری ترجمانی نہیں کر سکتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے سامنے صورتحال بڑی عجیب ہے کہ ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کافروں کو مار کے زخمی ہو گیا دوسرے نے کہا کہ وہ تو شہید بھی ہو گیا تو یہ علم ایسا نہیں تھا جو لوگوں کی رائے پر اپنا حکم تبدیل کرے۔

جب سارا منظر خبر کے بظاہر خلاف آ گیا، خبر دی تھی کہ وہ جہنمی ہے سب نے جو دیکھا تو وہ سارے کام جنتیوں والے تھے۔

CS CamScanner

میرے محبوب علیہ السلام نے جب سنا تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی رائے کو تبدیل نہیں کیا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ

نبی کریم ﷺ نے دوبارہ کہا کہ تم کہتے ہو زخمی ہوا شہید ہوا خبر تم یہ دے رہے ہو

إِلَى النَّارِ

وہ سیدھا جہنم میں گیا۔

پھر بھی آپ ﷺ نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا۔

یہ ایک غیب کی خبر تھی جو مستقبل میں ہونا تھا،

جنگ سے پہلے خبر دی کہ وہ جہنمی ہے۔ پھر جنگ کا منظر، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے کہا کہ وہ جہنمی کیسے ہے؟ لیکن یقین یہ ہے کہ وہ جہنمی ہے۔ اگر ایک فیصد نبی علیہ السلام کی دی ہوئی خبر کے خلاف ان کا یقین ہوتا تو اس بندے کا ایمان ختم ہو جاتا۔

سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا یقین پوری طرح اٹل تھا کہ وہ جہنمی ہے۔ مگر سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ جہنمی کیسے ہے؟ کام سارے جنتیوں والے کر رہا ہے۔ اور اسلام کو خون دے رہا ہے۔ اسلام کیلئے دنیا سے چلا گیا ہے نبی علیہ السلام نے پھر بھی اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا۔

اپنی بات پر قائم رہے فرمایا میرے صحابہ

إِلَى النَّارِ

میں اب بھی کہتا ہوں کہ وہ جہنمی ہے۔

اب جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا اس سے اگلا مرحلہ مزید مشکل تھا صحابہ کرام کا دل اب تک مطمئن ہے کہ سرکار علیہ السلام کی خبر سچی ہے۔ ادھر اس بندے کی تلواریں ہیں۔ یہ سب کچھ سامنے ہے سوچ میں بات آتی ہے مگر ایمان روکتا ہے اس کو اچھا نہ سمجھو کیونکہ نبی علیہ السلام نے خبر دی ہوئی ہے۔

جب ایسی صورتحال پیدا ہوگئی

فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آ گیا۔

فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر: ج،2،ص:604،قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس نے آ کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول علیہ السلام ہیں۔

یہ ہے نعرہ رسالت کا مقام۔ جہاں صحابی نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا نعرہ لگا دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعجب ہوا کہ اس وقت گواہی دینے کا مطلب کیا ہے؟ سارے پہلے گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن ایسے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جھرمٹ میں دوڑ کر آ کے گواہی دینے کا مطلب کیا ہے؟

وہ صحابی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے

أَنَّهُ لَا يَمُوتُ عَلَى ذٰلِكَ

وہ شہید نہیں ہوا۔

اس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ماجرا اس طرح ہے سن لو۔

جب نبی علیہ السلام نے خبر دی تھی تو میں اس کے ساتھ رہا۔ صحابی کہتے ہیں

فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر: ج،2،ص:604،قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہ اس کے ساتھ نکلے جب وہ دوڑتا تھا یہ بھی دوڑتے تھے۔ جب وہ رکتا تھا تو یہ بھی رک جاتے تھے۔

میرا کام جنگ میں یہی رہا کہ دیکھوں یہ جنگ میں کرتا کیا ہے؟ اور ہوتا کیا ہے ؟ کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے خبر دے چکے تھے میرا یقین تھا کہ خبر سچی ہے۔ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکے ساتھ رہا۔

فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا

وہ بندہ شدید زخمی ہو گیا

لڑتے لڑتے جب اس کو زخم لگے۔

اب یہ فرق ہے کہ منافقت کو جتنا بھی چھپایا جائے کبھی تو ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔ اس انسان نے منافقت کو چھپانے کی حد کر دی۔

یعنی یہاں تک چھپایا کہ جہاد میں آیا فرنٹ پر لڑا، کافروں کو مارا تو منافقت کو چھپا رہا تھا۔ خود زخمی ہوا تو منافقت کو چھپا رہا تھا۔ مگر اس سے اگلے مرحلے میں اس کو چھپا نہ سکا۔

جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو اللہ کی راہ میں زخم لگتے تھے۔ (80) اسی (80) اسی زخم ان کے بدن پر ہوتے تھے پھر بھی ہائے نہیں کرتے تھے بلکہ رب کا شکر ادا کرتے تھے۔

یہ بات تاریخ میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اسی اسی زخم کھا کے یہ نہیں کہا کہ اب بچنا تو ہے نہیں زخم زیادہ ہیں جان نہیں نکل رہی مجھے ویسے ہی تلوار مار کے ماردو مجھ سے درد برداشت نہیں ہوتا۔ سارے غزوات میں ایک بھی صحابی کا ایسا کردار نہیں ہے کہ جس نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خودکشی کر لی ہو، یا کسی کو کہا ہو کہ تم مجھے قتل کر دو۔

(80) اسی (80) اسی زخم لگنے کے باوجود خودکشی نہیں کی بلکہ جان نکلی ہے خود نکلی ہے اس پر مسکراتے ہوئے وہ دنیا سے گئے ہیں۔ قدسیوں نے بھی جھک جھک کے دیکھا ہے۔

اُحد کے میدان میں جو زخموں کا گلشن بنا ہوا تھا۔ شہیدوں کا جو گلستان تھا۔

چاروں طرف سے کانٹوں میں گھیرا ہوا ہے پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے عجب خوش مزاج ہے

زخموں میں بھی وہ کھلے رہے۔

اب یہ فرق تھا کہ منافق کو جب زخم لگا تو صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ساری باتیں ٹھیک ہیں کہ یہ لڑا بھی ہے کئی کافروں کو اس نے مارا ہے زخمی بھی ہوا ہے مگر شہید نہیں ہوا۔

جب وہ زخمی ہو گیا تھا میں پھر بھی اس کے ساتھ رہا۔ اپنے خیمے میں یہ داخل ہوا۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد اس نے اپنی تلوار کا دستہ نیچے رکھا اس کا پھالا اوپر کیا۔ پھالے کی نوک پر اپنا سینہ رکھا اوپر سے اپنا بوجھ ڈالا تو تلوار اس کے سینے میں داخل ہو گئی۔ میرے محبوب میں نے اس کو حرام موت مرتے ہوئے دیکھا۔

میں گواہی اس لئے دیتا ہوں کہ آپ نے کافی پہلے جو غیب کی خبر دی تھی میں آنکھوں سے پچی ہوتی دیکھ لی ہے۔

جس وقت صحابی نے آ کر یہ کہا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر یہ کہا تو گواہی دیتا ہے تو وہ اپنی جگہ ہے مگر میں اپنی گواہی خود دیتا ہوں۔

اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ

میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ خاص اور اس کا رسول ہوں۔

شان رسالت کے اظہار پر نعرہ رسالت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گواہی دی اور اس حیثیت کو اجاگر کیا اور قیامت تک کیلئے یہ واضح کر دیا کہ

شان رسالت کو سن کر چہروں کا کھل اٹھنا۔

شان رسالت کو سن کے دل کا باغ باغ ہو جانا۔

شان رسالت کو سن کے انسان کے چہرے پہ بہار آ جانا۔

یہ وہ انداز ہے جو طیبہ سے چل کے آیا ہے۔

یہ تو مستقبل کی خبر تھی (آج اگر کوئی شخص جس کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ وہ ذوق ایمان سے بہرہ ور کیسے ہوسکتا ہے؟) اتنے قرائن اس خبر کے خلاف ہیں اگر ہوتی گیس (guess) یعنی ظن وتخمین والی خبر تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے فوج میں کھڑے کسی انسان کے بارے کہتے کہ وہ جہنمی ہے۔ اپنی فوج میں تو کسی کو نہ کہتے اور پھر کوئی بھگوڑا ہوتا اس کو کہہ لیتے کہ وہ جہنمی

ہے۔ جو فرنٹ لائن پر ہے کافروں کو مارتا ہے، زخمی ہوتا ہے پھر بھی سرکار علیہ السلام اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کرتے پھر بھی آپ فرماتے ہیں کہ وہ جہنمی ہے۔

یہ وہ خاص علم ہے جس پر اس وقت ایک صحابی نے مشاہدہ کر کے گواہی دی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی پر اکتفا نہیں کیا اپنی طبیعت میں اور اپنے مزاج میں یہ بات آئی ہے کہ نعرہ ایک بار میں نے خود بھی لگانا ہے۔

أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

پس منظر کیا ہے؟ کیوں گواہی دیتے ہو؟ فرمایا جو کہا تھا وہ پورا ہو کے رہا ہے

میں وہ نہیں ہوں جنہیں کل کی خبر نہ ہو۔

میں وہ نہیں ہوں جو خبر دے دوں بعد میں وہ پوری نہ ہو۔

میں وہ نہیں ہوں جن کے لفظ کھوکھلے نکلیں۔

میں وہ نہیں ہوں جنکی باتوں کی کوئی بنیاد نہ ہو۔

میں اس لئے گواہی دیتا ہوں کہ میری زبان سے جو نکلتا ہے وہ پورا ہو کے رہتا ہے۔

اہل سنت کے عقیدہ کی بنیاد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں گواہی دینا کہ جب خبر کی صداقت لوگوں نے بیان کی خود تو آپ جانتے ہی تھے کہ میں نے سچی خبر دی۔ اس لئے تو جب رزلٹ بظاہر خلاف آ رہا تھا پھر بھی فیصلہ نہیں بدلا۔ آپ کو تو یقین تھا ہی کہ میں نے سچ کہا مگر جب لوگوں نے سچ ہوتا دیکھ لیا تو سرکار علیہ السلام کی طبیعت میں مزید خوشی آ گئی تو سرکار ﷺ کی

طبیعت میں مزید خوشی کا آنا اور سرکار ﷺ کا یوں بولنا یہ اہل سنت کے عقیدہ کی بیس Base ہے۔ یہ اہل سنت کے عقیدہ کی بنیاد ہے۔

اگر یہ حدیث آج تم کسی مجمع میں بیان کرو۔ اگر مجمع اس کو سن کے انقباض محسوس کر کے ان کے چہرے کھل نہ اٹھیں، انہیں دکھ پہنچے، انہیں افسوس ہو اور کہیں کہ اچھا تھا کہ وہ خبر (معاذ اللہ) صحیح ثابت نہ ہوتی تا کہ پتہ چلتا کہ نبی علیہ السلام کو کل کا کوئی پتہ نہیں ہے تو جان لو ان کے اندر اندھیرا ہے۔

جن کو ایسی بات کے سننے پر افسوس ہو اور خوشی نہ ہو انہیں یہاں سے سوچنا چاہئے کہ صراط مستقیم سے وہ کیسے بھٹک گئے؟ کیسے آگے پیچھے ہو گئے؟ اور جو آج صدیوں بعد نہ عالم، نہ فاضل، نہ متقی، نہ محدث، صرف سادہ سا انسان اس بات کو سمجھے اور پھر زبان سے نعرۂ تکبیر و رسالت کی آواز آئے، دل خوش ہو اسے سمجھنا چاہئے کہ اگرچہ قرآن کا عالم نہیں ہوں، محدث نہیں مگر میرے دل میں نور وہی مدینہ شریف کا ہے۔ یہ بات دنیا کے سامنے کھڑے ہو کر بیان کرنے والی ہے آج لوگوں کو بھول ہو جاتی ہے کہ

فلاں کے ہاتھ میں قرآن ہے۔

فلاں کے پاس سنت ہے،

فلاں کے پاس تبلیغ کا جھنڈا ہے،

فلاں کے پاس جہاد کا جھنڈا ہے

اور ظاہری اعمال کی جو علامتیں ہیں ان کے لحاظ سے لوگ عقیدوں کے فیصلے شروع کر دیتے ہیں۔ یہ حدیث پاک اس لحاظ سے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام کی اس حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے۔

جنتی ہونا اور ہے، بظاہر جنتیوں والے کام کرنا اور ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو جنتوں والے کام کرتا ہے وہ جنتی بھی ہوتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو کام تو بظاہر جنتیوں والے کرتا ہے مگر وہ جنتی نہیں ہوتا۔

جیسے حنین میں وہ کام جنتیوں والے کر رہا تھا مگر وہ دائمی جہنمی تھا۔

اس واسطے سب سے پہلے اس کے نکتہ کا آغاز ہے وہ دل کی دنیا ہے، دل میں ایمان کا یہ انداز موجود ہے تو اس کے بعد پھر عمل کی قدر ہے، عمل کی ویلیو ہے، عمل لازم ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جس کا عقیدہ صحیح ہو وہ سمجھے کہ اب عمل کی چھٹی ہے۔ نہیں بلکہ عمل تو ہے ہی اس کے لئے کہ وہ عمل ضرور کرے۔

کیونکہ پھر لوگ غلط فہمی میں رہیں گے جو محض عمل کو حق کی بنیاد بنا کر اس عمل کی وجہ سے اپنے عقیدوں کا سودا کر دیں گے یہ تو حنین کی جنگ میں ایسا ہوا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جہاد کرنے والے کے دل میں جب منافقت تھی تو کامیاب نہ ہو سکا وہاں پر اعلان جو ایمان کا ہوا تو یہ ہوا کہ مومن وہ ہوتا ہے جس کو محبوب علیہ السلام کی شان جو اللہ نے دی ہوئی ہے اسے سنتے ہی چہرے پر چاند طلوع ہو جاتا ہے۔

نعرہ تکبیر و رسالت کا پس منظر

اس مقام پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انداز اختیار کر لیا حدیث شریف میں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر اس طرح موجود ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو یہ کہا۔

CamScanner

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

پہلے نمبر پر اللہ اکبر کہا

پھر فرمایا

أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کیوں کہا؟ اللہ اکبر کہنے کا مقام کیا تھا؟ مقام یہ تھا کہ رب نے مجھے علم دیا ہے اور میں نے رب سے لیا ہے۔ تو جس رب کے دینے سے میں جانتا ہوں اس رب کی بڑائی بیان کی جائے۔

یہ نعرہ تکبیر کا پس منظر ہے اس کی تقدیم ہے پہلے اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا

أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ بھی ہوں اور اس کا رسول بھی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو محفل کا سلیبس دیا تھا اس کو آج اگر ڈھونڈو گے تو وہ اہل حق کے پروگرام میں نظر آئے گا جہاں رب کی تکبیر اور رب کے محبوب علیہ السلام کی رسالت کو یوں ہی بیان کیا جاتا ہے۔

قحط سالی میں بارش کے نزول پر نعرہ رسالت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص آ گیا جس نے آ کر قحط کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش نہیں ہو رہی، دعا

کیجئے کہ بارش ہو جائے تو آپ نے دعا کی فوراً بارش شروع ہو گئی اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی یہ اور حدیث پاک ہے لیکن جو ابھی میں آپ کے سامنے بیان کرنے لگا ہوں وہ اس سے جدا ہے۔

اس حدیث پاک میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کے وسیع میدان میں، گراؤنڈ میں جا کر نماز پڑھائی۔ اور وہاں کا یہ سارا واقعہ ہے۔ یہ دونوں باتیں جدا جدا ہیں۔

یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک علیحدہ معاملہ ہے۔

شرح معانی الآثار میں حدیث پاک موجود ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

شَکَیَ النَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُحُوْطَ الْمَطَرِ

(شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۲۲۶)

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش نہیں ہو رہی۔ قحط پڑ گیا ہے۔ آپ ﷺ ہمارے لئے بندوبست کیجئے۔

فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِنْبَرٍ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے رکھنے کا حکم فرمایا

فَوُضِعَ فِی الْمُصَلّٰی

عیدگاہ میں منبر رکھ دیا گیا اور لوگوں کو مُطّلع کر دیا گیا کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ سارے اکٹھے ہو جاؤ۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهِ عَنْهَا فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۲۲۶)

جس دن کا اعلان کیا گیا تھا کہ فلاں دن اکٹھے ہونا ہے تو سارے لوگ اکٹھے ہو گئے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی سورج کے طلوع ہونے کے فوراً بعد تشریف لائے پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ گر ہوئے۔

حَمِدَ اللّٰهَ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی خطبہ پڑھا پھر فرمانے لگے

اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ اِلَيَّ

تم نے شکایت کی تھی کہ بارش نہیں ہو رہی، اور قحط سالی ہو گئی ہے۔

اس لئے میرے صحابہ میں نے تم کو بلا لیا ہے۔

پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قَدْ اَمَرَكُمْ عَزَّوَجَلَّ اَنْ تَدْعُوْهُ

اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ کہا ہوا ہے کہ اگر ایسی صورتحال ہو تو پھر تم دعا کرو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ دعا کو قبول فرمائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ باتیں کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کا آغاز کر دیا فرمانے لگے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ساری تعریفیں اس اللہ کی ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

CamScanner

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

روز جزاء کا مالک ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

جو چاہے وہ کرتا ہے۔

پھر غائب سے خطاب کی طرف لوٹے اور فرمانے لگے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ

اے اللہ تو اللہ ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اَنْتَ الْغَنِيُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ

تو غنی اور بے نیاز ہے ہم فقیر لوگ ہیں۔

اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ

ہم پہ بارش کو نازل فرما

وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّ بَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ

اور جو تو نے ہمارے لئے نازل کرنا ہے اسے ہمارے لئے قوت بنا اور ایک وقت کیلئے اس کو ہمارے لئے آسرا بنا۔

ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ

پھر ہاتھوں کو اونچا کیا

فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ

آپ نے اپنے ہاتھوں کو اتنا اونچا کیا کہ آپ ﷺ کے بغل مبارک کی سفیدی نظر آنے لگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر چادر پھیری جو استسقاء میں پھیری جاتی ہے۔ کہ چادر کی دائیں سائیڈ بائیں طرف چلی جائے اور بائیں سائیڈ دائیں آ جائے، اوپر والا حصہ نیچے چلا جائے اور نیچے والا حصہ اوپر چلا جائے۔

چادر پھیرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے چادر پھیری ہے ایسے ہی ہماری حالت بھی پھیر دے۔ قحط سالی ختم ہو جائے اور بارش کا نزول ہو جائے۔

آج بھی نماز استسقاء میں چادر پھیرنے کا عمل کیا جاتا ہے۔

جس وقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا تو پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے درمیان میں رب ذوالجلال سے باتیں کیں۔ منبر سے نیچے اترے اور استسقاء کی دو رکعتیں پڑھیں، ابھی نماز ختم نہیں ہوئی تھی کہ

أَنْشَأَ اللّٰهُ سَحَاباً

اللہ تعالیٰ نے بادل آسمانوں پر پیدا کر دیئے۔

فَرَعَدَتْ وَ بَرَقَتْ وَامْطَرَتْ

وہ بادل پہلے گرجے پھر چمکے اور پھر برسے

بہت جلد ہی سب کچھ ہو گیا، بادل گرجنے کے بعد چمکے اور پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے

بارش شروع ہوگئی۔

اتنی بارش ہوئی کہ وادی پانی سے بہہ نکلی

فَلَمْ یَاْتِ مَسْجِدَہٗ

مسجد آنا مشکل ہوگیا کہ درمیان میں پانی ہے۔

یعنی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نہیں آئے کہ رستے پانی سے بھر گئے عیدگاہ سے ابھی مسجد نہیں پہنچے تھے کہ رستے پانی سے بھر گئے اور وادیاں پانی سے بہنے لگیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بارش تیز ہو رہی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوڑ رہے ہیں اور اوپر کپڑے کر رہے ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰی اِلْتِوَاءَ الثِّیَابِ عَلَی النَّاسِ

"جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اوپر کپڑے لیتے ہوئے دیکھا"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوڑیں لگاتے دیکھا کوئی اوپر چادر کر رہا، کوئی کسی چھت کے نیچے داخل ہو رہا ہے۔

ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ

(شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۲۲۶)

سرکار علیہ السلام کے ہونٹوں پر تبسم آگیا اور اتنا مسکرائے کہ داڑھیں بھی نظر آنے لگیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوب علیہ السلام کو دیکھ رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دوڑنے کا منظر دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میرے در کی امید بڑی تھی کہ سرکار علیہ السلام کہیں گے تو اللہ برسائے

گا۔ میں نے کہا تھا آ جاؤ تو رب نے میرے لفظوں کی لاج رکھی ہے اور بارش وہیں شروع ہوگئی۔

اس وقت سب کو یقین ہو گیا کہ ہمارے مانگنے سے نہیں آئی محبوب کے مانگنے سے آ گئی ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا کا اثر دیکھا اور بارش کے نزول کا یہ منظر دیکھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے۔

اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ

تصور کرو اس میدان کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جا رہے ہیں بارش برس رہی ہے وادی پانی سے بھر چکی ہے سرکار مدینہ علیہ السلام جل تھل دیکھ کر کہتے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے مجھے اپنا پیارا بندہ اور رسول بنایا ہے۔

شان کے اظہار پر نعرہ رسالت

اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود مسکرائے ہیں اور اپنی رسالت کو خود بیان کیا ہے۔ اس کا پس منظر کیا تھا؟

بارش ہوتے ہوئے یہ کہنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس وقت یہ کلمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر آئے ہیں تو سبب کیا تھا؟ سبب صرف ایک ہے کہ محبوب علیہ السلام کی شان کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے مزید اظہار ہو گیا ہے۔

دوسری حدیث پاک جس کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن دوران خطبہ قحط کی شکایت کی گئی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی تو فوراً بارش برسنا شروع ہوگئی۔

اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنا تبصرہ کیا کرتے ہیں فرمانے لگے

يُرِيهِمُ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ

(صحیح بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحک: ج،2 ص،900 قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہنے لگے لوگو! سن لو۔ اس کو محض معجزہ کہہ کے ٹال نہ دینا کوئی یہ کہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کمال ہے۔ سرکار علیہ السلام منبر پر جلوہ گر ہوئے دوران خطبہ دعا کی ہے تو بارش فوراً برسنے لگی ہے اور پھر جب تک سرکار علیہ السلام نے نہیں کہا اس وقت تک بارش نہیں رکی اگلے جمعہ دعا کی ہے تو پھر ہٹ گئی ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ اس سے عقیدہ کیا ثابت ہوا؟

فرمانے لگے

يُرِيهِمُ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ

(صحیح بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحک: ج،2 ص،900 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اللہ تعالیٰ آپ کے کہنے پر بادل لا کے، بارش برسا کے، پھر ان کو لے جا کے، لوگوں کو اپنے نبی علیہ السلام کی ویلیو دکھاتا ہے۔

يُرِيهِمُ اللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهٖ

اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھاتا ہے کہ

یہ ہے میرے نبی علیہ السلام کا مقام،

یہ ہے میرے محبوب علیہ السلام کا مرتبہ،

یہ ہے میرے نبی علیہ السلام کی ذات

CamScanner

جس وقت وہ مانگیں تو ان کے مانگنے کا اور انداز ہے اور ان کی قبولیت اور انداز کی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ایسے مواقع پر نعرہ تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند کرتے ہیں یہ وہ مزاج نبوی کا عکس ہے جو رب ذوالجلال نے صدیوں بعد بھی ہمیں عطا فرمایا ہے۔

گھر آباد ہونے پر نعرہ رسالت

ابن کثیر نے البدایہ، کی جلد نمبر ۶ میں ایک مضمون بیان کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مدینہ شریف کی گلی تھی، گزر ہو رہا تھا کہ اچانک سامنے ایک خاتون آگئی۔

قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اِمْرَأَةٌ مُسْلِمَةٌ

وَمَعِي زَوْجٌ لِي فِيْ بَيْتِيْ مِثْلَ الْمَرْأَةِ

(البدایہ والنہایہ ج۵، ۶ ص۵۴۹)

عورت اپنے گھر کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی امت میں سے ہوں، مسلمہ ہوں، میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا زوج ایسا ہے جیسے عورت ہوتی ہے یعنی وہ میرے ازدواجی حقوق ادا نہیں کرتا مجھے اس سے نفرت ہے اور اسے مجھ سے نفرت ہے۔

اس نے بڑے جامع الفاظ میں شکایت کر دی کہ میرا زوج گھر میں ہے مگر وہ عورت کی طرح ہے یہ الفاظ جب اس عورت نے نبی علیہ السلام کے سامنے بولے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی اس کو بلا کے لے آؤ۔

CamScanner

وہ عورت گھر گئی اور اپنے زوج کو بلا کے لے آئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب وہ کھڑا ہوا۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَاتَقُوْلُ فِيْ اِمْرَأَتِكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ

اللہ کے بندے تیری اپنی بیوی کے بارے میں کیا رائے ہے۔

اس نے تیری یہ شکایت کی ہے۔ تیرا کیا خیال ہے تو اس نے بھی اپنی طرف سے بے رغبتی کا اظہار کر دیا۔ جس سے بالکل واضح ہوا کہ دونوں کے درمیان کوئی الفت و محبت اور رشتہ و رابطہ نہیں رہا۔ نکاح کے باوجود دونوں ایک دوسرے سے شکایت کر رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے یہ کہا

أَتُبْغِضِيْنَهٗ قَالَتْ نَعَمْ

کیا تم ان سے بغض رکھتی ہو تو اس نے کہا ہاں مجھے یہ پسند نہیں ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَدْنِيَا رُؤُوْسَكُمَا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں اپنے سر کو قریب کرو جب ایسا معاملہ ہو تو خلیج کو ملا دینا آسان ہے دو دلوں کو ملانا بڑا مشکل ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں اپنے سر قریب کرو۔ جب ان دونوں کے سر ایک دوسرے کے ساتھ لگ گئے۔ حدیث میں ہے کہ جب پیشانی پیشانی کے ساتھ مل گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دربار میں درخواست پیش کر دی۔

یہ انسانیت کے رسول علیہ السلام ہیں جو بندے کو رب سے بھی ملاتے ہیں اور بندے کو

بندے سے بھی ملاتے ہیں یعنی یہ اسلام میں جامعیت ہے کہ یہاں گھر بسانا بھی مقصود ہے اور جہاں آباد کرنا بھی مقصود ہے۔

آپ ﷺ فرما سکتے تھے کہ اے خاتون یہ شکایتیں تم میرے پاس کیوں لائی ہو میں تو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں کوئی تمہارے گھر کے جھگڑے صحیح کرنے آیا ہوں۔ لیکن آپ ﷺ نے سبق دیا کہ ایک گھر کی آبادی کی کوشش یہ بڑی کوشش ہے۔

﴿زوجین میں جدائی ڈالنا شیطان کی خواہش﴾

حدیث پاک میں ہے کہ جب صبح ہوتی ہے شیطان اپنا تخت رکھتا ہے اور اپنے چیلوں کو ڈیوٹیاں دیتا ہے کہ جاؤ سارا دن تم نے یہ کام کرنا ہے۔ سب شام کو واپس آ کے بتاتے ہیں کوئی آ کر کہتا ہے کہ میں نے بھائی کو بھائی سے لڑایا، کوئی کہتا ہے کہ میں بیٹے کو باپ سے لڑاتا رہا کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں جگہ قتل کروایا، میں فلاں جگہ ڈاکے کروا کے آیا، کوئی کہتا میں نے فلاں جگہ آگ لگوادی تو شیطان کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا، سارا دن ضائع کر کے آ گئے ہو یہ بھی کوئی کام ہے جو تم کر کے آئے۔

اتنے میں ایک اور آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ صبح ہوئی تو میں نے میاں بیوی کو لڑایا، پہلے آہستہ آہستہ لڑتے رہے پھر بالآخر نوبت یہ آ گئی کہ مرد نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ شیطان اٹھ کے اس کو گلے لگاتا ہے کہ یہ ہے اصل میں کام کرنے والا، کسی کو قتل میں کیا فائدہ ہے؟

عورت میں حرام کے چانسز آ گئے اور مرد کیلئے بھی گھر اجڑ گیا، بچوں کی تربیت کا مسئلہ تھا، اب وہ بے چارے دربدر ٹھوکریں کھاتے پھریں گے، یعنی شیطان اس کو داد دے رہا ہے

کہ تم نے بڑا اچھا کیا پتہ چلا کہ جو کام شیطان کی ہٹ لسٹ پر ہے وہ یہ کام ہے کہ میاں بیوی کو اتنا لڑانا کہ خاوند اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاقیں ہیں۔

یہاں تک پہچانا یہ شیطان کی خواہش ہے کہ ہر گھر میں ایسی لڑائی ہو جائے۔ جب یہ شیطانی خواہش ہے تو اس کے مقابلے میں محبوب علیہ السلام کی ایمانی خواہش ہے۔

اس واسطے فرمایا تھا کہ طلاق دیتے وقت بے مہار ہو کر طلاق نہ دیا کرو طلاق بڑی مبغوض چیز ہے۔ نہایت ناپسندیدہ ہے جو جائز بھی ہو اور ہو بڑی ناپسندیدہ وہ طلاق ہے۔ لہٰذا بات بات پر طلاقیں نہ دو، یہ بڑی ناپسندیدہ چیز ہے، بڑی مجبوری بن جائے گزارہ نہ ہو تو پھر طلاق دے لو اور طلاق یوں دو کہ تمہارے بچنے کی گنجائش بھی باقی ہو۔ ایک طہر میں ایک طلاق دے دو۔ طلاق دو تو سنت طریقے کے مطابق دو جب ایک طلاق ایک طہر میں ہو جائے گی، تو اگلے طہر تک دونوں کا دماغ سیٹ ہو چکا ہو گا پھر عموماً اس سے اگلا بڑا مرحلہ پیش نہیں آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ آ کر مسئلہ پوچھنے لگے

مَاتَقُوْلُ يَاابْنَ عَبَّاسٍ

ابن عباس رضی اللہ عنہ مسئلہ پیدا ہو گیا

میں غصے میں تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں اب میرے لئے کوئی راہ نکالو۔

آپ نے فرمایا کہ ابن عباس کی جیب میں کوئی راہ ہے، راہ نکالنے کا طریقہ رب نے دیا تھا تو نے خلاف ورزی کی۔ رب نے تیرے رستے بند کر دیئے۔ ابن عباس اس کو کھول نہیں سکتا۔

تو یہ شیطانی راہ ہے کہ جس میں جھگڑا، لڑائی اور پھر طلاق دے دینا۔ تین طلاقیں دے کے

CamScanner

تین کو تین نہ سمجھنا یہ کہنا کہ ہزار ہو جائے تو کچھ نہیں ہو گا۔

اگر ایسا ہوتا تو پھر اس کو بڑا پسندیدہ قرار دیا جاتا۔

ناپسند اس لئے کیا گیا کہ یہ گھر پھر اجڑ جاتا ہے اس پر پھر باقاعدہ گرفت ہوتی ہے۔ زبان سے لفظ نکل جائیں تو ان کو شریعت باقاعدہ اکاؤنٹ کرتی ہے۔ ہاں ٹھیک ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک کر کے طلاق دو مگر جب تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں تو سنت کی خلاف ورزی کی ہے کام تو پورا کر گیا کہ کام ناجائز بھی کرے اور سزا اسے بھی بچے۔

پانی کا گلاس تین سانس میں پینا سنت ہے۔ لیکن جس نے تین مرتبہ سانس نہ لی اور پانی پی گیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ گلاس نہیں پیا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہو کہ اس نے خلاف سنت کیا مگر پی تو گیا، ایسے ہی جس نے تینوں طلاقیں دیں تو وہ تین دے تو گیا اگرچہ دیں تو خلاف سنت تو یہ مسئلہ درمیان میں ضمنی طور پر آ گیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند یہ ہے کہ گھر نہ اجڑے۔

اس لئے شریعت میں اس کی حکمتیں ہیں کہ ایک طلاق دو تا کہ دونوں میں بعد میں رشتہ قائم ہو سکے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میاں بیوی کے سر آپس میں ملے دیکھے تو اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا وَ حَبِّبْ اَحَدَھُمَا اِلٰی صَاحِبِہٖ

اے میرے اللہ ان دونوں کے دلوں کو ملا دے جن کے سروں کو میں نے ملایا ان کے دلوں کو بھی ملا دے اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دے۔

یہ دعا میرے محبوب علیہ السلام نے فرمادی۔ اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب آپ ﷺ کا گزر اسی بازار کے پاس سے ہوا تو اس وقت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے وہی عورت سامنے آگئی اس نے بوجھ اٹھایا ہوا تھا۔

﴿عورت نے قدم رسول ﷺ کو بوسا دیا﴾

جب اس عورت نے نبی علیہ السلام کو دیکھا تو گٹھڑی سائیڈ پر پھینکی اور سامنے آگئی۔

جب وہ صحابیہ سامنے آئیں تو اس نے کیا کیا؟

حدیث پاک میں الفاظ ہیں

فَقَبَّلَتْ رِجْلَيْهِ

وہ آگے بڑھی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں کو چوم لیا۔

اس سے آپ اندازہ کریں کہ انسان کھڑا ہو اور کوئی قدم چومنے لگے تو صورتحال کیا ہوتی ہے۔

تو یہ اس عورت کی طرف سے سرکار علیہ السلام کے قدموں کا بوسہ تھا، سجدہ نہیں تھا۔ دونوں قدم جس وقت اس صحابیہ نے چومے تو محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

كَيْفَ أَنْتِ وَزَوْجُكِ؟ (البدایہ والنہایہ ج۵،۶ ص۵۴۹)

بتا تیرا اور تیرے گھر والے کا حال کیا ہے؟

فَقَالَتْ وَالَّذِىْ أَكْرَمَكَ

اس عورت نے کہا کہ مجھے اس رب کی قسم جس نے تجھے عزتیں عطا فرمائی ہیں۔

اس عورت کے بولنے کا انداز کتنا تعظیم و ادب والا ہے کہ اس نے پہلے قدم چومے ہیں

اور پھر کہا ہے کہ

مجھے اس رب کی قسم ہے جس نے محبوب علیہ السلام تجھے شانیں دی ہیں۔

مَا طَارِفٌ وَلَا تَالِدٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ،

(البدایہ والنہایہ ج ۵،۶ ص ۵۴۹)

اب میرے دل کی حالت یہ ہے کہ کوئی نئی چیز یا کوئی پرانی چیز مجھے اتنی پسند نہیں جتنا مجھے خاوند پسند ہے۔

یعنی اس دنیا میں جو مال و متاع ہے اس سارے پر میں نظر ڈالوں تو وہ خاوند جو مجھے اچھا نہیں لگتا تھا، مجھے دیکھنا پسند نہیں تھا اور شکایت کا مقصد بھی یہی تھا کہ میرا کوئی فیصلہ کرواور اس سے آزاد کروادو۔

محبوب علیہ السلام نے ان دونوں کو جوڑ دیا۔ وہ عورت کہنے لگی کہ نہ کوئی نئی چیز ہے اور نہ کوئی پرانی چیز ایسی ہے جو مجھے خاوند کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہو۔

جائز محبتوں کا نصاب

یہ ایک محبتوں کا جائز نصاب ہے۔ آج (معاذ اللہ) قوم حرام محبتوں میں گمراہ ہو رہی ہے۔ جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ کہ ایک مرد غیر محرم سے فون پر ناجائز باتیں کرتا ہے۔ اس حرام محبت کے بارے میں محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ غیر محرم سے باتیں کرنا اللہ کی غیرت کو چیلنج کرنا ہے۔ فحاشی رب کی غیرت کو چیلنج کرنا ہے۔

اس نے جتنا جائز قرار دیا اس محبت میں رب ثواب بھی عطا فرمائے گا۔

اب دیکھو کہ پانی پینا جائز ہے اور شراب پینا حرام ہے۔ اس لئے کہ رب کو جو پسند ہے

CamScanner

وہ ہمیں بھی پسند ہے۔رب نے جس کو حلال کیا ہم اس کو حلال مانیں اور اس نے جس کو حرام کیا ہم اس کو حرام مانیں۔اس نے جو محبت جائز قرار دی اس محبت کیلئے شریعت کا تقاضہ ہے کہ وہ محبت ضرور ہو اور اس محبت کو صدقہ کہا گیا۔

بہترین صدقہ کون سا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ لقمہ ہے جو خاوند اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔تو شریعت مطہرہ میں یہ نہیں ہے کہ مطلق انسان کو وحشی بنادیا جائے بلکہ جائز امور کی اجازت دے کر انسان کو اللہ کی بارگاہ کا مقرب بنادیتا ہے۔

جب اس عورت نے اپنی صورتحال بیان کی اور میرے محبوب علیہ السلام نے سن لی کہ ان کا کام بڑا خراب ہو چکا تھا اتفاقاً ان کی میرے ساتھ ملاقات ہوگئی اور میں نے دعا کی تو ان دونوں کے دل آپس میں مل گئے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

أَشْهَدُ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (البدایہ والنہایہ ج۵،۶ص۵۴۹)

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول علیہ السلام ہو۔

یہ ہمارا مضمون ہے کہ جب رسالت خود نعرہ زن ہو۔

محبوب علیہ السلام ایسے وقت بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اسلام میں وسعت دیکھو کہ میاں بیوی کو ملانے پر بھی رسالت کا نعرہ ہے جو جائز کام تھا اس کو پختگی بخشی ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نعرہ رسالت کیوں لگایا؟

اس واسطے کہ یہ ثابت ہو گیا ہے جو میں کہتا ہوں میرا رب میری بات مانتا ہے۔ اجڑوں کو آباد کرتا ہے۔ ویرانیوں میں آبادیاں لے آتا ہے، جو کنویں بغض کے زہر سے بھر چکے ہوں میرے کہنے پر رب وہ کنویں پاک کر دیتا ہے اور ان کو میٹھا بنا دیتا ہے۔ یہ پس منظر جب محبوب علیہ السلام کے سامنے تھا تو محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ

اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

یہ اس کا پس منظر ہے کہ یہ میری امت کی ایک بندی تھی اور میرے در کی خادمہ تھی اس کا خیال تھا کہ اپنے نبی علیہ السلام کے پاس جاؤں گی تو میرا کام ہو جائے گا اور اس کا خاوند بھی میرا خادم و غلام تھا۔ اب سرکار علیہ السلام خوش ہیں کہ میرے کہنے پر کام ہو گیا اور ان دونوں کے درمیان محبت پیدا ہو گئی۔ تو جس موقع پر نبیوں کے امام خوش ہیں شکر ہے کہ یہ غلام بھی خوش ہے۔

سچے عقیدے کی پہچان و علامت

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پر کلمات آتے ہیں تو چہرہ روشن ہو جاتا ہے یہ پوری کائنات پر حق کی علامت ہے۔

آج اگر کسی نے پہچاننا ہو کہ سچا عقیدہ کون سا ہے؟ سچے لوگ کون ہیں؟ مجمع میں بیان کر کے دیکھ لو۔

اگر خوشی کا وہی روپ ہو تو پھر مان جاؤ کہ ان کا تعلق دربار رسالت سے ہے اگر لگے کہ صف ماتم بچھ گئی ہے اور ہر طرف چراغ بجھ گئے ہیں اور چہروں کے دیئے گل ہو گئے

ہیں تو پھر مان لو کہ مسئلہ کہیں ضرور گڑ بڑ ہو چکا ہے۔
ہم نے بڑی عرق ریزی سے یہ باتیں تلاش کیں کہ جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کہیں کہ اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
ہم نے اس مقصد کیلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے ساتھ جو اللہ نے ہمیں مطابقت اور مناسبت غلامی میں عطا فرمائی ہے۔اس مطابقت کا اظہار ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نعرہ رسالت لگا دیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، وہ بازار نمط کا تھا اس میں جلسہ شروع ہو گیا۔اور وہاں اظہار مسلک اہل سنت کا ہوا۔عورت آئی اس نے سرکار علیہ السلام کے قدم کو چوما اور عورت نے سب کچھ بتا دیا ہمارے آقا علیہ السلام نے سن کے نعرہ لگا دیا۔

اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے

وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ (البدایہ والنہایہ ج ۵، ۶ ص ۵۴۹)

میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے سچے رسول ہو۔

اب بات سوچنے کی ہے کہ بازار سے گزر ہو رہا ہو اور وہاں گواہیاں شروع ہو جائیں سرکار علیہ السلام کہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں۔

CamScanner

تو ماننا پڑے گا کہ یہ ایمانی تقاضا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا (أَنَـا) کو مقدم کرنا حالانکہ عربی زبان میں جب أَشْهَدُ کہہ دیا جائے تو أَشْهَدُ میں ہی (أَنَـا) ضمیر ہوتی ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (أَنَا أَشْهَدُ)

مطلب یہ تھا کہ سرکار علیہ السلام آپ گواہی دیں اور عمر گواہی نہ دے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم خود گواہی دیتے ہو اور میں بھی گواہی دیتا ہوں تم اللہ کے سچے رسول ہو جب بھی تم رب سے جو مانگتے ہو، رب تمہیں عطا فرما دیتا ہے۔

معیار رسالت کو اجاگر کرنے کی ضرورت

یہ معیار رسالت و نبوت کا معاشرے میں اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ معاذ اللہ کچھ لوگ ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے ہر خطبہ میں ثابت کرنا ہوتا ہے کہ وہ مانگ مانگ کے تھک گئے کچھ بھی نہ ہو سکا۔

وہ تمہارے نبی علیہ السلام اس طرح خود برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

تمہارے نبی علیہ السلام مانگ مانگ کے تھک گئے انہیں ملا ہی کچھ نہیں تھا، رب نے دیا ہی کچھ نہیں، وہ تو عام ہیں جس طرح ہم مانگتے ہیں، وہ بھی مانگتے رہے۔ لیکن یہ انداز بیان کر کے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانگنے کا انداز اور ہے ہم جیسوں کا انداز اور ہے۔

اور سرکار علیہ السلام کا أَشْهَدُ کہہ کے گواہی دینا اس بات کا اظہار ہے کہ مجھے رب کے دربار میں اس انداز کا مقام حاصل ہے۔ میری اس جہت کو سامنے رکھو اور لوگوں کے

CamScanner

سامنے پیش کروتا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو پتہ چلے کہ یہ بڑے خاص محبوب علیہ السلام کے غلام ہیں۔

یہ جرم آج ہر جگہ کیا جا رہا ہے کہ شرک کی آڑ میں مقام رسالت کو لپیٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ توحید و رسالت کا ایک ایسا انداز ہے جو محبوب علیہ السلام نے خود دیا ہے۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ انداز آیا تو محبوب علیہ السلام نے خود گواہی دی تا کہ سند بن جائے کہ نبی علیہ السلام کی شان کے اظہار پر نعرہ تکبیر بھی ہے اور نعرہ رسالت بھی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس گواہی کو پسند فرمالیا۔ آپ نے خود بھی ایسے مقامات پر گواہی دیتے رہے۔ آج ہمیں اس انداز کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پہ عمل کی توفیق دے اور ہمیں اللہ تعالیٰ زندگی بھر اس پیغام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''حرمت شراب''

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور ہم سب کو قرآن مجید کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بحیثیت مومن کلمہ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے رب سے عہد کرتا ہے اور اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جن چیزوں کی آپ اجازت دیں گے کھانے کے لحاظ سے، پینے کے لحاظ سے، دیکھنے کے لحاظ سے، پہننے کے لحاظ سے، میں وہی استعمال کروں گا اور جن چیزوں سے آپ روکیں گے میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان سے رکا رہوں گا۔

کلمہ اسلام کا یہی تقاضا ہے، اسی کی روشنی میں جب زندگی بسر ہوتی ہے تو اس کو کامیاب زندگی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر کام اور عمل کیلئے حدود بنائی ہیں، ان حدود سے جو تجاوز کرتا ہے۔ وہ رب ذوالجلال کے ہاں مجرم قرار پاتا ہے۔ اس کو قرآن مجید میں ظالم کہا گیا اس کو جہنمی کہا گیا۔ اور جو اس دائرے میں رہتا ہے جو نصاب انسانی زندگی کا رب نے معین کیا ہے

اس کے لئے فلاح وفوز کی خوشخبریاں قرآن مجید میں اللہ تعالی نے بیان کی ہیں۔

ایمان کا نور بہت بڑی سعادت

ہمیں یہ بہت بڑی سعادت حاصل ہے کہ ہمیں اسلام قبول کرنے کیلئے کہیں دور کا سفر نہیں کرنا پڑا اور نہ ہی ہمارے اوپر کوئی ایسا زمانہ گزرا ہے کہ جب ہم ابھی تلاش میں ہوں کہ دین ڈھونڈا جائے اور اسکو قبول کیا جائے۔

رب ذوالجلال نے ہمیں ہماری ماؤں کے دودھ میں ہی اسلام عطا فرمایا شروع سے ہم مومن ہیں، کلمہ گو ہیں اور ہمیں دین اسلام کی عظمتیں حاصل ہیں اور یقیناً یہ بہت بڑی شان ہے۔ بہت بڑا منصب ہے کہ ہمارے اوپر کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں ہم ابھی حالت شرک یا کفر میں ہوں۔ پہلے دن سے ہی اللہ تعالی نے ہمیں جس وقت عدم سے وجود کی طرف بھیجا ہے تو ہمیں مسلمانوں کے گھر میں پیدا کیا۔ اور اس وجہ سے ہمارے لئے دین کی عظمتیں اور برکتیں ہیں۔

جہاں یہ بہت بڑی سعادت ہے وہاں اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے جس میں زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی سوچ سمجھ کے دین قبول کرے اور اپنے ہوش وحواس برقرار رکھتے ہوئے بلوغ تک پہنچ چکا ہو تو پہلے وہ سوچے گا کہ میں جو دین قبول کرنے لگا ہوں، یہ سخت کتنا ہے، یہ مجھے کتنا پابند کرے گا، اس کے احکام کتنے ہیں؟ جن کو ماننا مجھ پر لازم ہوگا، اس کا دل مانے تو کلمہ پڑھ لے اور اگر دل نہ مانے تو جہنمی رہے۔

ہم پر ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں ہم نے اپنے دلوں کا امتحان لیکر پھر ہم نے دین قبول کیا ہو۔ سعادت اپنی جگہ پر ہمیں میسر ہے لیکن اس کا ایک ہمارے لئے پہلو ایسا

ہے کہ جس میں اسلام عمومی طور پر رسمی ہو کر رہ گیا اور ایمان رواجی ہو کر رہ گیا۔ کچھ لوگوں نے سمجھ لیا کہ بس دین صرف اتنا ہے کہ کلمہ ہم نے پڑھنا ہے اس کے بعد مرضی ہم نے اپنی کرنی ہے۔ یعنی کلمہ کا جو مفہوم تھا اس سے لوگ بے خبر ہو گئے اور اپنا ایک رواج اور فیشن سمجھنے لگے کہ ہم جو چاہیں کریں۔ اسلام صرف ایک کلمہ کا نام ہے وہ پڑھیں گے اور اس کے بعد مرضی اپنی کرتے رہیں گے یہ کچھ لوگ جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں کچھ لوگ اغیار کی سازشوں کا شکار ہو گئے بظاہر دنیاوی علوم زیادہ پڑھ جانے کی وجہ سے ان کی سوچیں آزاد ہو گئیں وہ ناجائز کاموں کے بارے میں کہنے لگے یہ ایک انسانی حق ہے اور ہمیں یہ حق ملنا چاہئے۔

یہاں تک کہ ہمارے ذرائع ابلاغ کے اندر، پاکستان کے ٹی وی چینل پر ایسے لوگ زہر اگلتے ہیں۔ جو کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ’’شراب نوشی میں حرج کیا ہے‘‘ کلمہ کا پھر مفہوم کیا ہوا؟ اور ایمان کا مطلب کیا ہوا؟۔ رب ذوالجلال نے ہمارے لئے سرحدیں بنائی ہیں۔ فرمایا میں نے تمہیں اجازت دے دی جہاں تک چاہو دیکھو مگر کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں تم دیکھو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا اب تمہیں اپنی آنکھیں روکنا پڑیں گی۔

میں نے تمہارے لئے پینے کی سینکڑوں چیزیں بنائی ہیں۔ جو چاہو ان سے پیو لیکن شراب ایسی چیز ہے کہ اگر تم شراب نوشی کرو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا اس حد کی طرف تم نے نہیں جانا۔

اللہ تعالیٰ کی حدود کا مطلب یہ ہے کہ رب ذوالجلال اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ مخلوق کے پیش نظر فرشتوں کو بھی پتہ چلے، پوری کائنات کو پتہ چلے جس کو خلافت دی

گئی ہے اور جس کو نیابت دی گئی ہے اور جس کو سب پر فضیلت دی گئی ہے۔ بلا وجہ نہیں دی گئی بلکہ اس میں اتنی پاور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے آپ کو پابند کر لیتا ہے۔ جیسے رب ذوالجلال کی رضا ہوتی ہے۔ اپنی پوری زندگی ویسے بسر کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو دکھانا چاہتا ہے کہ میں نے بلا وجہ ان کو اپنی نیابت نہیں دی بلکہ اعلیٰ زہد اور تقویٰ کی بنیاد پر انہیں خلافت کا تاج پہنایا ہے۔

غیرت خداوندی اس کی حدود کا احترام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اللہ کی غیرت کا معاملہ ہے کہ اس کی حدوں کا احترام ہو۔

مِنْ اَجَلِ ذَالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ

رب ذوالجلال نے جو فواحش کو حرام کیا تو غیرت کے پیش نظر کہ میری مخلوق پاک ہو اور وہ بندہ جس کو میں نے اپنے انوار کا مرکز بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری غیرت یہ ہے کہ اس کی آنکھیں پاک ہوں، بندے کی زباں پاک ہو، اس کے کان پاک ہوں، اس کا بدن پاک ہو۔ تو رب ذوالجلال کی غیرت یہ ہے کہ میرا بندہ شراب نوشی نہ کرے۔

اب ایک شخص ان باتوں کی طرف جاتا ہے جس سے رب نے روکا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا تو یہ ستم بالائے ستم ہے۔ وہ جرم کر بھی رہا ہے اور پھر اس کو جرم سمجھتا نہیں، اس سے بڑا کوئی جرم ہو سکتا ہے۔

بندہ ہو کر اپنے مولا کی غیرت کو للکارے۔

CamScanner

بندہ ہو کے اپنے رب کی غیرت کو چیلنج کرے۔

بندہ ہو کے اپنے رب کی غیرت کے خلاف نکل آئے۔

یعنی جس نے شراب کا پیالہ ہاتھ میں لیا ہے۔ اور شراب کا گھونٹ اس نے بھرا ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا اور میں تفریح کر رہا ہوں۔

اس نے اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ وہ اپنے مالک خالق اور رب کے خلاف بغاوت پر اتر آیا ہے۔

یہ تو اللہ کا کرم اور اس کی شان ہے محبوب علیہ السلام کے صدقے زمین دھنس نہیں جاتی، شرابی کو بندر نہیں بنا دیا جاتا۔ مگر شراب نوشی کرنے والے نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

رب ذوالجلال نے پھر بھی موقع دیا کہ تائب ہو جاؤ باز آ جاؤ اللہ کی رحمت کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اے ایمان والو

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ

شراب، جوا اور بت

وَ الْاَزْلَامُ

اور پانسے

رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

ناپاک ہی ہیں شیطانی کام۔

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پارہ ۷ سورۃ المائدہ آیت ۹۰)

توان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ

CamScanner

شراب نوشی اور مذکورہ چیزوں سے بچ کے رہو اس میں بھلا تمہارا ہے۔

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی شفقت ہے اور اپنی مخلوق سے پیار ہے۔ اگر ساری دنیا میں ایک بندہ بھی شراب نوشی نہ کرے تو رب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور اگر معاذ اللہ سارے لوگ شراب پینا شروع ہو جائیں تو رب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تو رب ذوالجلال فرماتا ہے کہ میں جو حکم دے رہا ہوں تو وہ تمہارے بھلے کیلئے ہے۔

یعنی اس میں میری الوھیت کے لحاظ سے نہ تم مجھے نفع دے سکتے ہو، نہ تم مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو۔ میری ذات اتنی بے نیاز ذات ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں تو وہ تمہارے بھلے کیلئے کہہ رہا ہوں۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

کلمات کفر اور کافرانہ سوچ

ایک انسان کی اگر سوچ یہ ہے کہ اپنے رب سے میں خود اچھا سوچتا ہوں اور اپنے رب سے زیادہ مجھے پتہ ہے کہ میرا فائدہ کس میں ہے تو اس کی سوچ کافرانہ سوچ ہے۔

رب ذوالجلال کا بندے کے فلاح کے متعلق جو فیصلہ ہے اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہو سکتی۔ اس فیصلے میں کوئی کجی نہیں ہو سکتی۔ وہی حقیقت میں فلاح ہے اور اگر کوئی شخص دانستہ طور پر یہ باتیں کرتا ہے کہ اس حرام میں ہمارا فائدہ ہے۔ اس میں ہمارا یہ بھلا ہے اور دلیلیں تراشتا ہے اور ایسی کوششیں کرتا ہے تو یہ کلمات کفر ہیں۔

جو اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔

CamScanner

اگر نادانستہ طور پر پی جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر بھی اس کو متوجہ کر رہا ہے کہ تجھے اپنی بھلائی کا پتہ اپنے رب سے مانگنا چاہئے اور تمہارا رب یہ کہہ رہا ہے کہ دنیا اور آخرت میں فائدہ تمہارا ہے کہ تم اپنے آپ کو شراب نوشی سے بچا کے رکھو۔

شراب نوشی کی تدریجاً ممانعت

قرآن مجید میں شراب نوشی سے آہستہ آہستہ منع کیا گیا۔ یہ اللہ کی حکمتوں کا تقاضا تھا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ابوداؤد شریف میں ہے۔

قَالَ لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ

(سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب فی تحریم الخمر حدیث ۳۱۸۵)

آپ فرماتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔

اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً

اے اللہ شراب کے مسئلے میں مزید تفصیل والا بیان دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان آیات کا نزول فرما دیا۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

(پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۹)

تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ دنیوی نفع بھی

وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

(پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۹)

اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے

یہ شروع کا معاملہ تھا۔ یعنی اس کا جو فائدہ تھا اس کا بھی ذکر ہوا پھر بیان کیا کہ اس کا فائدہ تھوڑا ہے نقصان زیادہ ہے۔ اس سے یہ بات ذہنوں میں ڈالی گئی کہ اس کو پینے سے بچنے کی کوشش کرو۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً

(سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب فی تحریم الخمر حدیث ۳۱۸۵)

اے اللہ شراب کے مسئلہ میں ایسا بیان دے جس سے مسئلہ پوری طرح کلیئر ہو جائے اور دل میں کوئی وسوسہ باقی نہ رہے۔ ایسا شافی بیان ہو جو ہر الجھن کا علاج کر دے۔ ایسا بیان شراب کے معاملے میں ہمیں عطا فرما۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک امت کے محدث اور صاحب الہام ہیں۔ جب آپ تجویز پیش کرتے تھے تو اللہ کی آیات کا نزول ہو جاتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات کا نزول فرما دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى

اے ایمان والو! نماز کے قریب حالت نشہ میں نہ جاؤ۔

یعنی بتدریج شراب کی حرمت کا انداز ہے۔ اس میں صرف حالت نماز میں منع کیا گیا کہ نماز پڑھنی ہو تو شراب نوشی نہ کرو ورنہ نشے میں ہو گے پڑھنا کچھ ہو گا پڑھتے کچھ رہو گے۔

CamScanner

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حالت سکر میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اس کے بعد جب نماز کا وقت شروع ہوتا تو اعلان کر دیا جاتا نماز کا ٹائم ہو گیا ہے لہٰذا سارے اپنے آپ کو محتاط رکھو۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر درخواست کی

اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاء

اے اللہ شراب کے بارے میں جامع بیان نازل فرما۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(پارہ ۷ سورۃ المائدہ آیت ۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ

(پارہ ۷ سورۃ المائدہ آیت ۹۱)

شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بَیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

یعنی شیطان یہ چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے اندر دشمنی پیدا کرے۔

CamScanner

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

شراب اور جوئے سے وہ شیطان تمہیں میری یاد سے روکنا چاہتا ہے۔

وَعَنِ الصَّلٰوةِ

اور نماز سے روکنا چاہتا ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ

کیا تم باز آ جاؤ گے

اس کو شدت کے ساتھ حرام کر دیا اور پینے سے مکمل طور پر منع کر دیا۔

اور پابندی لگا دی۔ شراب اور جوا شیطانی سازش ہے اور شیطان اس کے ذریعے سے دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تمہیں میرے ذکر اور نماز سے روکنا چاہتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں میں دشمنی نہ ہو، آپس میں بغض نہ ہو اور میرے بندے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ لہٰذا اللہ نے لازم کر دیا کہ بندے شراب اور جوئے کی طرف نہ آئیں اس سے نہ دشمنی پھیلے اور نہ اس کے ذکر سے روکا جا سکے۔

صحابہ میں حکم قرآن پہ عمل کرنے کا جذبہ

جس وقت ان آیات کا نزول ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر کیا عمل کیا انہوں نے کلمہ کا کیا مفہوم سمجھا؟۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ چند اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو میں کھڑا تھا اور میرے ہاتھ میں شراب تھی۔ میں ان کو پلانے کیلئے پیالوں میں ڈال رہا تھا۔

إِذْ جَاءَ رَجُلٌ

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن باب قولہ انما الخمر والمیسر :ج،2۔ص،664 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اتنے میں ایک انسان آ گیا۔

فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ

کیا تمہیں وہ خبر پہنچ گئی ہے؟

فَقَالُوا وَمَا ذَاكَ

انہوں نے کہا کونسی خبر؟

جب آیات کا نزول ہوتا تھا جو محبوب علیہ السلام کے پاس ہوتے تھے۔انہیں فوراً پتہ چل جاتا پھر اپنے گھروں کی طرف اور محلوں کی طرف جاتے تھے اور جا کر بتاتے تھے۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ نے پوچھا کونسی خبر کی بات کرتے ہو؟

تو وہ کہنے لگے۔

حُرِّمَتِ الْخَمْرُ

خمر کو حرام کر دیا گیا ہے۔

یہ شراب جو پہلے جائز تھی اب اس کو حرام کر دیا گیا ہے۔

یہ صرف ایک انسان نے آ کر بتایا۔ بتانے کیلئے کوئی جماعت نہیں آئی پہلے پینا جائز تھا اب ناجائز ہو گیا۔ جو جائز تھا اب وہ حرام ہو گیا۔ایک انسان نے آ کر خبر دی۔اس انسان کے خبر دینے پر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم تحقیق کرتے ہیں۔آیت نازل ہوئی بھی ہے یا نہیں، حرمت کی آیت نازل ہوگئی ہے تو وہ کس طرح کی حرمت ہے۔ کچھ تفصیل جا کر پوچھتے ہیں، پھر اس سے اجتناب کر لیں گے۔ابھی ہم تو محبوب علیہ

السلام سے ملے نہیں تمہارے کہنے پر ہم کیسے چھوڑ دیں؟ نہیں صحابہ کرام کے ضمیر اور مزاج میں کس قدر حق رچا بسا ہوا تھا۔ جس وقت ایک انسان نے آ کر یہ بتا دیا۔

قَالُوا أَهْرِقْ هَذِهِ الْقِلَالَ يَا أَنَسُ

انہوں نے کہا اے انس یہ سارے مٹکے الٹے کر دو۔

یہ جتنے مشکیزے تم نے بھرے ہوئے ہیں ان سب کو الٹا کر دو۔

فَمَا سَأَلُوا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن باب قولہ انما الخمر والمیسر: ج،2۔ص،664 قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایک انسان کی بات سن لینے کے بعد انہوں نے دوسرا سوال ہی نہیں کیا کہ بتاؤ کون سی آیت ہے؟ شراب کیسے حرام ہوئی؟ یہ نہ ان سے پوچھا ہے نہ یہ کہا کہ ہم رجوع کرتے ہیں۔ ہم جا کر دوسرے صحابہ سے پوچھتے ہیں۔ یا نبی علیہ السلام سے پوچھتے ہیں۔ یہ صحابہ کرام میں جذبہ وفا تھا۔ یہ کلمے کا مفہوم تھا کہ جب تک اجازت تھی پیتے تھے اب اجازت ختم ہوگئی تو یہ نہیں کہ جو منگوائی ہوئی ہے وہ تو ختم کر لیں۔ جو پیالوں میں ڈالی ہوئی ہے وہ تو پی لیں اور پھر چھوڑ دیں گے۔

سب پینے والے کہنے لگے اے انس مٹکے توڑ دو اور مشکیزے اُلٹے کر دو اللہ تعالیٰ نے جب شراب حرام کر دی ہے تو ایک قطرہ بھی ہماری زبانوں کو نہیں لگ سکتی۔

دوسری طرف حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

شراب نوشی کی ہلاکتیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تمام پہلو بیان کیے جس کی وجہ سے انسان پر قباحتیں آتی ہیں اور انسان آہستہ آہستہ اللہ کے در سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر اس

شراب کی وجہ سے ہزاروں گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔شراب کا وبال کتنا ہے اور کتنی ہلاکتیں جنم لیتی ہیں۔

﴿پہلی ہلاکت ایمان کی برکتوں سے محروم﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کبیرہ گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

(صحیح بخاری کتاب الحدود باب الزنی وشرب الخمرج،2ص 1001 قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس وقت کوئی بندہ بدکاری کرتا ہے تو حالت بدکاری میں وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شراب پیتا ہے تو شراب پیتے وقت وہ مومن نہیں ہوتا

وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

(صحیح بخاری کتاب الحدود باب الزنی وشرب الخمرج،2ص 1001 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور شراب پینے والا شراب پئے تو اس وقت اس کا ایمان ختم ہو چکا ہوتا ہے شراب نوشی ایسی بری چیز ہے۔

جس وقت ایک انسان پیالہ پکڑتا ہے۔اور ایک قطرہ اس کی زبان کے ساتھ لگتا ہے۔ ایمان کو برداشت نہیں کہ ایسے پلید انسان کے سینے میں وہ موجود رہے۔ بدکاری کرتا ہے تو ایمان اندر نہیں رہتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے وہ نور ایمان باہر نکلتا ہے اور باہر نکلنے کے بعد

وہ ایک چھتری کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جب تک انسان اس غلط کام میں مصروف رہتا ہے۔اس وقت تک ایمان اس سے باہر رہتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس نے شراب پی لی وہ کافر ہو گیا۔

اور جس نے بدکاری کی وہ کافر ہو گیا۔اس کا ایمان یوں ختم ہو گیا نہیں ایمان کی کمزوری یوں لاحق ہوئی کہ ایمان نے اسے اپنی برکتوں سے محروم کر دیا اور جو کمال ایمان تھا وہ اس سے روٹھ گیا۔

دوسری ہلاکت شراب ہر گناہ کی جڑ

شراب ہر گناہ کی ماں ہے اور ہر گناہ کی جڑ ہے۔شراب ہر گناہ کی اصل ہے۔یعنی جو شراب والا جرم کرے گا تو پھر وہ ہر جرم کرے گا۔شراب نوشی میں جو پھنس گیا تو ہر صغیرہ گناہ اور کبیرہ گناہ اس کا حصہ بن جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَاَکْبَرُ الْکَبَائِرِ مَنْ شَرِبَهَا وَقَعَ عَلٰی اُمِّهٖ

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۱ ص ۱۳۲ حدیث ۱۱۲۰۹)

تمام برائیوں کی ماں اور تمام کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ شراب کو پیا تو اس نے گویا اپنی ماں سے بدکاری کی۔

جس نے شراب نوشی کی تو اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ماں سے بدکاری کئے بغیر شمار ہو گیا کہ اس نے ماں سے بدکاری کی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ چونکہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے۔شراب پی گیا تو پتہ نہیں ہو گا ماں ہے یا بیوی ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا کر بیٹھے۔

CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شراب نوشی کی وہ یہ نہ سمجھے کہ میں نے تفریح کی یا میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے گویا کہ اس نے اپنی والدہ سے غلط کام کر دیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔

وَخَالَتِهٖ

اس نے اپنی خالہ سے بھی یہ کام کیا۔

وَعَمَّتِهٖ

اور اس نے اپنی پھوپھی سے بھی یہ کام کیا

تین ایسے جرم جن کا شرابی تصور کرے تو پھر کیسے یہ کر سکے گا؟ کیسے پیالہ پکڑے گا؟ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اس میں شک کی تو گنجائش نہیں۔ تو جو شخص اس کام سے نفرت کرتا ہے۔ والدہ کے ساتھ ایسا کرے یا خالہ کے ساتھ ایسا کرے یا پھوپھی کے ساتھ ایسا کرے تو محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں پھر سوچ، تمہیں پتہ نہیں چل رہا کہ کرتا تو ضرور ایسا ہے۔ یعنی شراب پینے کی شکل میں تیرے کھاتے میں یہ لکھا جا رہا ہے۔ اور پھر دوسری صورت میں جا کر واقع یہ نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ ایسا کر بیٹھے۔

اس واسطے یہ ہمارے محبوب علیہ السلام کی حکمت بھری باتیں ہیں۔ ان باتوں سے بڑھ کر فائدہ کن باتوں میں ہو سکتا ہے۔ اور اس کا ابلاغ کرنا ہر طرف ضروری ہے۔ کہ اس کو آج کوئی فیشن نہ سمجھے، اس کو کوئی رسم نہ بنائے کوئی رواج نہ بنائے، شادیوں اور ولیموں پر اس کو مشروب کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور سوچتے نہیں کہ ہم نے کلمہ پڑھ کر یہ کہا تھا اے اللہ ہم کتوں کی طرح نہیں کھائیں پئیں گے کہ کتا پیتے کھاتے وقت

نہیں دیکھتا کیا چیز ہے۔لیکن ہم وہ پئیں گے جو تیری مرضی ہوگی۔اور جو تیری اجازت ہوگی۔اس کے بعد آج مغرب کو دیکھ کر اور عیسائیوں کو دیکھ کر، کافروں اور ہندوؤں کو دیکھ کر اگر کوئی شخص ایسا کام کر رہا ہے تو پھر ایمان کس طرح رہ سکے گا؟

اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبائر کی ماں قرار دیا ہے۔اس کی تفصیل دوسرے مقام پر ملتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِجْتَنِبُوْا اُمَّ الْخَبَائِثِ

(شعب الایمان وھو باب فی المطاعم والمشارب وما یجب التورع عنہ منھا حدیث ۵۳۴۳)

خبائث کی ماں سے بچ کے رہو یعنی شراب سے

اس کے بعد آپ نے بنی اسرائیل کے ایک بندے کا تذکرہ کیا۔

فَاِنَّهٗ كَانَ رَجُلٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَتَعَبَّدُ وَيَعْتَزِلُ النِّسَاءَ

پہلے زمانے کا ایک پرہیزگار آدمی تھا عورتوں سے بالکل علیحدہ رہتا تھا، عورتوں سے ملاقات نہیں کرتا تھا۔اور اپنے آپ کو ہر آلودگی سے پاک رکھتا تھا۔

فَلَقِيَتْهُ امْرَاَةٌ

ایک بڑی شاطر عورت اس کے پاس آ گئی۔

فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ خَادِمَهَا فَقَالَتْ اِنَّا نَدْعُوْكَ لِشَهَادَةٍ

(شعب الایمان وھو باب فی المطاعم والمشارب وما یجب التورع عنہ منھا حدیث ۵۳۴۳)

عورت نے خادم بھی بھیجا اور خود بھی اس نے بات کی اور اس عورت نے کہا کہ ہمیں

آپ کی گواہی کی ضرورت ہے۔ آپ گواہی کیلئے میرے گھر آئیں جس وقت اس کا اصرار بڑھا وہ نیک انسان اس کے گھر چلا گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا بَابًا

جب وہ شخص گھر میں داخل ہوا

أَغْلَقَتْهُ

اس نے دروازہ بند کر دیا۔

پھر اس عورت نے اس کے سامنے تین کام رکھے۔

اس وقت تم میرے گھر ہو تمہارے سامنے یہ تین کام ہیں ان میں سے ایک کرو گے تب تمہیں چھوڑوں گی ورنہ میں چیخوں گی اور چلاؤں گی، محلہ اکٹھا ہو جائے گا تو میں کہوں گی کہ میرے گھر برا کام کرنے آیا تھا، تو تم اس سے بچ تب سکتے ہو جب تم تین کاموں میں سے ایک کام کر لو۔

وہ تین کام کیا تھے؟

اَنْ تَقْتُلَ هٰذَا الْغُلَامَ

پہلا کام یہ ہے یہ بچہ ہے اس کو قتل کرو۔

أَوْ تَقَعَ عَلَيَّ

دوسرا کام یہ ہے کہ تم میرے ساتھ بدکاری کرو۔

أَوْ تَشْرَبَ كَأْسًا مِّنْ هٰذَا الْخَمْرِ

یا پھر شراب نوشی کرو۔

ان تین کاموں میں سے ایک کام کرو گے تو تمہیں چھوڑوں گی، ورنہ میں ابھی شور مچاتی ہوں محلہ اکٹھا ہو جائے گا تمہارے تقویٰ کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ تمہارے بارے جو تاثر تھا کہ تم خواتین سے ملتے نہیں ہو۔ محلے والے دیکھ لیں گے کہ تم غیر محرم کے گھر اس وقت موجود ہو اور میں خود بولوں گی کہ اس نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔

اس واسطے یہ تین کام ہیں ان میں جو تمہاری مرضی ہے وہ کرلو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

وہ انسان سوچنے لگا کہ قتل تو بہت بڑا گناہ ہے۔ اور زنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اس میں اپنی ذات تک ہی نہیں اوروں تک بھی گناہ ہے، یہ متعدی مرض ہے۔

اس نے شراب کو ہلکا سمجھا۔ چلو یہ پی لیتا ہوں، زنا تو نہیں ہے، شراب پی لیتا ہوں کسی کو قتل کرنا تو نہیں لازم آئے گا۔ یہ صرف میری ذات کا فعل ہوگا اس سے توبہ کرلوں گا۔

محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اس نے کہا کہ

اسْقِينِىْ كَأْساً مِّنْ هٰذَا الْخَمْرِ فَسَقَتْهُ كَأْساً مِّنَ الْخَمْرِ

(شعب الایمان وھو باب فی المطاعم والمشارب وما یجب التورع عنہ منہا حدیث ۵۳۴۳)

میں شراب کا پیالہ پینا چاہتا ہوں مجھے پلاؤ تو اس عورت نے شراب کا پیالہ پلا دیا، جب وہ شراب کا پیالہ پی گیا تو پھر اس کے بعد وہ دوسرا بھی پی گیا۔ ایک پیالے نے خواہش کو مزید تشنہ کیا تو دوسرا پیالہ پی گیا۔ اس طرح جب اس نے اچھی شراب نوشی کرلی تو اسے اپنے حواس پر کنٹرول نہ رہا۔

حَتّٰى وَقَعَ عَلَيْهَا

پھر اس نے اس عورت کے ساتھ بدکاری بھی کرلی۔

CamScanner

وَقَتَلَ النَّفْسَ

اور بچہ قتل بھی کر دیا۔

محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا دیکھو اس نے سمجھا تھا کہ یہ ہلکا کام ہے۔لیکن اس کو مہنگا پڑا۔ تین کاموں میں سے اس نے شراب کو ہلکا سمجھا اور کہا کہ شراب پی لیتا ہوں، قتل نہیں کرتا، شراب پی لیتا ہوں زنا نہیں کرتا۔ جب وہ شراب پی گیا تو اس نے زنا بھی کیا اور قتل بھی کیا۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مطلب ہے ام الخبائث کا ، یہ ہے گناہوں کی ماں۔ یہ آج ہماری سوسائٹی کے پچاس فیصد مسائل ہیں وہ اس وجہ سے ہیں۔

شراب نوشی سے بچنے کے فوائد

اب جس وقت قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ

شراب کی وجہ سے تم میں شیطان دشمنی ڈالنا چاہتا ہے۔شراب سے شیطان دشمنی پیدا کرنا چاہتا ہے۔

اب شراب نوشی بھی ہو اور سوسائٹی میں قتل بھی نہ ہو یہ پھر کیسے ہو سکے گا؟ شراب بھی ہو، جوا بھی ہو اور سوسائٹی امن والی ہو، شراب نوشی بھی ہو اور پھر روزانہ لڑائیاں بھی نہ ہوں۔تو محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ

میری سوسائٹی، میرا معاشرہ ہوگا مصطفوی معاشرہ اس میں شراب کو دیس نکالا دے دیا جائیگا تو پھر سوسائٹی امن کے پھولوں سے معمور ہو جائے گی۔

CamScanner

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے آج کی فتنوں کو بھی سامنے رکھا۔

شراب کا نام بدلنے سے حکم نہیں بدلتا

آج لوگوں نے شرابوں کے نام بدل دیئے۔ نام بدلنے سے سمجھنے لگے شاید حقیقت بدل جاتی ہے۔ کسی نے کوئی نام رکھ لیا کسی نے کوئی نام رکھ لیا اور اس کے اپنے دھندے شروع کر دیئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ

جب فتح مکہ کا سال تھا محبوب علیہ السلام مکہ شریف میں تھے وہاں آپ نے خطبہ دیا فرمانے لگے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع المیتة والاصنام ج،1 ص،298 قدیمی کتب خانہ کراچی)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی بیع وشراء حرام کر دی اور مردار کو بیچنا بھی حرام کر دیا پھر خنزیر کو بیچنا بھی حرام کر دیا اور بتوں کو بیچنا حرام کر دیا۔

آج جتنے کھلونے بنتے ہیں ذی روح کی شکل کے، کوئی ہاتھی بناتا ہے، کوئی گڑیا بناتا ہے، یہ سارے اس اصنام کی بیع کے ضمن میں ہیں، اگرچہ بحیثیت اصنام ان کو کوئی نہیں لے رہا لیکن اس کا ایک شعبہ ہے ضمنی طور پر یہ چیزیں آ رہی ہیں دوکانداروں کو ایسی

چیزیں بیچنے سے رکنا چاہیے، اور لوگوں کو ایسی چیزیں خریدنے سے رکنا چاہیے، بچوں کے معاملے میں بڑوں کو گناہ کا قیدی نہیں بننا چاہئے۔ اگر ایسی چیزیں گھروں میں موجود ہونگی رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے۔ جس کی وجہ سے گھر برکتوں سے محروم ہو جائے گا۔

مردار کی چربی حرام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں جس وقت حرام کیں تو صحابہ کرام میں سے کسی نے سوال کرلیا۔

فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردار تو حرام ہے لیکن مردار کی چربی کا کیا مسئلہ ہے۔

أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ

مردار کا گوشت تو نہ کھائیں لیکن مردار کی چربی کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام ج،1 ص،298 قدیمی کتب خانہ کراچی)

مردار کی چربی کے تین استعمال

اس وقت چربی کے تین استعمال تھے۔

پہلا استعمال: لکڑی کی کشتیاں بنائی جاتی تھیں تو لکڑوں کے درمیان میں سوراخ بند کرنے کیلئے چربی پگھلا کر ڈال دی جاتی تھی،

دوسرا استعمال: پھر چربی کو لوگ تیل کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

CamScanner

تیسرا استعمال: پھر اس کے ساتھ چربی چراغوں میں بھی استعمال ہوتی تھی۔

صحابی نے یہ سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مردار کو حرام قرار دیا اگر کھانے کے سوا مردار کی چربی استعمال کی جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ

محبوب علیہ السلام نے فرمایا چربی کا استعمال جتنے طریقوں سے بتا رہے ہو سب طریقوں سے اسے استعمال کرنا حرام ہے۔

یہ بھی آج سوچنے کی باتیں ہیں۔ ہمارے تیل اور استعمال کی چیزیں جو فارن کنٹریز سے بن کے آتی ہیں یا اپنے ملک میں بنائی جاتی ہیں۔ ان میں بھی بنانے والوں کو یہ دیکھنا ہے کہ کوئی حرام چیز استعمال نہ کی جائے یعنی کس گہرائی تک محبوب علیہ السلام نے وضاحت کردی۔

کشتی کی لکڑی میں چربی استعمال کرنے کو حرام کر دیا حالانکہ وہ نہ تو کسی نے کھانی ہے نہ پینی ہے نہ پہننی ہے اور نہ سونگھنی ہے، وہ لکڑی ہے اس پر حرام چیز کی چربی لگانا ناجائز ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں چربی استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ حرام چیز کا تیل بدن پر لگاؤ تو اس کی بھی شریعت میں اجازت نہیں پھر اس کو چراغوں کیلئے استعمال کرو تو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔

ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَٰلِكَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چربی کے استعمال کو حرام کہنے کے بعد ارشاد

فرمایا:

قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ

اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ کرے

إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام ج،1 ص،298 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے جب ان پر کچھ جانوروں کی چربی حرام کی تھی تو انہوں نے چربی کو پگھلالیا پھر اس کو نیا نام دیکر بیچنا شروع کر دیا اور اس کے پیسے کھائے۔

انہوں نے کہا کہ یہ چربی نہیں ہے اس کو ہم نے پگھلا لیا ہے، اس کی شکل اور ہوگئی ہے۔ ہم نے ڈبوں میں ڈال لی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چربی کو تبدیل کر کے پگھلا کے اس کا نیا نام رکھ کر استعمال شروع کرنا یہ ساری یہودی سوچ ہے۔ آج جتنے بھی نام بدل کر شراب کو دیے جا رہے ہیں۔ اور اس سے لوگوں کو دھوکا دیا جا رہا ہے یا لوگ دھوکا کھا رہے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو واضح کر دیا تھا، نام جو بھی رکھو حقیقت میں جس چیز کا نام ہے۔ اس کا نام بدلنے سے یا اس کی ٹیپ بدلنے سے بوتلیں بدلنے سے حلال نہیں ہو جاتی۔ سرکہ بن جانا وہ ایک علیحدہ صورت ہے۔ جس وقت ہے وہ شراب لیکن اس کا نام تبدیل کر لیا۔ اس سے اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا جیسے وہ پہلے حرام تھی ایسے ہی وہ بعد میں بھی حرام رہے گی۔

اجتماعی شراب نوشی اور اس کی سزا

آج اجتماعی طور پر سوسائٹی پر ستم شروع ہو گیا۔ شراب اگر کوئی چھپ کر پیتا ہے تو حرام کرتا ہے لیکن پہلے اتنا شرم ہوتا تھا کہ بر سر عام نہ پی جائے اور پھر کہیں کوئی عالم فاضل نہ بھی ہو بڑے لوگوں کی شرم ہوتی تھی کہ فلاں فلاں بیٹھے ہوئے ہیں لہٰذا شراب نوشی نہ کی جائے۔

اب شادیوں میں کسی کا کوئی حیا نہیں اور کوئی شرم نہیں سر عام اس کا استعمال ہو رہا ہے۔ ہوٹلوں پر اس کا استعمال ہو رہا ہے۔ اور پھر باقاعدہ حکومت نے ایسی جگہیں مختص کر دی ہیں، ان کو مراکز بنا دیا ہے۔ لاہور اور دیگر شہروں میں شراب خانے ہیں، جہاں پر عیاشی کیلئے سارے اہتمام کئے جاتے ہیں وہ چیز جو امن کو قتل کرنے والی اس کو ہر طرف عام کیا جا رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی مُسْکِرٍ فِی الدُّنْیَا اِلَّا جَمَعَهُمَ اللّٰهُ فِی النَّارِ

(الزواجر ج ۲ ص ۲۶۱)

دنیا میں اجتماعی شراب نوشی جہاں ہوئی، فنکشن شراب کا ہے۔ پارٹی شراب کی ہے۔ دعوت شراب کی ہے۔ یا دعوت کے اندر شراب شامل ہے۔ اکٹھے پی رہے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ اجتماع ان کا جہنم میں بھی ہوگا جس طرح ہے کہ نیکی پر اکٹھے ہوں گے۔ جو آج نیکی کے کام اکٹھے کرتے ہیں تو کل جنت میں سارے اکٹھے ہونگے۔ نیکی میں جو اکٹھے ہوئے وہ حشر کے دن نیکی میں اکٹھے ہو جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

وہ انہیں احادیث کی روشنی میں ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا۔ جو آج نیکی پر اکٹھے ہوئے وہ کل نیکی پر اکٹھے ہونگے۔

جہنم میں شراب نوشی پر ایک دوسرے کو ملامت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے شراب نوشی کی اور یہ جرم انہوں نے اجتماعی طور پر کیا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا آمنے سامنے بٹھائے گا پھر بات کروائے گا۔

فَيُقْبَلُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

دنیا میں وہ کسی چکلے میں اکٹھے تھے، کسی کلب میں یا کسی ہوٹل میں اکٹھے تھے تو اللہ نے ان کو جہنم میں اکٹھا کر دیا۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان گئے یہ وہ ہے جو میرے ساتھ شراب پیتا تھا۔ یہ وہ ہے جو میرے ساتھ فلاں جگہ بیٹھ کے پیتا رہا۔ پھر وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر کہتے کیا ہیں؟

يَتَلَاوَمُوْنَ

ایک دوسرے پر ملامت کرتے ہیں

سرکار علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا اور پھر یہ ایک دوسرے کو ملامت کریں گے اور کہیں گے۔

فَاَنْتَ الَّذِیْ اَوْرَدْتَنِیْ هٰذَا الْمَوْرَدَ (الزواجر ج۲ ص۲۶۱)

تو مجرم ہے تو نے مجھے دعوت دی تھی۔ دوسرا کہے گا نہیں تو مجرم ہے تو نے مجھے بلایا تھا آپس میں ان کی لڑائی ہو جائے گی۔ ایک کہے گا کہ کارڈ تو نے چھپوایا تھا، دوسرا کہے گا گاڑی لیکر تو لایا تھا، تیسرا کہے گا میرا تو پروگرام ہی نہیں تھا تم نے کہا تھا سیر کو چلتے ہیں لیکن تم مجھے اپنے ساتھ اس طرف لے گئے تھے، میرا تو کوئی جرم نہیں تھا۔

رب ذوالجلال فرمائے گا سب کا برابر کا جرم ہے۔

لہٰذا آج بندے کو ایسی محفل میں بیٹھنا چاہئے کہ کل ایک دوسرے کو ملامت نہ کرنا پڑے۔

کامیاب دوستی ایمان والی دوستی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

(پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۶۷)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

یہ سارے دوست دشمن بن جائیں گے جن کی شراب کی دعوتیں ہو رہی ہیں اور دوستیاں بڑی پکی ہیں یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔

لیکن وہ دوستی جو کبھی ختم نہ ہو اور اس دوستی کے دھاگے ڈھیلے نہ ہوں وہ ایمان والی دوستی ہے۔ جس میں ایک دوسرے پر شکوہ نہیں ہوگا۔ شکایت نہیں ہوگی بلکہ پیار بڑھے گا اور کہے گا کہ اے اللہ اس نے مجھے بتایا تھا تو میں نے جرم چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرے ساتھ چلا تھا تو میں نیک بن گیا تھا۔ اس نے مجھے گھر سے دعوت دی تھی میں درس قرآن میں گیا تھا اور میں نے توبہ کر لی تھی۔ اے اللہ یہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔

ان لوگوں کی آپس میں جنگ نہیں ہوگی، دشمنی نہیں ہوگی رب ذوالجلال دونوں کوفردوس میں بلند مقام عطافرمادے گا۔

ادارہ صراط مستقیم کا منشور

یہ اس گفتگو کا مختصر ساخاکہ تھا جس کو میں نے پیش کر دیا اس سے مقصد یہ ہے کہ ہم اس پیغام کو آگے پہنچائیں اور اس کو جو معمولی جرم سمجھا جا رہا ہے۔اس کبیرہ گناہ کو لوگوں پر واضح کریں۔

یہ قرآن وسنت کی برکت ہے کہ اس کا اثر ہوتا ہے اور مجرم جرم چھوڑ تے ہیں تو یہ نصیب ہوتی ہے۔بالخصوص رمضان المبارک کا پر کیف ماحول ہے۔

اس میں جو بیج کاشت کیے جائیں تو اس سے اچھی فصل اگتی ہے۔اور اچھا منظر بنتا ہے۔

اس واسطے ادارہ صراط مستقیم پاکستان اس ملک کے اندر نیکی کی دعوت دینے کا عزم رکھتا ہے۔اور بدی سے روکنا چاہتا ہے۔اس کے منشور کا حصہ ہے۔

اس کو اپنے ماحول میں پھیلانا چاہتے ہیں۔میرا رب ہم سب کو ایسی ہلاکتوں سے بچائے رکھے جو شراب نوشی جیسی ہلاکتیں ہیں۔اور ہم سب کو اپنی اطاعت کی وادیوں میں آباد رکھے۔آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

CamScanner

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ
وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْؤُلًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا٥

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج فہم دین کورس میں ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام شرکت کی سعادت نصیب ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''انسانی حواس کا صحیح استعمال''

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور ہمیں اپنے حواس کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال نے حضرت انسان کو باقی مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ جس وقت انسان اپنے حواس کو سلیم العقل ہونے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ضابطے کے مطابق استعمال کرتا ہے تو پھر اس کا مرتبہ انہیں حواس والی دیگر چیزوں سے اور دیگر حیوانوں سے اونچا ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی بڑھتے بڑھتے فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

اور اگر حواس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے تو پھر یہ اپنے مرتبے سے نیچے گرتا ہے اور گرتے گرتے ہوسکتا ہے کہ یہ حیوانوں سے بھی بدتر ہو جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بَلْ هُمْ اَضَلّ کا جملہ استعمال کیا کہ اگر انسان اپنے

حواس کو صحیح استعمال نہ کرے تو صرف یہ ہی نہیں کہ وہ حیوانوں جیسا ہے بلکہ حیوانوں سے بھی گیا گزرا ہے، اور اس کا مرتبہ حیوانوں سے بھی نچلا شمار ہوتا ہے۔

حواس خمسہ کے صحیح استعمال پر اجر و ثواب

اس لیے ہم نے اس موضوع کا انتخاب کیا کہ محض سننا، محض دیکھنا، محض چکھنا، محض سونگھنا اور محض چھونا پھر ان کے زیر استعمال جو اعضاء ہیں اور ان کے ساتھ ہاتھوں سے پکڑنے اور قدموں سے چلنے میں کوئی فضیلت نہیں جس وقت اللہ کے دیئے ہوئے ضابطے کے مطابق استعمال ہوتے ہیں تو پھر

دیکھنے میں بھی فضیلت ہے۔

سننے میں بھی فضیلت ہے۔

سونگھنے میں بھی فضیلت ہے۔

چکھنے میں بھی فضیلت ہے۔

پھر پکڑنے میں بھی فضیلت ہے۔

ہر حس کے استعمال میں انسان کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ تو انسان زندگی گزارنے میں حواس کو ضرور استعمال کرتا ہے۔

اگر اس کی عادت یہ بن جائے کہ اس کے حواس ضابطہ خداوندی کے مطابق استعمال ہوں تو پھر Automaticly زندگی بھی گزرتی چلی جائے گی اور ہر حس میں ثواب کا ایک طویل سلسلہ موجود ہوگا۔ ورنہ مطلقاً دیکھنا، مطلق چکھنا، مطلقاً سونگھنا، یہ ساری قوتیں حیوانوں میں بھی ہیں۔ اور حیوانوں کو رب ذوالجلال نے مکلف نہیں بنایا۔ قرآن مجید میں ہے کہ

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا

(پارہ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۷۲)

بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔

یعنی رب ذوالجلال نے وہ امانت پہاڑوں پر پیش کی، آسمانوں پر پیش کی اور زمینوں پر پیش کی کوئی بھی اس امانت کو اٹھا نہ سکا وہ یہی امانت ہے کوئی مکلّف بننے کیلئے ان میں تیار نہ ہوسکا کہ وہ یہ کہے کہ یا اللہ تو حکم دے، میں تیرا حکم ماننے کیلئے تیار ہوں۔ یعنی خاص حکم کیلئے یوں تو ہر چیز اس کے تابع ہے لیکن بحیثیت مکلّف آسمان بھی کانپ اٹھے، زمینیں بھی کانپ اٹھیں، پہاڑوں سے بھی بوجھ نہ اٹھایا جاسکا۔

وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

انسان اور جانوروں میں فرق کی بنیادی وجہ

تو حواس کے صحیح استعمال کی بدولت انسان اس بوجھ کو اٹھا سکتا ہے۔ جو رب ذوالجلال کی سب سے بڑی امانت ہے۔ ورنہ ڈنگروں میں چوپائیوں میں، انسان میں فرق کیا رہ جائے گا۔ گدھے کی جو مرضی ہو وہ کھالے اور انسان کی بھی جو مرضی ہو وہ کھالے یہ امتیاز نہ کرے کہ جو چیز کھا رہا ہوں یہ لقمہ حلال کا ہے یا حرام کا ہے پھر گدھے کے کھانے میں اور انسان کے کھانے میں فرق کیا رہ جائے گا۔

CamScanner

گدھا جس وادی کی طرف چلنا چاہے چل نکلتا ہے اور جہاں سے چرنا چاہے چرتا ہے۔اس کیلئے یہ امتیاز نہیں ہے کہ اس کھیت سے کھانا جائز ہے لیکن اس کھیت سے کھانا ناجائز ہے۔ ان چیزوں کو وہ نہیں دیکھتا۔ ہر طرف جاتا ہے اور ہر طرف سے کھاتا ہے۔اگر ایک انسان کا بھی یہی وطیرہ ہو اور اس کے لئے حلال وحرام کی کوئی تمیز نہ ہو۔ اس کے اپنے ملک اور غیر کے ملک میں کوئی فرق نہ ہو۔پھر انسان میں اور گدھے میں کیا فرق باقی رہ جائے گا؟

ایسے ہی دیگر حیوانات ہیں تو یہ سارا فرق عقل کی قوتوں کے زیر سایہ حواس کے صحیح استعمال کی بدولت ہے جس کی وجہ سے ایک انسان کو یہ شان ملی کہ اللہ کے دربار میں اس نے اپنے آپ کو مکلف بنا کے پیش کر دیا۔اور رب ذوالجلال کے تمام احکام کو بجا لانے کا اس نے وعدہ کیا۔

دوسری طرف دیگر زمین وآسمان ہیں یا حیوانات ہیں ان میں ایسی صلاحیت موجود نہیں ہے۔آج جو انسان اپنا وقار کھوتا جا رہا ہے۔اور آج جو انسان کو انسانی عظمتوں سے محرومی کا سامنا ہے اس کا یہ بنیادی سبب ہے۔

حواس جو کہ انسان کو عروج دینے کی سیڑھی ہیں۔ان حواس کو غلط استعمال کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔اگر صحیح استعمال ہوتا تو مرتبہ بڑھتا چلا جاتا لیکن جو اس کا غلط استعمال ہوا تو پہلی حیثیت سے بھی نیچے گرتا جا رہا ہے۔

ہمارے ماحول میں اور بالخصوص نئی نسل کے اندر ایسی صورتحال دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جو کام حیوانوں کے تھے ان کو آج روشن خیالی سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔

CamScanner

قرآن کامیابی کا معیار

اس واسطے ضروری ہے کہ ہم قرآن وسنت کی روشنی میں اس چیز کو دیکھیں کہ ترقی کس چیز کا نام ہے؟ اور عروج کیا ہے؟

کہیں زوال کو عروج تو نہیں کہا جارہا،

کہیں کنوے کو مینار تو نہیں کہا جارہا،

کہیں زہر کو تریاق تو نہیں کہا جارہا۔

تو یہ قرآن وسنت ہمارے پاس کسوٹی اور معیار ہے جس سے کھرے کھوٹے کی تمیز ہوتی ہے۔ اور رب ذوالجلال نے اس امتیاز کو واضح کرنے کیلئے اس کتاب کو نازل فرمایا تھا۔

آخرت میں انسانی اعضاء سے سوال

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے۔

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا

(پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶)

بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

یعنی انسان کے کان، آنکھیں اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے قیامت کے دن سوا ہوگا۔

(کان کا مواخذہ)

ہر چیز کے بارے پوچھا جائیگا۔ جب سوال ہونا ہے کہ کان سے تم نے اچھی بات کیوں نہ سنی؟ اور کان سے تم نے بری بات کیوں سنی؟ تو پھر آج ہمیں سوچ سمجھ کے ان حواس کو استعمال کرنا چاہئے کہ یہ ایسا معاملہ نہیں ہے کہ کان جو چاہیں سنیں اس سے کوئی پوچھ پکڑ نہ ہو، کوئی مواخذہ نہ ہو۔

(آنکھ کا مواخذہ)

آنکھ جو چاہے دیکھے اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ رب ذوالجلال نے گرفت کرنے کا ذکر قرآن میں بیان کر دیا ہے۔ ان چیزوں میں تمہیں وارننگ ہے اور تمہاری انسانیت کو خطرہ ہے۔ ان چیزوں کی وجہ سے تمہاری انسانیت مجروح ہوسکتی ہے۔ اگر تم نے حواس کا غلط استعمال کیا۔

اگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو قرآن مجید میں بیان نہ کرتا تو کوئی عذر پیش کرتا، بہانہ کرتا، اللہ تعالیٰ نے آیات کو نازل کر دیا ہے۔ اگر کوئی سن کے عمل نہیں کرتا تو مجرم ہے۔ اگر کوئی پڑھتا نہیں اور سنتا نہیں تو پھر بھی مجرم ہے۔

رب ذوالجلال نے ہمیں یہ نصاب عطا فرما دیا ہے۔ کوئی بندہ یہ نہ سمجھے کہ آنکھ کا حساب نہیں، یہ نہ سمجھے کہ کان کا حساب نہیں، کوئی یہ نہ سمجھے کہ دل کا حساب نہیں، رب ذوالجلال ان تمام چیزوں کا مواخذہ کرے گا۔ جہاں جہاں ان کو غلط استعمال کیا گیا۔ وہاں مواخذے کی وجہ سے بندے کو کل حشر میں ہر ہر حرکت کا جواب دینا پڑے گا۔

CamScanner

انسان کے خلاف ہاتھ، پاؤں کی گواہی

دوسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰسین میں ارشاد فرمایا۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (پارہ ۲۳ سورۃ یٰس آیت ۶۵)

آج ہم ان کے مونہوں پر مُہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ

اور لوگوں کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے، ہاتھ خود بولیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے کہ کوئی شخص غلط فہمی میں جرم نہ کرتا رہے۔ کہ کل جب رب پوچھے گا تو میں بولوں گا ہی نہیں میں اقبال جرم نہیں کروں گا۔ تو میں بچ جاؤں گا، اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے تمہاری زبان سے ہمیں پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، اگر تم زبان سے نہ بھی بولو پھر بھی جرم ثابت ہوگا۔ اور زبان پر ہم مہر لگا دیں گے۔ زبان بند کر دیں گے۔ اس کی یہ شان جو گوشت کی چھوٹی سی بوٹی سے آواز پیدا کر سکتا ہے وہ انگلیوں سے بھی آواز پیدا کر سکتا ہے اور وہ ہاتھوں سے، قدموں سے بھی آواز پیدا کر سکتا ہے۔

تو اللہ نے لوگوں کی اس غلط فہمی کو مٹا دیا کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھتا پھرے کہ جرم میں نہ مانوں گا، گواہ کوئی نہیں ہوگا، میں نے گناہ چھپ کر کیا ہوگا، لہٰذا فرد جرم عائد نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم منہ پر مہر لگا دیں گے۔

وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ

پھر اس کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے۔

وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

اور ان کے قدم گواہی دیں گے۔

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

(پارہ ۲۳ سورۃ یٰس آیت ۶۵)

اس کی جو کچھ وہ لوگ دنیا میں کرتے رہے۔

ہاتھ اور پاؤں محکوم اور رعایا ہیں، اصل دل ان کے اوپر حکمران ہے۔ یہ اس کا آرڈر مانتے ہیں اور قیامت کے دن یہ خود بندے کے خلاف ہو جائیں گے۔ اور ہاتھ بولیں گے کہ فلاں رات کو اس نے فلاں چوری کی، قدم کہیں گے کہ مجھ پر چل کر گیا تھا اور اس نے فلاں ناجائز کام کیا تھا۔

سارا بدن بول اٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ متوجہ کر رہا ہے کہ تم ان چیزوں کو سنبھال سنبھال کے رکھتے ہو۔ اور ان کا مکمل لحاظ کرتے ہیں کہ انہیں کوئی گرمی نہ لگ جائے۔ وضو کروں تو ٹھنڈک نہ لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کل تمہارے خلاف گواہی دینے والے ہیں اگر ان کو حق کیلئے استعمال کرو گے تو کل حق کی گواہی دیں گے۔ اگر ان کو باطل کیلئے استعمال کرو گے تو یہ باطل کیلئے گواہیاں دیں گے۔

انسانی بدن کی اپنے خلاف گواہیاں

اس لئے حواس اور اعضا کو صحیح استعمال کیا جائے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ان کو ملوث کرو اور یہ بولیں نہ، یہ ظلم پر ضرور بولیں گے، شکایت ضرور کریں گے تو پھر یہ جاسوس ہیں۔ جو انسان اتنے جاسوسوں کے نرغے میں ہو وہ تو پھر ہر قدم سوچ کے اٹھائے۔ پھونک

پھونک کے زندگی بسر کرنی چاہئے، کسی کے پیچھے ایک جاسوس لگا ہوا ہو وہ بھی محتاط رہتا ہے۔انسان کا تو پورا بدن اس کے خلاف جاسوس ہے۔

کیونکہ اگلی آیت میں پوری جلد کے بارے کہہ دیا گیا۔ بال بول اٹھے گا کہ یہ میرے سے جرم کرتا رہا۔ میں اس کے بدن پر موجود تھا جب وہ فلاں گناہ کر رہا تھا۔تو اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ انسان ان حواس کو صحیح استعمال کرتا جائے ورنہ

نہ یہ ہو سکتا ہے کہ برائی کرنے جائے اور قدم کاٹ کے گھر رکھ جائے۔

نہ یہ ہو سکتا ہے کہ برائی کرنے جائے اور کھال اتارے اور گھر رکھ جائے۔

نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کو ساتھ لے جائے اور قیامت کے دن بول نہ سکیں۔

جب ساتھ ہر ایک کے یہ اعضاء جائیں گے تو پھر یہ ضرور بولیں گے، اس واسطے یہ ایک سینسیٹو معاملہ ہے۔ اور ہر وقت انسان کو اپنی تطہیر کا خیال رکھنا چاہئے۔ یوں استعمال کرے کہ کل جب رب ذوالجلال پوچھے تو ان میں سے ہر ایک انسان کی عظمت کی گواہی دینے والی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہاتھ چیخیں اور چلائیں یا اللہ تو نے کس ظالم کے ہاتھ ہمیں بنایا تھا اس نے پوری زندگی ہمیں رسوا کیا ہے۔ قدم کہیں گے یا اللہ تو نے کس ظالم کے قدم تو نے ہمیں بنایا تھا کہ

کبھی بھی ہم پر چل کے مسجد نہیں گیا۔

جب بھی چلا ہے شراب خانے کی طرف،

جب بھی چلا ہے برائی کے اڈے کی طرف،

جب بھی چلا ہے حرام کاری، چوری اور ڈاکے کی طرف۔

تو یہ اعضاء مظلوم ہیں، یہ چیخ اٹھیں گے، ضرور بولیں گے۔ لہٰذا آج ان اعضاء کے صحیح

استعمال کو پیش نظر رکھا جائے تو کل ان کے حق میں گواہی پر رب ذوالجلال بہتری کا فیصلہ فرمادے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا

وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پارہ ۲۳ سورۃ یٰس آیت ۶۵)

اوران کے پاؤں ان کے کیے کی گواہی دیں گے۔

پھرارشادفرمایا

حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(پارہ ۲۴ سورۃ حم السجدہ آیت ۲۰)

یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے ان کے کان اوران کی آنکھیں اوران کے چمڑے سب ان پران کے کیے کہ گواہی دیں گے۔

جب قیامت کے دن انسانوں کو پیش کیا جائے گا تو ان کے کان بھی گواہی دیں گے اور ان کی آنکھیں بھی گواہی دیں گی اوران کی کھالیں بھی گواہی دیں گی۔یعنی پورا بدن، ایک ایک بال انسان کے خلاف گواہی دے گا۔

اس سے اصل میں اس بندے کواذیت دینا مقصد ہے کہ جس چیز کے ساتھ پیار زیادہ ہو اور وہ ہی بندے کے خلاف ہو جائے تو پھراس کومزید تکلیف ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ جہنم کا عذاب ویسے بھی دے سکتا ہے۔مگر فرمایا جو اپنا مال سنبھال کے رکھتا ہے۔ اور سونے چاندی کی زکوٰۃ نہیں نکالتا تو قیامت کے دن اسی مال کوگرم کرکے اس بندے کی پیٹھ کوداغا جائے گا۔حالانکہ جہنم کا ایندھن تواور بھی بڑا ہے۔یہ کیوں کہا جائے گا۔

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ

یہ ہے وہ جو تم بچا بچا کے رکھتے تھے اور تم نے بڑا پیار رکھا ہوا تھا۔ اس پیارے سے انگارے بنیں اور بدن جھلس جائے تو بندہ مزید پچھتائے گا کہ اچھا تھا میں اس کی زکوٰۃ نکالتا۔ اس نے میرا یہی حشر کرنا تھا۔ اس نے مجھے یونہی جلانا تھا۔ اس وقت اسے زیادہ افسوس ہوگا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہ اور بھی بڑے ہیں۔ جس کوٹھڑی میں داخل ہو کے اس نے جرم کیا تھا وہ اینٹ بھی گواہ ہے۔ فضا بھی گواہ ہے۔ جہاں دنیا میں دوڑ کے جس جزیرے میں چلا جائے جو بھی جرم کریں وہاں کا ذرہ ذرہ بھی گواہ ہے اور پتہ، پتہ بھی بولتا ہے۔ لیکن رب ذوالجلال اس مقام پر اس گواہی کو بطور خاص ذکر کر رہا ہے کہ جس چمڑے کو تو صاف کر کے بنا کے رکھتا تھا۔ جن ہاتھوں سے تجھے پیار بڑا تھا اور جن قدموں سے تمہیں پیار بڑا تھا۔ دیکھ وہی تیرے خلاف ہو گئے ہیں۔ جب انسان کا بدن، اس کی کھال اور چمڑا اس کے خلاف بول رہا ہوگا تو اس سے مزید اس کو دکھ پہنچے گا۔ پھر اس کو احساس ہوگا کہ کاش میں اس بدن کو اللہ کے راستے میں رگڑ رگڑ کے خرچ کر دیتا۔ میں ان ہاتھوں کو رب کے دین کی خدمت میں مصروف رکھتا۔ میں نے ان کو بچایا ان کو آرام دیا۔ یہ میرے خلاف ہو گئے ہیں اس سے انسان کو ایذا دینا مقصود ہے تا کہ انسان کو جو چیزیں اچھی لگتی ہیں یہی جب اس کے خلاف گواہ ہو جائیں گے تو یہ انسان کیلئے بہت بڑا عبرت کا تازیانہ ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید میں ہے۔

یہ اپنی کھال سے جھگڑا کرے گا۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا (پارہ ۲۴ سورۃ حم السجدہ آیت ۲۱)

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی

جو کچھ آخرت میں ہونا تھا رب ذوالجلال نے پہلے بتا دیا کیوں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے

CamScanner

لہٰذا آج بدن کو اللہ کیلئے مصروف رکھوتا کہ کل تمہارے فائدے کی گواہی دیں۔ جب مجرم اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے کیوں ہمارے خلاف گواہی دی؟

تو کیوں کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی یہ کہ اے ہاتھ تیرا کام تو بولنا نہیں تھا تو کیوں بولتا ہے؟ میرا قدم تو کبھی بولا نہیں کرتا تھا، زبان بولتی تھی تو آج کیوں بولا ہے؟ میرے چمڑے تو نے آج باتیں کیں ہیں ایک مطلقاً استعجاب ہے بولنے پر اور پھر خلاف بولنے پر۔ جب یہ اعضا بولیں گے تو کہیں گے

قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (پارہ ۲۴ سورۃ حم السجدہ آیت ۲۱)

وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے

اَنْطَقَنَا اللّٰهُ

ہم مخلوق رب کی ہیں ہاتھ تیرے تھے مگر مخلوق تیری نہیں تو ہمارے خالق نے ہمیں کہا ہے کہ بولو تو ہم نے بولنا شروع کر دیا۔

اَنْطَقَنَا اللّٰهُ

ہمیں رب نے بلوایا ہے، رب نے ہمیں ناطق بنا دیا۔

یہ رب کی شان ہے جو زبان سے آواز پیدا کر سکتا ہے وہ ہاتھوں سے آواز کو پیدا کر سکتا ہے۔ جو زبان کو بلوا سکتا ہے، وہ قدموں کو بھی بلوا سکتا ہے۔

یہ مجرم جب جھگڑا کریں گے، کہیں گے بے وفا نکلے ہو ہمارے ہاتھو! اور بے وفا نکلو ہو قدمو! کیوں بولے ہو؟ وہ کہیں گے کہ بولے اس لئے ہیں کہ رب نے بلوایا ہے، اور

دنیا میں تیرے تابع تھے تو نے ہمارے ساتھ ظلم کیا، تو رب کا بے وفا بنا ہم کیسے بے وفائی کریں؟، رب کہے بولو اور ہم نہ بولیں نہیں نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ رب کا حکم ہے اور وہ ہمارا خالق ہے۔ اس نے ہمیں بلوایا ہے اس واسطے ہم بول پڑیں ہیں۔

اس لئے ہر مومن کو ان حواس کے صحیح استعمال کی طرف پوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ خالق کائنات حشر والے دن ان چیزوں کو بلوائے گا۔ لہٰذا اعضاء بولتے چلے جائیں گے۔ پورے بدن میں کمپیوٹرائزڈ نظام ہے۔ جس نے جو کچھ کیا پوری زندگی میں وہ مکمل ہاتھوں کے جرم ہاتھوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ قدموں کے جرم قدموں میں لکھے ہوئے ہیں اور ناجائز چھونے کے جرائم لکھے ہوئے ہیں۔ وہ سارے کا سارا ریکارڈ ان چیزوں سے ظاہر ہو جائے گا۔

آج ہمیں ضرورت ہے کہ ان حواس کو اچھی طرح استعمال کریں تاکہ کل ہمیں کسی ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

انسانی دل ایک گھر کی طرح

امام محاسبی ایک بہت بڑے صوفی ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں۔

مَثَلُ الْقَلْبِ مَثَلُ بَيْتٍ لَهُ سِتَّةُ اَبْوَاب

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ھ: ص، 175 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

انسانی دل ایسے ہے جیسے گھر ہوتا ہے، ایسا گھر جس کے چھ دروازے ہوں

حواس گھر کے دروازں کی طرح

اور حواس ایسے ہیں جیسے دروازے ہوتے ہیں۔ کہنے لگے انسانی دل کے چھ دروازے ہیں اور وہ کون کونسے ہیں؟

اَلْلِّسَانُ ،وَالْبَصَرُ وَالسَّمْعُ وَالشَّمُّ وَ الْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ

ایک دروازہ زبان ہے، ایک دروازہ آنکھ ہے، ایک دروازہ کان ہیں، ایک دروازہ ناک ہے اور ایک دروازہ دونوں ہاتھ ہیں اور پھر دونوں قدم بھی ایک دروازہ ہیں یہ مجموعی طور پر چھ دروازے ہیں۔

ایک مکان جس کے چھ دروازے ہوں اس کی حفاظت درکار ہیں کہ اس میں کوئی چور داخل نہ ہو۔ انسان کو یہ مطلوب ہے اور انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ شیطان دل پر کنٹرول چاہتا ہے اور مسلمان اپنے دل کو بچانا چاہتا ہے۔ دروازے چھ ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے میں تین پر پہرا دیتا ہوں باقی کو چھوڑتا ہوں۔ جس مکان کے چھ دروازوں میں تین تو کیا ایک بھی کھلا رہ جائے تو کیا وہ چور سے بچ سکے گا؟ نہیں۔ وہ نہیں بچ سکے گا۔ پانچ پر پہرہ لگایا ایک پر پہرہ چھوڑا تو جہاں پہرہ نہیں تھا وہاں سے چور داخل ہو جائے گا۔ تو پھر حفاظت کا مقصد پورا نہ ہوا۔

اس واسطے مومن کیلئے جو حفاظت مطلوب ہے اپنے دل کی،

کیونکہ دل ہے اللہ کی رحمتوں کی دھرتی،

دل ہے عرش کے نظاروں کا ایک مرکز۔

اتنا پاک وصاف اور اتنا شفاف بھی ہو سکتا ہے

کہ لوح محفوظ کی تحریروں کا عکس اس سے نظر آ سکتا ہے

یہ بگڑے تو بگڑتا بگڑتا اتنا بگڑ سکتا ہے

کہ اس کی حیثیت شیطان کے گھر جیسی بھی ہو سکتی ہے۔

چھ دروازوں پر پہرہ ضروری ہے

تو پھر دل میں ایمان کا نور ضروری ہے۔

نور آتا ہے نماز سے،

روزے سے،

حج سے،

زکوۃ سے،

جہاد سے،

صدقہ وخیرات سے

تلاوت قرآن مجید سے

اور جتنے بھی نیکی کے کام ہیں ان سے

اس لئے کہ اس خزانے میں جو کچھ جمع کر لیا ہے اگر دروازے کھلے چھوڑ دیے جائیں تو پھر جو کچھ کمایا تھا اس کے لٹنے میں بھی دیر نہیں لگے گی۔

تو لازم ہوا کہ خزانے میں کچھ رکھنا بھی ہے۔ اور پھر دروازے کو بند بھی رکھے، دروازوں کو صحیح استعمال بھی کرنا ہے۔ صحیح استعمال کیا ہوگا کہ

جب کان کے ذریعے سے اندر نور داخل کرنا ہو تو پھر دروازہ کھول لو۔

جب نور اندر داخل ہو جائے تو پھر دروازہ بند کرلو۔

جب آنکھ کے ذریعے سے دل میں نور داخل کرنا ہو تو دروازہ کھولو

اور جب نور داخل ہو جائے تو پھر دروازہ بند کرلو۔

جب ناک کی قوت شامہ سے نور دل تک پہنچانا ہو تو دروازہ کھولو

اور جب نور داخل ہو جائے تو پھر بند کرلو۔

اگر کوئی شخص ان دروازوں کو نور داخل کرنے کیلئے بھی نہیں کھولتا تو پھر بھی خسارے میں ہے۔ان دروازوں کو نہ کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ

وہ نماز نہیں پڑھتا۔

وہ روزہ نہیں رکھتا،

وہ کان سے حق نہیں سنتا،

آنکھ سے حق نہیں دیکھتا،

زبان سے حق نہیں بولتا۔

ساری زندگی اس کی ایسے گزر جاتی ہے۔تو پھر اس نے دل کیلئے کوئی چیز کمائی ہی نہیں کہ جس کی حفاظت کی جائے۔ اور جو سب کچھ دن رات کرتا ہے اور پھر دروازے سارے کھلے چھوڑ دے تو ساری کمائی کا فائدہ کیا ہوگا؟

کیونکہ دشمن تو بڑا شاطر ہے وہ تو دروازے توڑنا بھی چاہتا ہے۔ ہر وقت پیچھے لگا ہوا ہے۔ لہٰذا سارے دروازے کھلیں تو پھر بھی بندہ ناکام ہو جائے گا، بعض کھلے رہ گئے پھر بھی ناکام اس واسطے حضرت محاسبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے کہ اگر انسان کو دولت ایمان اور عمل کی جو خیرات ملی ہے اس کی حفاظت مطلوب ہے تو پھر کوئی دروازہ بھی کھلا نہ رہنے دے۔ سارے

دروازے وقت پر بند کر دے۔
جب اندر شیطان کے آنے کا وقت ہو تو اس وقت دروازے کھلے رہ گئے تو سب کچھ لٹ جائے گا۔ یہ ہمارے موضوع کا مرکزی خیال ہے اور روح ہے کہ حواس کی تطہیر اور حواس کا صحیح استعمال ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ دل نور ایمان سے چمکے گا اور صحیح استعمال کی وجہ سے نور ایمان برقرار بھی رہے گا۔ اگر استعمال غلط ہو گیا تو پھر جو کچھ کمایا ہے معاذ اللہ وہ بھی رائیگاں ہو جائے گا۔ پھر انسان گرتے گرتے حیوانوں سے بھی بدتر ہو جائے گا۔
اس سلسلہ میں امام محاسبی ان کی وضاحت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

زبان اور اس کا فرض

فَفَرْضُ اللِّسَانِ

زبان کا جو دروازہ ہے اس کا فرض کیا ہے؟

فَفَرْضُ اللِّسَانِ اَلصِّدْقُ فِیْ الرِّضَا وَ الْغَضَبِ

زبان کے دروازے کا فرض سچائی ہے۔ اور سچائی اس انداز کی کہ خواہ حق کڑوا ہو خواہ حق میٹھا ہو، زبان کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ سچائی پر قائم رہے۔

اور پھر اپنی زبان سے کسی مومن کو تکلیف نہ دے۔

اپنی زبان کو ذکر اللہ میں، دعوت الی الحق میں،

کلمہ کی سربلندی میں مصروف رکھے۔

اپنی زبان کو چغلی میں، غیبت میں

CamScanner

اور بہتان میں بالکل نہ آنے دے۔

جس وقت کلمہ حق کی سر بلندی کیلئے بھی زبان نہیں کھولے گا

پھر بھی مجرم بن جائے گا۔

اور جس وقت یہ غیبت کیلئے کھولے گا تو اب بھی مجرم بن جائے گا۔

تو زبان کا جو استعمال ہے وہ یہ ہوگا جس وقت حق کے اظہار کی ضرورت ہو تو اس میں بے دریغ بولے اور حق کی حمایت میں اپنی زبان کا کردار پیش کرے۔ جہاں جہاں زبان کے بولنے سے خسارہ ہوتا ہے ایمانی خسارہ، دنیا کا خسارہ مقصود نہیں۔ زبان کے بولنے سے ایمانی خسارہ ہوتا ہو تو اپنی زبان کو خاموش رکھے۔ جس وقت اس پہرے میں اپنی زبان کو رکھے گا تو صرف زبان کی حفاظت نہیں ہوگی بلکہ اس کو جنت کا سٹرفکیٹ بھی قرار دیا جائے گا۔

دو چیزوں کی ضمانت پر جنت کا انعام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب فی حفظ اللسان: ج2،ص958 قدیمی کتب خانہ کراچی)

دو جبڑوں کے درمیان جو چیز ہے اور دو ٹانگوں کے درمیان جو چیز ہے ان کے بارے میں مجھے جو بندہ ضمانت دے دے کہ میں ان کو ناجائز استعمال نہیں کروں گا تو اس کے لئے جنت کی ضمانت میں دیتا ہوں۔

تم مجھے ضمانت دو کہ احتیاط کریں گے، حق ادا کریں گے، جتنا بڑا انعام ہے اور

صلہ ہے۔ اس زبان کو جس وقت ایک انسان صحیح استعمال کرتا ہے۔ تو محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دو ضمانتیں مجھے دے دے میں ضامن ہوں کہ اللہ سے جنت لیکر اس کو دوں گا۔

یہ وہ بندہ نہیں کہہ سکتا جس کے پلے (معاذ اللہ) کچھ نہ ہو یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کو چابیاں جنت کی دی گئی ہوں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا میں ضامن ہوں اس کو جنت لیکر دوں گا یہ میری بات پر پہرہ دے جو کہہ رہا ہوں اور اس کا حق ادا کرے۔

﴿زبان کا سخت مواخذہ﴾

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ

(سنن ترمذی کتاب الایمان عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی حرمۃ الصلوۃ: ج2 ص545 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اپنی زبان کو روک کے رکھو تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم جو زبان سے گفتگو کرتے ہیں اس پر بھی ہم سے مواخذہ کیا جائے گا۔

یعنی جب یہ سوال سامنے آ رہا تھا کہ زبان چھوٹی سی ہے اس کے حرکت کرنے سے نقصان کیوں ہوتا ہے؟ اور زبان پھسلے تو جہنم میں بھی جا گرتا ہے۔ یہ زبان کی پھسلن ہے کلمہ کفر، جب کفر کرتا ہے تو زبان سے کرتا ہے۔ جب کوئی گستاخی کرتا ہے اور زبان سے کلمہ کفر بولتا ہے تو وہ مرتد اور کافر بن جاتا ہے۔ اس کی پھسلن بڑی خطرناک ہے۔

جب یہ صحیح چلتی ہے تو بندے کو کفر سے نکال کے مومن بناتی ہے۔ اس وقت بھی زبان ہی چلی جب دل میں تصدیق آ گئی اور زبان نے اظہار کر دیا، تو یہ مومن بن گیا۔ اور اگر

CamScanner

معاذ اللہ ایسا ہو گیا کہ پھر ایمان کے بعد زبان غلط چلی اور کلمات کفر بولے تو پھر زبان کے پھسلنے کی وجہ سے وہ جہنم کی گہرائی میں جا گرا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب تعجب کیا جا رہا تھا کہ زبان کا معاملہ اتنا خطرناک ہے تو آپ نے فرمایا معاذ سنو!

فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ

(سنن ترمذی کتاب الایمان عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی حرمۃ الصلوٰۃ: ج 2 ص 545 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اے معاذ تجھے تیری ماں روئے جتنے بندے تمہیں جہنم میں گرے ہوئے نظر آئیں گے، اپنے نتھنوں کے بل وہ اسی زبان کی وجہ سے ہوں گے۔

یعنی ان کو الٹا کر کے جہنم میں گرایا جائے گا۔ وہ سارے زبان کے مارے ہوئے ہوں گے۔

ان کو زبان ہی لے ڈوبی، زبان ابو جہل کو لے ڈوبی، زبان عتبہ، شیبہ کو لے ڈوبی، زبان سے اگر وہ اقرار کر جاتے اور دل سے گواہی دے دیتے تو بچ جاتے۔

جو لوگ جہنم میں الٹے کر کے ڈالے گئے وہ اس زبان کی وجہ سے ہے۔ جو جہنمی بنے ہیں وہ اس زبان کے کیے دھرے کی وجہ سے ہے۔ یہ زبان کا کرتوت ہے، یہ زبان کا کمایا ہوا ہے، یہ زبان کا معاملہ ہے، جہنم میں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جن کو جہنم میں الٹا کر کے ڈالا گیا ہے۔

ایک شخص کسی کو اذیت دیتا ہے کسی کو مارنا چاہتا ہے۔ قریب جا کے اس کو مارے گا ہاتھ یا آلے سے مارنا چاہتا ہے تو وہ آلے سے فائر کرے گا اور تیر کیلئے کمان پکڑے گا۔ لیکن

CamScanner

زباں سے تیر مارنے کیلئے نہ قریب جانے کی ضرورت ہے، نہ اسلحہ استعمال کرنے کی ضرورت ہے جہاں بیٹھا ہے وہیں سے بولے گا تو پتھر جا لگے گا۔ یہ اتنی تیز ہے یہ زندہ کو ہی نہیں جو دنیا سے چلا جائے اس کے پیچھے سے بھی جا کر حملہ کرتی ہے۔

اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ زبان کا معاملہ ہے۔ اس کے مارے ہوئے تمہیں جہنم میں ملیں گے۔ زبان نے ان کو اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ لوگ اس کی وجہ سے جہنمی بن گئے۔

﴿ہر بولنے والے کے پاس اللہ﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَ لِسَانِ كُلِّ قَائِلٍ فَلْيَنْظُرْ عَبْدٌ مَاذَا يَقُولُ

(شعب الایمان فصل فی فضل السکوت حدیث ۴۸۲۳)

جو انسان بولتا ہے تو اس کی زبان کے پاس اللہ ہے۔ تو بندے کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کیا کہتا ہے۔

یعنی زبان کا بولنا اتنا سیریس مسئلہ ہے کہ اس کی زبان کے پاس اللہ ہے۔ حالانکہ ویسے بھی اب ہر جگہ موجود ہے۔

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (پارہ ۲۶ سورۃ ق آیت ۱۶)

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں

لیکن فرمایا کہ زبان کا معاملہ چونکہ بہت حساس ہے۔ بولتے وقت کوئی بندہ بے خبری میں نہ بولے، سمجھے کہ میرے جملوں کے رب قریب ہے اور وہ سن رہا ہے۔ اگر غلطی ہو گئی تو میں کیسے بچ سکوں گا؟

بولنا سونا تو خاموشی چاندی

حکماء کہتے ہیں۔

اِنْ کَانَ الْکَلَامُ ذَھَبٌ فَالسُّکُوْتُ فِضَّۃٌ

اگر بولنا سونا بھی ہو تو خاموشی پھر بھی چاندی ہے۔

حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ جو بہت بڑے صوفی ہوئے ہیں وہ کہا کرتے تھے کہ انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کتنی باتیں دن میں فضول کر دیتا ہے۔

صحابہ کا قول ہے کہ

فَاِنَّ الرَّجُلَ یُسْأَلُ عَنْ فُضُوْلِ کَلَامِہٖ کَمَا یُسْأَلُ عَنْ فُضُوْلِ مَالِہٖ

(الاحیاء العلوم ج ۸ ص ۲۱۲)

جیسے مال فضول ہو تو اس کا حساب ہوگا ایسے ہی کلام فضول ہو تو اس کا بھی بندے سے حساب ہوگا کہ اتنی فضول باتیں کیوں کیں؟

ابوعلی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ انسان فضول باتوں سے کیسے بچ سکتا ہے؟

لَوْ کُنْتُمْ تَشْتَرُوْنَ الْکَاغَذَ اَیِ الْوَرَقَ لِلْحَفَظَۃِ لَسَکَتُّمْ عَنْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْکَلَامِ

”اگر تم کراما کاتبین کیلئے کاغذ خریدتے تو تم بہت سی گفتگو سے باز آجاتے“

اگر یہ ہوتا کہ سٹیشنری کا بندوبست تمہارے ذمے ہے۔ کاغذ فرشتوں کو تم نے فراہم کرنا ہے۔ تمہارے جو کراما کاتبین ہیں ان کو لکھائی کیلئے جو کاغذ چاہیے وہ تم نے دینا ہے۔ تو پھر پتہ چلتا بندہ کتنا فضول بھی بولتا ہے۔ روزانہ رجسٹر ختم ہو جاتا وہ کہتا کہ نیا رجسٹر لے

آ ؤ تو وہ دوسری تیسری رات ختم ہو جاتا۔

اگر رجسٹر بندوں کو خود خریدنا ہوتا پھر پتہ چل جاتا کہ میرا معاملہ کتنا ہو چکا ہے۔ لہٰذا مجھے اپنی زبان کے لفظوں کے لحاظ سے پابندی کرتی ہے۔

آنکھ اور اس کا فرض

وَ فَرْضُ الْبَصَرِ اَلْغُضُّ عَنِ الْمَحَارِمِ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳: ص 177 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

دوسرے نمبر پر آنکھ کا فرض کیا ہے؟

آنکھ کا فرض سب سے بڑا فرض ہے۔

اَلْغُضُّ عَنِ الْمَحَارِمِ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳: ص 177 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

آنکھ سے غیر محرم کو دیکھنے سے اجتناب کرے۔ آنکھ غیر محرم کو دیکھنے سے بند رہے۔ یہ اللہ کی طرف سے انسان کیلئے سب سے بڑا فرض ہے یہ حواس کے صحیح استعمال اور غلط استعمال کی وضاحت ہو رہی ہے۔

آنکھ کو کھلا چھوڑ دیا جائے کہ یہ جدھر چاہے چرتی پھرے تو یہ مومن کی آنکھ نہیں ہے۔ اس صورتحال میں اسے دیکھنا ہے کہ آنکھ میری ہے اور میں رب کا بندہ ہوں اور رب سے میں نے کہا ہے کہ میرے رب تیری مرضی پر میں نے زندگی بسر کرنی ہے۔ تو میرے رب آنکھ کا استعمال ویسا ہو گا جس کے استعمال سے تو راضی ہوتا ہے۔

وَتَرْكُ التَّطَلُّعِ حُجُبَ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳: ص، 177 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

جن چیزوں سے ان کو روکا گیا ہے ادھر جھانکنے سے منع کر دے۔ تو پھر صحیح استعمال ہو جائے گا۔

﴿ناجائز دیکھنا شیطان کا تیر﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳: ص 179، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

(شعب الایمان کتاب الرقاق باب ذکر سہم من سہام ابلیس حدیث ۷۹۸۸)

نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

یہ زبان سے بھی زیادہ خطرناک ہے کہ

شیطان جن تیروں سے چھلنی کرتا ہے۔

شیطان جن تیروں سے تقوے کی چادریں تار تار کرتا ہے۔

جن تیروں سے انسان کے طہارت کے لباس کو پھاڑتا ہے۔

ان تیروں میں سے ایک تیر آنکھ ہے۔

آنکھ کا کتنا سخت مسئلہ ہے اور کتنا سخت معاملہ ہے۔ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا کہ آنکھ تمہاری ہے اگر صحیح رکھو گے تو تمہارا فائدہ ہوگا اگر غلط رکھو گے تو پھر آنکھ تمہاری ہے اور تیر شیطان کا ہے۔

اگر اس آنکھ نے ناجائز دیکھا تو پھر شیطان نے تیر اپنے کنٹرول میں کر لیا جس کی وجہ سے تقویٰ ختم، طہارت ختم، نیکی ختم ہو جاتی ہے اگر آنکھ صاف نہ رہے۔ لیکن اگر آنکھ

صاف ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نور اور سرور ہے۔

﴿ایمان کی تازگی آنکھ کی حفاظت میں﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ تَرَكَه، مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيْمَاناً يَجِدُ حَلَاوَتَه، فِيْ قَلْبِهٖ

(شعب الایمان کتاب الرقاق باب النظر سہم من سہام ابلیس حدیث ۷۹۸۸)

اگر کسی کی نگاہ غیر محرم کی طرف اٹھ گئی تو فوراً اسے خیال آ گیا اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اس کو اس طرح روکنے پر اللہ تعالیٰ ایمان کی نئی چاشنی اور لذت عطا فرمائے گا۔

آج لوگ جھوٹی لذتیں تلاش کرتے ہیں اور جھوٹی چیزوں سے لذتیں تلاش کرتے ہیں۔ تجربہ کر کے دیکھ لو محبوب علیہ السلام کا ایک ایک حرف آج بھی گواہی دے رہا ہے کہ اگر کسی کی آنکھ بہک گئی اور غیر ارادی طور پر بھی کہیں جا پڑی اور نبی علیہ السلام کا فرمان اس کو یاد آ گیا کہ نبی علیہ السلام نے یوں دیکھنا حرام کیا اور میرے رب نے یوں دیکھنا حرام کیا۔ فوراً آنکھ بند کرے تو محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اس کو نیا ایمان ملے گا۔

یعنی ایمان جو حاصل ہے اس میں نئی زندگی آ جائے گی کیسی زندگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَجِدُ حَلَاوَتَه، فِيْ قَلْبِهٖ

اسے واقعی محسوس ہو گا کہ اللہ نے مجھے ایمان کی نئی شان عطا فرما دی ہے۔

﴿آنکھ کی حفاظت پر حور سے نکاح﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ غَضَّ بَصَرَہٗ عَنِ النَّظْرِ الْحَرَامِ

جو بندہ اپنی آنکھ کو نظر حرام سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کیا دے گا۔

زَوَّجَہٗ اللّٰہُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ

اللہ تعالیٰ ایک نظر پر جو اس نے اپنی آنکھ برائی، فحاشی کی طرف اٹھانے سے بند کر لی تھی، اللہ تعالیٰ اس کی حور عین سے شادی کرے گا۔

حَیْثُ اَحَبَّ

وہ جہاں چاہے گا رہے گا۔

﴿ناجائز دیکھنے والا قیامت کے دن اندھا﴾

وَمَنِ اطَّلَعَ فَوْقَ بُیُوْتِ النَّاسِ

جو بندہ لوگوں کے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر جھانک کے دیکھتا ہے۔

لوگوں کی دیواروں کو پھلانگ کر دیکھتا ہے۔ لوگوں کے دروازوں کے سوراخوں سے دیکھتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَشَرَہٗ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَعْمٰی

اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو جو آنکھیں دی تھیں ان کا اس نے صحیح استعمال نہ کیا۔ تو یہ قیامت کے دن نابینا اٹھایا جائے گا۔ اور جس شخص نے پابندی کی تو اس کی شادی حور عین سے ہو گی۔

یہ اہل حق کا مذہب ہے کہ وہ ثواب پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں۔ طلب ثواب میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور کوئی اپنی آنکھ اس لئے پاک وصاف رکھتا ہے کہ حور عین سے شادی ہو جائے تو حرج اس میں بھی نہیں مگر حق پرستوں کا جو پہلا طبقہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس لئے پاک رکھیں گے کہ آنکھ پاک رکھنے سے رب راضی ہوتا ہے۔ حور کا معاملہ اپنی جگہ ہے ہم نے اپنی آنکھ اس لئے پاک رکھنا ہے کہ ہمارے رب نے ہمیں آنکھ پاک رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

کان اور اس کا فرض

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو ہمیں نصاب دیا گیا اس میں کانوں کا بھی حساب ہے۔ یہ نصاب کلام، زبان اور نظر کے تابع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو دیکھنا حرام ہے اس کی بات سننا بھی حرام ہے۔ جس کی طرف نگاہ حرام ہے اس کی بات سننا بھی حرام۔ سوائے چند شرعی ضرورتوں کے غیر محرم عورت اس کی آواز کو سن سکتی ہے۔ کوئی دین کا مسئلہ بیان کرے تو عورت اسکی آواز کو سن سکتی ہے ورنہ یہ پابندی لگادی گئی کہ جس کو دیکھنا ناجائز ہے لذت لینے کیلئے اس کیساتھ فون پر باتیں کرنا بھی حرام ہے۔ شریعت مطہرہ میں یہ صورتحال ہے جس کو آنکھوں سے دیکھنا حرام ہے لذت لینے کیلئے اس کی باتیں سننا بھی حرام ہے۔

وَفَرْضُ السَّمْعِ تَبْعٌ لِلْكَلَامِ فَكُلُّ مَا لَا يَحِلُّ لَكَ الْكَلَامُ فِيهِ وَ لَا النَّظْرُ إِلَيْهِ لَا يَحِلُّ لَكَ اِسْتِمَاعُهُ وَلَا التَّلَذُّذُ بِهِ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ھ ص، 180 مکتب المطبوعات الاسلامیہ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کو نصاب دیا

کانوں کا نصاب یہ کہ یہ کلام کے تابع ہیں تو ہر وہ چیز جس میں تیرے لئے کلام کرنا جائز نہیں اور جس کی طرف دیکھنا جائز نہیں تو ہر اس چیز کا سننا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔

یہ نصاب وہ نہیں کہ جو آج ہم کسی دارالافتاء میں بنائیں یا کسی پارلیمنٹ میں گھڑیں۔ یہ نصاب وہ ہے جو عرش پہ بنایا گیا اور محبوب علیہ السلام نے ہمیں پڑھ کے سنایا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک بدکاری ہے۔

اگر کوئی بندہ ایسی باتیں سن کر لذت لے گا جو شریعت نے حرام کی ہیں۔ تو اس کو کانوں کا زنا کہا جائے گا۔ آنکھوں کا زنا، زبان کا زنا۔

ہمارے محبوب علیہ السلام نے باقاعدہ ان کے نام لئے۔ اگر کام ناجائز ہے تو پھر بدکاری ہے۔ وہ انسان گندہ ہے جس کی آنکھیں بدکار ہوں۔ جس کے کان بدکار ہوں جس کی زبان بدکار ہو۔

لیکن مومن کی شان یہ ہے کہ خود بھی پاک دامن ہوتا ہے اس کے اعضا بھی پاک دامن ہوتے ہیں۔

صراط مستقیم کی آواز اور اسکا پیغام

آج ان باتوں کو فیشن کی دھول میں مٹایا جا رہا ہے اور اس جرم کو جرم نہیں سمجھا جا رہا، اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھ رہا، یہ گناہ جو ہر وقت ہو رہے ہیں اور حواس کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔

اسلام کا کارواں کافی صدیوں کا سفر طے کر آیا ہے۔ آج جو پیدا ہوا اسے نہ ایسی

محافل ملیں جو انہیں سمجھاتا۔ بس وہ پڑھتے پڑھتے انگلش سٹائل میں آگے نکل گیا۔ اس کو کلمہ سیدھا نہیں آتا اس کو حواس کا نصاب کون بتائے گا۔

تو صراط مستقیم کی آواز اور ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ جو عرشی نصاب ہے فرش والوں کے سامنے اس کی وضاحت کی جائے۔ فرق ہونا چاہئے ایک کتے میں اور ایک مومن میں، کتا اپنی مرضی کے مطابق چلتا ہے، اپنی مرضی کے مطابق بولتا ہے اور مرضی کے مطابق دیکھتا ہے۔ اور جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ لیکن جو اللہ کا بندہ ہے اپنی مرضی پہ نہیں بلکہ وہ اپنے رب اور اپنے محبوب علیہ السلام کی مرضی پر دن گزارتا ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ کانوں کے نصاب میں یہ نہیں ہے کہ صرف غیر محرم کی آواز سننا حرام ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آوازیں ہیں۔

مثلاً غیبت کی آواز، گانے کی آواز کو سننے سے بھی کانوں کی طہارت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے بھی استعمال درست نہیں رہتا۔

گانے کے بارے سوال اور اسکا جواب

سُئِلَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سِمَاعِ الْغِنَاءِ ؟

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳: ص، 180 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

قاسم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ گانا سننا جائز ہے اور مزامیر سے جو آواز نکلتی ہے وہ آواز سن لیں تو جائز ہے۔ تو انہوں نے آگے سے سوال کر دیا: فرمانے لگے:

اِذَا مَيَّزَ اللّٰهُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ يَقَعُ الْغِنَاءُ؟

جب رب ذوالجلال قیامت کے دن حق باطل کا فیصلہ کرے گا اور ان کو جدا جدا کرے گا

CamScanner

حق ایک طرف اور باطل ایک طرف تو تم مجھے یہ بتاؤ یہ گانے کس طرف ہوں گے۔

قِيلَ فِي حَوْزِ الْبَاطِلِ

تو سائل کہنے لگا کہ یہ باطل میں ہونگے پھر فرمانے لگے۔

فَأَفْتِ نَفْسَكَ

پھر مجھ سے نہ پوچھ اپنے نفس سے پوچھ اور خود مفتی بن کر فتویٰ دے۔

پھر تو مجھ سے کیوں پوچھتا ہے؟ کہ گانا سننا جائز ہے۔ مجھ سے کیوں پوچھتا ہے؟ کہ میوزک جائز ہے۔ جانتا تو تو خود بھی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اس وقت ڈھول، باجے، مزامیر کہاں رکھے جائیں گے خود کہتا ہے باطل میں رکھے جائیں گے

فَأَفْتِ نَفْسَكَ

اپنے نفس سے فتوی لے اور اپنے آپ کو سمجھا۔

میرے فتوی کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو یہ دو چیزیں ہیں جس کی وجہ سے بندے کے کان خراب ہوتے ہیں۔ یہ سارا غلط استعمال ہے۔

صحیح استعمال وہ ہوگا جو حق کو سننے میں اور حق کو سمجھنے میں، قرآن کی تلاوت سننے میں اور نبی علیہ السلام کی ثنا خوانی سننے میں حق کا درس سننے میں جو کان شرکت کریں گے اس وقت ان کے استعمال کو صحیح استعمال قرار دیا جائے گا۔

کان اور اس کا کردار

وَلَيْسَ مِنْ جَارِحَةٍ أَشَدُّ ضَرَرًا عَلَى الْعَبْدِ بَعْدَ لِسَانِهِ مِنْ سَمْعِهِ

امام محاسبی کہتے ہیں کہ ایک انداز کانوں کا ایسا ہے کہ زبان کے بعد جتنا یہ خطرناک ہے

اتنا دیگر حواس میں سے کوئی خطرناک نہیں۔

لِاَنَّهٗ اَسْرَعُ رَسُوْلٍ اِلَى الْقَلْبِ

دل تک جو بات سب سے تیز پہنچتی ہے تو وہ کان کے ذریعے سے پہنچتی ہے۔

یعنی کہیں آپ جا کر بیٹھے اور دیکھنا سننا کچھ نہیں تو پتہ نہیں چلے گا کہ کیا واقعہ ہوا تھا، دیکھنے سے کچھ پتہ نہ چلا، کہیں جا کر بیٹھے اور سارا دن مصروف رہے لیکن کانوں میں کوئی بات نہ پڑی تو کچھ معلوم نہیں ہوگا۔ جب آواز کانوں میں پڑتی جائے گی، دل تک پہنچنے میں سیکنڈ بھی نہیں لگے گا فوراً دل تک پہنچے گی۔

جب کوئی خبر پہنچی کہ تمہارا فلاں عزیز فوت ہو گیا تو یہ خبر کان نے سنی اٹیک دل کو کیوں ہو گیا؟ اس واسطے دل کا اٹیک ہوا کہ اصل معاملہ دل کا ہے۔ اور دل تک بات پہنچتی ہے دل تک بات پہنچنے میں دیر نہیں لگتی۔ ایسا نہیں ہے کہ کان تک بات پہنچے اور وہاں رک جائے دل تک بات نہ پہنچے۔ بلکہ کان میں آنے والی آواز ایک سیکنڈ میں دل تک پہنچتی ہے۔

پھر کانوں کے آگے کوئی حجاب ہونا چاہیے کہ کان میں ایک کنوے کا راستہ اور کنواں ایسا ہے جس میں زہر پڑ گیا تو نکالنا بڑا مشکل ہے۔ کانوں کے آگے کوئی حجاب ہونا چاہئے تا کہ ایسا نہ ہو جس کی جو مرضی آئے وہ کانوں میں زہر ڈالتا رہے۔

بدعقیدگی اور گندی باتیں کانوں میں پہنچیں گی اگر کان کھلے رہیں گے۔

بدعتی کی بات نہ سن ورنہ نقصان ہوگا

حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے صوفی، سالک اور تبع تابعین میں ان

کا بہت بڑا نام ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

سَمِعْتُ كَلِمَةً مِّنْ مُّبْتَدِعٍ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ھ ص،181 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

ایک بدعتی کا میں نے ایک کلمہ سن لیا۔

اس وقت جو فلاسفہ کے مذہب پر چلنے والے تھے معتزلہ اور خوارج۔

میں نے ایک بدعتی کی آواز سنی

مُنْذُ عِشْرِيْنَ سَنَةً

مجھے وہ بات سنے بیس سال ہو گئے ہیں۔

مَا اسْتَطِيْعُ اِخْرَاجَهَا مِنْ اُذُنِيْ

کوشش کر بیٹھا ہوں آج تک وہ کانوں سے نکل نہیں رہی۔

بیس سال پہلے اس بدعتی سے ملاقات ہو گئی اس نے ایک بات کہہ دی اور میرے کان میں داخل ہو گئی۔ میں اتنی کوشش کر چکا کہ میں اپنے کانوں کو صاف کروں وہ بات باہر نکالوں۔

بیس سال سے میں نے چلے بھی کاٹے، مجاہدے بھی کیے، ریاضتیں بھی کیں، لیکن آج تک وہ بات میرے کان سے باہر نہیں نکل سکی۔

یعنی اتنا اہم معاملہ ہے کہ کان میں داخل ہونے والی چیز کو نکالے کون؟

کان میں داخل ہونے میں رکاوٹ کیا ہے؟ کان کھلا ہے جو چیز سنے گا وہ کان میں داخل ہو جائے گی۔

CamScanner

ظالم کے پاس مت بیٹھیں

یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

(پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۶۸)

تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔
جو بدعتی اور ظالم لوگ ہیں کافر، یہودی عیسائی اور مرزائی ان کے ساتھ بیٹھو ہی نہیں ورنہ کان میں چیز داخل ہو جائے گی پھر اس کنوے سے نکالنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔

حضرت طاوس رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنا طریقہ

حضرت طاوس رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل یہ تھا کہتے ہیں:

اِذَا اَتَاهُ مُبْتَدِعٌ سَدَّ اُذُنَيْهِ

جب کوئی بدعتی آ جاتا تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے کہ اس کی بات میرے کانوں میں داخل نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا شریعت پہ عمل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل یہ تھا کہ اگر کہیں سے سرنگی، ڈھول یا مزامیر کی آواز آ گئی ہے تو کانوں میں انگلیاں دے لیتے تھے کہ ہمارے کان گندے نہ ہو جائیں۔ ان کا استعمال درست رہے۔ تو یہ انسانی کانوں کا بڑا احساس معاملہ ہے۔ جو کانوں میں چیز چلی جاتی ہے وہ دل میں شامل ہو جاتی ہے۔ اگر انسان محتاط بھی نہ ہو تو

کانوں سے وہ شی، سیدھی دل میں داخل ہو جائے گی۔ بدعقیدگی ہے تو گندا داغ لگے گی، پھر وہ گندگی بڑھتی چلی جائے گی اور پھر سارا دل سیاہ نگری بن جائے گا۔

﴿بُرے دوست سے بچنا ضروری﴾

حواس کا صحیح استعمال بڑا لازم ہے۔ ایسے دوست کو اپنا دوست نہ بناؤ جس میں کوئی کجی موجود ہو۔ خواہش کا پجاری ہو، نام نہاد روشن خیال یہود و نصاریٰ کا ایجنٹ ہو، یا بدعقیدگی کا وہ مریض ہو۔ اس کے بیٹھنے سے تم کتنا بھی پہرہ لگا لو کبھی تو غافل ہو جاؤ گے ان کی بات کان میں داخل ہو جائے گی۔ لیکن جب وہ بات کان میں آ گئی تو آگے اس کو روکنے کا کوئی دروازہ بھی نہیں ہے ایسا نہیں ہے کہ ایک دروازہ سے چلی جائے اور دوسرا بند کر دیا جائے۔ کان میں داخل ہو گئی تو دل میں سیدھی جائے گی۔ اگر دل میں چلی گئی تو بھی دل سب سے بڑا مقام تھا جسے بچانا تھا۔ جب دل میں پہنچ گئی تو دل میں گندے اثرات پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے پھر بڑی محنت کے بعد جا کر دل کا آئینہ ستھرا ہو گا۔

اس واسطے آغاز میں ہی اپنے کانوں پر پہرہ لگایا جائے تا کہ کوئی چور کان کے راستے سے دل کی دھرتی میں داخل نہ ہو سکے۔

﴿قوت شامہ (سونگھنا) اور اس کا فرض﴾

فَرْضُ الشَّمِّ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ھ: ص، 184 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

قوت شامہ کا بھی ایک نصاب ہے۔

تَبَعٌ لِلسَّمْعِ وَالْبَصَرِ

یہ آنکھ اور کان کے تابع ہے۔

ہر وہ چیز جس کو سننا حرام ہے، جس کو دیکھنا حرام ہے اس کے لحاظ سے بعض چیزیں ایسی آئیں گی کہ جن کو سونگھنا بھی حرام ہو جائے گا۔ تو قوت شامہ کو بھی کھلا نہیں چھوڑ جا سکتا۔ قوت شامہ کا ایک باقاعدہ نصاب ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا روشن کردار

ہمارے اسلاف نے اتنی پابندی کی کہ

قَدْ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ھ، ص184، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ

اَنَّہٗ اُتِیَ بِمِسْکٍ فَاَمْسَکَ عَلٰی اَنْفِہٖ

آپ کے پاس علاقہ کے مال میں کستوری آجاتی تھی تو اپنی ناک بند کر لیتے تھے

فَقِیْلَ لَہٗ فِیْ ذَالِکَ؟

آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

ھَلْ یُنْتَفَعُ مِنْہُ اِلَّا بِرَائِحَتِہٖ

فرماتے تھے کہ ہر وہ چیز جو بیت المال میں ہو وہ اوروں کیلئے حرام ہے۔ اور خوشبو کا استعمال یہی ہے کہ اس کو ناک سے سونگھا جائے۔

تو میں اس لئے اپنی ناک کو بند کر دیتا ہوں تاکہ جس کا استعمال جائز نہیں وہ میری ناک میں داخل نہ ہو سکے۔ یعنی یہ تقویٰ کا اعلیٰ معیار تھا اور پرہیزگاری تھی۔

اور ہمیں بھی اس کورس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

CamScanner

قوت لامسہ (چھونا) اور اس کا فرض

وَ فَرْضُ اللَّمْسِ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ھ:ص،184 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

قوت لامسہ کا بھی ایک نصاب ہے۔

اس میں بھی بڑی کوتاہی برتی جارہی ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ غیر محرم سے چھو جائے تو فرمایا یوں ہے جیسے خنزیر ہو اور وہ بھی گندگی اور کیچڑ میں پوری طرح ڈوبا ہوا ہو اس کو بدن لگے تو جتنی تمہیں نفرت ہے اتنی نفرت اس کام سے بھی ہونی چاہئے۔

یہ نہیں کہ وہ عورت (معاذ اللہ) کوئی ایسی ہے۔عورت اپنے تقدس پر قائم ہے لیکن حرمت کی وجہ شبہ بیان کرنا مقصود تھی کہ جیسے تم خنزیر کو ہاتھ لگانا اور خنزیر بھی وہ جو گندگی میں لت پت ہو اس کو پسند نہیں کرتے۔تم سمجھتے ہو کہ ہمارے لئے حرام ہے ایسے ہی غیر محرم کے ساتھ اپنے بدن کے مس ہونے کو بھی حرام جانو۔

قوت لامسہ کی پابندیوں سے صرف نظر

قوت لامسہ یعنی جو چھونے کی قوت ہے اس کے لئے بھی پابندیاں ہیں۔

آج معاذ اللہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آپس میں سلام، مصافحہ اور اس طرح کے انداز پائے جاتے ہیں اور پھر یہ نہیں کہ نہایت بدمعاش قسم کے لوگ ہوں ان میں یہ صورتحال ہو بلکہ مہذب خاندانوں میں شادیوں پر لڑکوں اور لڑکیوں کے ایسے معاملات کو اور گھروں میں بھی ان میں کوئی حرج نہیں سمجھا جارہا اور اس پر کوئی توجہ نہیں دی جارہی۔

یہ قوت لامسہ کا نصاب ہے۔اگر کوئی شخص کسی غیر محرم کے ساتھ اپنا ہاتھ لگایا تو شریعت

میں اس نے حرام کام کا ارتکاب کیا۔
اس واسطے ہماری سوسائٹی کے جو انداز بدلتے جا رہے ہیں شیطان اپنی کوشش میں ہے اور رحمان کے بندے اپنی کوشش میں ہیں۔
شیطان چاہتا ہے سب کچھ مٹ جائے، مسلمانوں کی جو حدیں بنی ہوئی تھیں وہ مٹ جائیں۔
یہی دکھ ہے کہ ہمارے خلاف این جی اوز کہتے ہیں کہ یہ فلاں ہماری آزادی سلب کرنا چاہتے ہیں یہ ہمارے فنکشن میں مداخلت کرتے ہیں۔ اور ہمارے ریفرشمینٹ کے پروگراموں میں بھی مداخلت کرتے ہیں کہ انسان تھکا ہوا ہوتا ہے۔ اسے تفریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو یہ تفریح ہے ہمیں ملنے بھی نہیں دیتے، ہاتھ لگ جائے تو کہتے ہیں حرام ہے۔

ادارہ صراط مستقیم حق کا داعی

ہم ان کو بتانا چاہتے ہیں کہ افرنگی دکانوں کے کھلونو!
یہ ہمارا اپنا مسئلہ نہیں بلکہ ہمارے رب عزوجل کا حکم ہے۔ اور رب عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے، ہم ان کی اس دعوت کے وکیل ہیں اور ادنیٰ سے خادم ہیں۔ اس واسطے یہ ہم پر حق بنتا ہے کہ جب ایک طرف شیطان اپنے پورے لاؤلشکر کے ساتھ حکومت کی سرپرستی میں ایسے دھندے کروا رہا ہے۔ تو ہم اس کے مقابلے میں قرآن وسنت کا نور عام کریں۔

ارباب حکومت کے حیاء باختہ معمولات

جب وہ مناظر اخبار پر چھپتے ہیں تو شرم آتی ہے۔ ایک وزیر خاتون جو ہمارے ملک

پاکستان کی ہے اس نے کسی امریکی کنجر کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہوا ہو اور اس سے ملاقات کر رہی ہو یا وہاں کی کوئی ایسی کنجری آ جائے ہمارے وزیر اور ارباب حکومت اس کے ہاتھ تھام رہے ہوں یا ملاقات اس انداز میں کہ بدن مس ہو رہا ہو یا کر رہے ہوں تو یہ نظریہ پاکستان پر آرا چلانے کے مترادف ہے۔ وہ بیس لاکھ مسلمانوں کا خون جو اس ملک کی بنیادوں میں شامل ہے۔ یہ پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ یہ ملک کسی برائی کا اڈا نہیں ہوگا بلکہ رب کے حکموں کی مسجد ہوگی۔ اس مسجد کے تقدس کو پامال کرنے کیلئے شیطان اپنے لشکر سمیت آ گیا ہے۔ گلی گلی میں دفتر ہیں وی، سی، آر کے اور گلی گلی میں کیبل کے ذریعے برائی پھیلا رہے ہیں۔

حق پرستو! اگر ہم سر چھپا گئے،
اگر ہم گراونڈ سے آؤٹ ہو گئے۔
اگر ہم چلّے میں داخل ہو گئے۔
اگر ہم کسی نماز سے چھپ گئے
اور کسی حجرے میں بند ہو گئے
تو کل رب ہم سے پوچھے گا
کہ جب دین کو ضرورت تھی
تو تم نے چپ کیوں اختیار کی تھی؟
پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مواخذہ ہوگا تو وہ بڑا شدید ہوگا۔

اس واسطے اس ماحول میں رہ کر یہاں سے بھاگے بغیر ہمیں اپنی ڈیوٹی کو پورا کرنا ہے وہ تب ہوگی جب ہم خود بھی پابندی کریں گے اور پھر لوگوں کو سمجھائیں گے انشاء اللہ سانس سانس نور میں تبدیل ہو جائے گا۔

﴿ہاتھ، قدم اور اس کا فرض﴾

وَ فَرضُ الیَدَینِ وَ الرِّجلَینِ اَنْ لَّا تَبْسُطَهُمَا اِلٰی مَحْظُورٍ وَلَا تَقْبِضَهُمَا عَنْ حَقٍّ

(رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی متوفی ۲۴۳ھ: ص، 184 مکتب المطبوعات الاسلامیۃ)

ان حواس کے ساتھ ساتھ بالخصوص ہاتھ اور قدم کی بنیادی حیثیت ہے ان کا بھی ایک نصاب ہے کہ ہاتھوں سے کسی پر ظلم نہ کیا جائے کوئی بھی ناجائز کام ہو ان میں ہاتھوں کو گندا نہ کیا جائے۔ اور اپنے قدموں کو بھی حرام وادیوں سے روک کے رکھا جائے۔

﴿ہماری دینی ذمہ داری﴾

یہ ہمارا ایک مختصر سا نصاب تھا حواس اور ان کے متعلق اعضاء کے بارے میں۔ میں نے اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس کو بیان کر دیا ہے۔ اس بیج سے کوئی شگوفہ نکلے گا یا نہیں، فصل پکے گی یا نہیں۔ یہ رب ذوالجلال کے سپرد ہے اگر اس بیج پر گلشن آباد ہو جائے تو پھر بہت اچھا اور اگر کچھ بھی نہ ہو پھر بھی ہم نے تو اپنی ڈیوٹی پوری کی ہے اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ شادی ہال میں جہاں لوگ آ کر بے حیائی کرتے ہیں ہم نے باحیائی کی ہے، اور قرآن و سنت میں جو رہنمائی ہے اس کی وضاحت کر دی ہے۔

اس امید پر کہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

خدا کی قسم آج بھی مومن کتنا بے عمل کیوں نہ ہو چکا ہو؟ اس کے دل کی زمین بنجر نہیں ہوئی ابھی بھی اس میں نم موجود ہے۔ صرف ضرورت ہل چلانے اور اچھے بیج کی ہے کہ اسے کاشت کیا جائے۔

ہر تقریر کے دور دراز تک اثرات

ایک ایک تقریر پر ایک ایک جملے پر اللہ کے فضل سے اثرات مرتب ہونے والے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اسی سوسائٹی میں اور اسی ماحول کے لوگ موجود ہیں جن کا پہلے انداز کچھ اور تھا لیکن اب ان کا انداز کچھ اور ہے۔

رب ذوالجلال محنت کو ضائع نہیں کرتا اللہ تعالیٰ محنت کا ثمر دینے والا ہے لیکن ہمارا حوصلہ اللہ کے فضل سے بلند ہے ہم وہ نہیں ہیں کہ کہیں کہ چونکہ مانا کسی نے نہیں اب کہوں گا تو مجھے شرم آتی ہے کہ پہلے بھی بات نہیں مانی گئی نہیں نہیں۔

ہمارا کام اس موذن جیسا ہے۔ جس نے مسجد میں پانچ وقت اذان پڑھنی ہے خواہ نمازی ایک آ جائے یا ایک ہزار آ جائے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو میرے ساتھ ملکر ایسی اذان پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

CamScanner

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور، شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

نظام مصطفیٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور عملاً اس ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید نظام بندگی بھی ہے

اور نظام زندگی بھی ہے۔

اس میں مسجد بھی ہے۔

اس میں میدان بھی ہے۔

اس میں اللہ کے ساتھ جو بندے کا تعلق ہے اس کی رہنمائی بھی ہے۔

اور بندوں کا جو بندوں کے ساتھ جو تعلق ہے اس کی ہدایت بھی دی ہے۔

یہ وہ دین ہے جس نے دنیا کو چلانے کیلئے قواعد واحکام معین کئے۔ اس واسطے اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا حصہ ایسے احکام کا ہے جن کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سیاست کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

لوگوں کے معاملات کو اور لوگوں کے امور کو اور دنیا کی دین کے مطابق رہنمائی کو قرآن

مجید کے اہم موضوع کے طور پر پیش کیا گیا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں لوگوں کو عبادات کی تلقین کی وہاں دنیاوی امور کو دین کے مطابق چلانے کا حکم بھی فرمایا۔اس سلسلہ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں احادیث ہیں۔جنکا تعلق انسان کے نظام زندگی کے ساتھ ہے۔

اس لحاظ سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ حسنہ کے اندر ایک بہت بڑا باب ان امور کا ہے جن کے ذریعے آپ ﷺ نے مدینہ شریف میں ایک سٹیٹ قائم کی، ایک ریاست کو وجود بخشا اور پھر آداب جہاں بانی جو تھے ان کو عملاً صحابہ کرام کے سامنے واضح فرمایا۔اور آپ ﷺ کے وصال فرما جانے کے بعد خلفاء راشدین انہیں خطوط پر سلطنت کو چلاتے رہے، اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا گیا لیکن آہستہ آہستہ تاریخ میں ہمیں وہ حالات بھی نظر آتے ہیں جب سازش کے تحت دین اور دنیا کے درمیان تفریق کی گئی۔

دنیا کو جو دین کے تابع کر کے دین کا ہی شعبہ قرار دے دیا گیا تھا اس کو دین سے جدا کیا جانے لگا۔اور وہ لوگ جو خواہش پرست تھے اور نفس پرست تھے۔انہوں نے اپنے دنیاوی مقاصد کے لئے یہ تفریق دین اور دنیا میں پیدا کی۔اس قانون کے مطابق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا کہ مصلے کا امام، نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکمران بھی ہو سکتا ہے۔

تو ارباب دنیا نے ان دونوں میں تفریق کر کے اپنی سیٹ بنانے کیلئے اور منصب نکالنے کی گنجائش پیدا کرنے کیلئے دین اور دنیا میں تفریق کی اسلام کو معاذ اللہ سمیٹ کر ایک شعبے میں بند کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ دوسرا شعبہ خواہش پرستوں کیلئے خالی ہو جائے۔

CamScanner

یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام کا آدھا حصہ (معاذ اللہ) مفلوج کرنے کی کوشش کی گئی۔
پھر باقی آدھے میں بھی وہ جذبہ نہ رہا اور وہ رنگ نہ رہا جس کی وجہ سے غیروں پر رعب طاری ہو اور اسلام کا اقوام عالم کے مقابلے میں ایک جو جامع نظام ہے وہ ترقی پا سکے جسکا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے۔

اس صورتحال میں ہمیں قرآن مجید کے ان احکام کو واضح کر کے آج کے حکمرانوں کے سامنے اور موجودہ لوگ جو سیاست کے میدان میں سیاسی پارٹیاں بنائے ہوئے ہیں ''الا ماشاء اللہ'' ان کے سامنے یہ واضح کرنا ہے کہ تم لوگ حقیقت میں لفظ سیاست کے تقدس کو مجروح کر رہے ہو۔ اور اس کے تقاضے پورے نہیں کر رہے۔ اور لفظ سیاست کیلئے بدنامی کا باعث بن گئے ہو۔

سیاست منصبِ انبیاء علیہم السلام

وہ پاکیزہ لفظ جو بخاری شریف میں ہے۔
ہمارے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ

(صحیح بخاری کتاب احادیث انبیاء باب عن ذکر بنی اسرائیل ص 491 قدیمی کتب خانہ کراچی)

بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس تھی۔
اور پھر ان کے بعد ان کے جو جانشین تھے ان کو یہ عہدہ ملتا تھا اور وہ امور کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ کیونکہ ہماری دنیا دین کے تابع ہے۔ تو جس کو دین کی سمجھ ہو گی وہ دنیا کو دین کے تابع کرے گا اور جو دین سے بے خبر ہو گا وہ تو دنیا میں ڈوب

جائے گا۔تو دنیا کی ایک اپنی مستی ہے اس میں جو ہوش سلامت رہتے ہیں تو وہ دین کی برکت سے ہیں ورنہ دنیا کا نشہ قوموں کو بگاڑ دیتا ہے۔اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا۔

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ

سیاست کرنے کا منصب ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا کہ وہ جہاں بندوں کو رب سے ملاتے تھے وہاں پر وہ بندوں کو بندوں سے بھی ملاتے تھے۔تدبیر امور اور نظام زندگی کو چلانا اتنا مقدس شعبہ تھا اس کے بارے میں جو لفظ ہے اہل مغرب کے شر سے اس لفظ کو آج گالی بنادیا گیا۔اس کو کوئی معتبر انسان اپنے لئے استعمال کرنا بھی معیوب سمجھتا ہے۔

یقیناً آج موجودہ دور کی جو دھندلی سیاست میں ہے ہم نہ اس کے حامی ہیں اور نہ اس کے علمبردار ہیں اور لیکن لفظ سیاست کا جو تقدس پامال کیا گیا اور اس نبوی منصب سے جو زیادتی کی گئی۔اس کا بھی تو کوئی کفارہ ہونا چاہئے پھر اس کے مطابق شریعت مطہرہ نے اس کو جو مقام دیا ہے آج اس لفظ کو وہ مقام دلوائیں گے تو پھر اس کے مطابق اس مدنی سٹیٹ کے مناظر ہمارے ماحول میں نظر آئیں گے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات کے دور میں اس دنیا کو عطا فرمائے تھے۔

قرآن مجید محض دم کرنے والی کتاب نہیں ہے۔قرآن مجید محض تعویز لکھنے والی کتاب نہیں ہے۔قرآن مجید محض سر پر رکھ کر محض قسمیں اٹھانے والی کتاب نہیں ہے یہ تو ضمنی باتیں ہیں۔اصل میں یہ کتاب حکومت کرنے والی ہے۔

قرآن کی حکومت کا اللہ نے حکم دیا۔

CamScanner

قرآن کی حکومت کیلئے نبی علیہ السلام نے طائف کے بازار میں پتھر کھائے

قرآن کی حکومت کیلئے بدر وحنین کے معرکے رونما ہوئے۔

اور قرآن کی حکومت کیلئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون نے میدان کربلا کو سیراب کیا۔

یہ قرآن اگر ایسی کتاب کے طور پر ہوتا کہ جس کا تعلق صرف مسجد سے ہوتا یا صرف حجرے سے ہوتا تو دنیا کے فرعون اور دنیا کے نمرود اور دنیا کے بڑے بڑے بت اور دنیا کے بڑے بڑے طاغوت کبھی بھی اس کو اپنے خلاف نہ سمجھتے وہ کہتے ہماری دنیا محفوظ ہے اس کا تعلق صرف مسجد سے ہے۔ قرآن نے چونکہ دنیا کے ہر شعبے میں انسان کی حمایت بھی کی ہے اور ہدایت بھی دی ہے۔

اور جو دنیا پر مسلط لوگ تھے ان کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ قرآن ہماری چودھراہٹ کو ختم کرے گا اور اپنا نظام رائج کرے گا۔ اسی واسطے ابوجہل مکہ شریف سے نکلا اور مدینہ شریف کے رستے پر چل پڑا اور پھر مسلمانوں کو جا کر بدر میں معاذ اللہ ختم کرنے کا پروگرام بنایا اسے غصہ یہ تھا کہ ہمارے مقابلے میں ایک نظام لیکر آ گئے ہیں، انہوں نے سٹیٹ بنالی ہے اور سلطنت بنالی ہے۔ یہ مسجد والے ہی نہیں بلکہ ریاست والے بھی ہیں جبکہ ہم ریاست والے ہیں حق ہمارا ہے۔

کتنی صدیاں ہوگئی ہیں اس قرآن کا حق چھین لیا گیا ہے۔

آج قرآن مسجدوں تک محدود رہ گیا۔

اس کا آرڈر تھانوں میں نہیں چلتا۔

اس کا آرڈر آج کچہریوں میں نہیں چل رہا۔

CamScanner

اور اس کا آرڈر آج دو کانوں پر نہیں چل رہا۔

ہر جگہ اپنی مرضی کی جا رہی ہے۔

قرآن سے پوچھا نہیں جا رہا۔

تو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک جامع نظام ہے۔

آج اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ پتہ چلے قرآن کو حق دینے سے ہمارا حق ختم نہیں ہوگا قرآن ہمارے حقوق کا محافظ ہے۔

ہر شخص سوچے خواہ وہ چھوٹا ہے، خواہ وہ بڑا ہے، خواہ وہ امیر ہے یا فقیر ہے۔ قرآن تو اس کا حامی بن کر آیا ہے۔ قرآن کو لوگ اپنے مخالف کیوں سمجھتے ہیں؟ اور حکمران قرآن مجید کو اپنے خلاف کیوں سمجھتے ہیں؟ قرآن نے تو انکی عظمتوں کو اجاگر کیا ہے۔

سات خوش نصیب آدمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہستیں بیان کیں کہ۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب من جلس فی المسجد ص 91 قدیمی کتب خانہ کراچی)

حشر کے دن سات قسم کے خوش نصیب وہ ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ گرمی نہیں لگنے دے گا۔ ان کو اپنے سایہ رحمت میں اور نور کے سائبان کے نیچے نور کی کرسی پہ بٹھائے گا۔

امام عادل اللہ کی رحمت کے سائے میں

ان میں ایک خوش نصیب کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا

اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ

وہ بندہ جسے رب نے حکومت دی ہو اور اس نے زمین کو عدل سے بھر دیا ہو۔ اس قرآن

نے ویلیو بیان کی ہے اور اس نے حیثیت دی ہے قرآن ہر ایک کا حق بتانے اور ہر ایک کے حق کی حفاظت کرنے آیا ہے۔ ہم قرآن کو قرآن کا حق دلائیں گے۔ اور اس سلسلہ میں جہاد کریں گے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن کی حکومت سے تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ ہمارے ہاتھ کٹ جائیں گے۔

قرآن ہماری ایسی رہنمائی کرے گا کہ جس کی وجہ سے ہر بندے کا حق محفوظ ہو جائے گا اور قرآن سے پوچھ کے جب دنیا کو چلایا جائے گا تو اس وقت دنیا شیطان کی لونڈی نہیں ہوگی بلکہ وہ دنیا رحمان کی رحمتوں میں آباد ہو جانے والی دلہن ہوگی۔

قرآن کے نزول کا مقصد

قرآن مجید میں رب کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو نازل کرنے کی حکمت بیان کی کہ اس کو کیوں نازل کیا۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ

اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری

لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ

(پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۰۵)

کہ تم لوگوں میں فیصلے کرو جس طرح تمہیں دکھائے۔

تاکہ آپ اس قرآن کے ساتھ حکومت کریں۔

تاکہ آپ حکم چلائیں، آرڈر دیں، کہاں؟

بَيۡنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ

لوگوں میں جس طرح تمہیں اللہ دکھائے

وہ لوگوں کو نظر نہیں آتی آپ کو رب نے سارا منظر دکھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کتاب ہم نے اس واسطے نازل نہیں کی کہ اس کو لپیٹ کے حجرے میں رکھ دیا جائے، مسجد میں رکھ دیا جائے یا اس کو محض چوما جائے یا اس کو سر پر رکھا جائے یا آنکھوں سے صرف لگایا جائے۔ یہ ساری برکتیں اس میں ہیں ان کا بھی فائدہ ہے دم کا بھی فائدہ ہے اور تعویذ کا بھی فائدہ ہے۔ مگر اس کو نازل تعویذوں کیلئے نہیں کیا گیا وہ ایک ضمنی شعبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو نازل کیا ہے۔

لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ

کہ تم لوگوں میں فیصلے کرو

یہ قرآن بند ہونے کیلئے نہیں بلکہ پابند کرنے کیلئے آیا ہے۔

اب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کوئی خدا رسیدہ ہوسکتا ہے، اگر دنیا میں قرآن کے آرڈر کی بات کو آج کوئی گالی سمجھ لے اور اس کو کوئی اپنے تصوف کے خلاف سمجھے اور اس کو اپنے دیندار ہونے کے خلاف سمجھے تو اسے سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی علیہ السلام کو فرما رہا ہے کہ ہم نے قرآن آپ کی طرف اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ قرآن کا آرڈر دنیا میں چلائیں۔

لِتَحۡكُمَ

تاکہ آپ حکومت کریں، فیصلہ دیں، حکم چلائیں، اس قرآن کے ساتھ آج کے ماحول میں جو اس چیز کو غیروں نے بدنام کیا۔ ہمیں چاہیئے کہ اس بدنامی کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جنہوں نے لفظ سیاست کو گالی بنا دیا ہے۔ اور اس مقدس لفظ کو

CamScanner

بدمعاشوں کا شعبہ بنادیا ہے۔ ہم اس سوچ کا علاج کرتے ہوئے ان کو سمجھائیں کہ یہ منصب تو اللہ کے پیغمبروں کا ہوا کرتا تھا۔ اس کے تابع رہ کر اس کا اس طرح کا نظام سمجھ کے بندوں کو اس طرف لے آنا جہاد کا حصہ ہے جو جہاد ہمیں بدر و حنین میں نظر آنے والا ہے۔

قرآن کو ہم نے صرف پڑھنے کیلئے نازل نہیں کیا کہ

تم اس کی تلاوت کرو اور پوچھو نہیں کہ ہم نے بازار کیسے چلانا ہے؟

تلاوت تو کرو مگر جب آرڈر کا وقت ہو تو آرڈر امریکہ کا مان لو۔

اس کو پڑھ کے سجدے تو کرو مگر ورلڈ آرڈر امریکہ کا چلے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیشہ کا آرڈر تمہیں دے دیا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور آرڈر کی گنجائش نہیں ہے۔

لِتَحْكُمَ

تاکہ آپ حکم چلائیں۔

ہم نے تمہیں یہ ضابطہ حیات دے دیا ہے۔ تاکہ آپ حکومت کریں اور حکم چلائیں اور جھگڑوں کا حل اس سے پیش کریں دنیا چلانے کے ضابطے اس سے بیان کریں۔

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ

جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا

اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو

محبوب آپ کبھی بھی جو خائن لوگ ہیں ان کی طرف سے جھگڑا نہ کرنا۔

یہ ہمارے محبوب علیہ السلام کی رحمت کا انداز ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ حکم نازل کر رہا ہے۔ آپ کا رحمت ہونا اپنی جگہ خائنین کیلئے وکالت نہ ہو۔ خائنین کے لحاظ سے جھگڑا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کرنے کا مقصد ہی یہ بیان کر دیا کہ یہ کتاب نظام کی کتاب ہے۔ یہ ضابطہ حیات ہے، یہ لائف کوڈ ہے حق یہ ہے کہ اس سے پوچھ کر زندگی گزاری جائے اس کو سامنے رکھا جائے اس کو آگے رکھا جائے، اس کو آگے رکھ کے اپنی فکر کا قبلہ درست کیا جائے۔

قرآن کی قیادت میں جنت جانا

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو قرآن کو آگے رکھتا ہے قرآن اس کا قائد بن جاتا ہے۔ کہاں لے جاتا ہے فرمایا قرآن خود جنت میں جائے گا جو پیچھے ہے وہ بھی جنت میں چلا جائے گا۔ جس نے قرآن کو آگے نہ رکھا قرآن کو پیچھے رکھا تو قرآن اس کا قائد نہیں بنے گا قرآن اس کا سائق بنے گا۔

قرآن سے اعراض کرنے والے کا انجام

جس نے قرآن کو پیچھے رکھا تو قرآن اس کو ہانک کے جہنم میں پھینک دے گا۔ آگے رکھو گے تو جو پیچھے ہوگا اس کو جنت میں لے جائے گا کیونکہ قرآن نے خود جنت میں جانا ہے۔ اگر قرآن کو پیچھے رکھو گے تو قرآن ہانک کے جہنم میں ڈال دے گا۔

قرآن کو پیچھے رکھنے کا مطلب کیا ہے؟

قرآن کو پیچھے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ

مومن ہو کے بھی پیروی امریکہ کی کرنا۔

مومن ہو کے بھی باتیں غیروں کی ماننا۔

مومن ہو کے بھی مسئلہ قرآن سے نہیں امریکی کانگرس سے پوچھنا۔

مومن ہو کے بھی پالیسی برطانیہ کی چلانا۔

مومن ہو کے بھی غلامی استعمار کی کرنا۔

تو جس نے قرآن کو پیچھے رکھا اس نے قرآن کو قیادت نہیں دی بلکہ اس نے قرآن کو سائق بنا دیا۔ قرآن اس کو دھکا مارے گا کدھر؟ اسے جہنم میں پھینک دے گا ہاں جس نے قرآن کو آگے رکھا۔ محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں قرآن کو آگے رکھنے والا جہنم میں نہیں بلکہ جنت میں قرآن کے ساتھ چلا جائے گا۔

قرآن کو آگے رکھنے کیلئے یہ نظام اپنانا پڑے گا۔ آگے رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن کو اٹھا کر آگے رکھ لیں یہ بھی ہونا چاہئے کہ قرآن کو پیٹھ نہ ہو مگر کتنی بڑی پیٹھ ہے قرآن کی طرف قرآن کہے یہ حرام ہے لیکن معاشرہ کہے نہیں کرتے جاؤ۔

اب بندہ مومن اگر قرآن کو نہ دیکھے۔

بلکہ لوگوں کے رواج کو دیکھے۔

قرآن کو نہ دیکھے ورلڈ بنک کو دیکھے۔

قرآن کو نہ دیکھے یہود و ہنود کی خوشنودی کو دیکھے۔

تو اس نے قرآن کی طرف پیٹھ کی ہے وہ بہت بڑی پیٹھ ہے۔

اس نے قرآن کو پیچھے کر دیا اور غیروں کی باتوں کو آگے کر دیا۔

تو جو قرآن کو اپنا قائد سمجھتا ہے قرآن جب آگے آگے چلتا ہے تو قرآن جدھر چلتا ہے تو

CamScanner

پیچھے چلنے والا ادھر ہی جاتا ہے کیونکہ وہ منسلک ہو چکا ہے قرآن کے نظام کے ساتھ۔

تو اس نے قرآن کو پیچھے کر کے دنیا کو ترجیح دی،

اور ترجیح دی قرآن کے مقابلے میں فیشن کو رسم و رواج کو،

ترجیح دی اس نے اغیار کے بنائے ہوئے کانسٹیٹیوشن کو،

ترجیح دی اس نے امریکہ کے آرڈر کو،

قرآن اس کا قائد نہیں ہے، سائق ضرور بن جائے گا۔

یہ قرآن اس کو ہانک کے لے جائے گا۔ چلو آگے لگو۔ تو جب قرآن پیچھے سے ہانکے گا تو ان کو جہنم میں جا کر گرائے گا۔

اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی لوگوں کو متوجہ کیا اور یہ دعوت دی کہ ہم عبادات والے بھی ہیں اور معاملات والے بھی ہیں۔ جہاں ہم نے نماز پڑھ کے رب کو راضی کرنا ہے وہاں دکان پر کپڑا بیچتے وقت بھی رب کو راضی کرنا ہے۔ جہاں ہم نے نماز پڑھ کے رب کو راضی کرنا ہے وہاں نکاح طلاق کے مسائل میں رب کی بات کو مان کے بھی رب کو راضی کرنا ہے، جہاں ہم نے روزہ رکھ کے رب کو راضی کرنا ہے وہاں ہم نے اپنے کھیت میں ہل چلا کر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زراعت کر کے بھی رب کو راضی کرنا ہے۔

اس واسطے سارے شعبوں پر محیط جو کتاب اس دنیا میں آئی ہے وہ کتاب قرآن مجید ہے اور اس کے نظام کو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔

عدل نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس

دوسرے مقام پر اس نظام کی اساس کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا۔

وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ

(پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۵۸)

اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو

یہ پالیسی طے ہے۔ کہ قرآن حکم کیلئے ہے اور پھر حکم چلاتے وقت کرنا کیا ہے۔ قرآن نے کہا! جس نے میرا فیصلہ لینا ہے وہ یاد رکھے جو میرے فیصلے کا علمبردار بنتا ہے کہ

وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ

اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو

یعنی پھر تم نے عدل سے فیصلہ کرنا ہے، عدل سے حکومت کرنی ہے۔

ہر معاملے میں عدل، ہر عہدے میں عدل، ہر ڈیوٹی میں عدل، ہر قوم سے عدل، ہر چھوٹے بڑے سے عدل، صبح کو عدل، شام کو عدل، دن کو عدل، رات کو عدل کرنا ہے۔

تو عدل ایک ایسا لفظ ہے جو پورے دین پر محیط ہے عدل کی خلاف ورزی سے سارے جھگڑے ہیں۔ سارے فتنے ہیں۔ تو قرآن نے پالیسی اپنی بیان کر دی کہ جو میرا حامی ہوگا جو میرا علمبردار ہوگا اسے ہر سانس میں عدالت کا جھنڈا لہرانا پڑے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت حکم کا نفاذ

قرآن مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَةً فِی الۡاَرۡضِ (پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت ۲۶)

اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا

اے داؤد علیہ السلام ہم نے زمین میں آپ کو خلیفہ بنایا۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

تو لوگوں میں سچا حکم کر

لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم کرنا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

اور خواہش کے پیچھے نہ جانا

یہ چیز پھر رستے سے ہٹا سکتی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ان کی ڈیوٹی کیا ہے؟ فرمایا لوگوں کے درمیان آپ نے آرڈر چلانا ہے۔ جب حق اور باطل مل جائیں تو فرق کرنا تمہاری ڈیوٹی ہے۔ جب لوگوں کا جھگڑا ہو جائے فیصلہ عدالت سے کرنا یہ تمہاری ڈیوٹی ہے۔ حکم اور آرڈر زمین پر نافذ کرنا تمہاری ڈیوٹی ہے۔

ایسے امور کو کوئی یہ سمجھ لے کہ یہ تو دنیا داری ہے ہم قرآن تو پڑھیں گے اس کی تلاوت کر لیں گے لوگ اگر غلط کرتے ہیں تو کرتے رہیں ہم ان میں مخل نہیں ہونگے۔ اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔

رب ذوالجلال نے حکم دیا کہ جب عامۃ الناس میں بدی پھیل رہی ہو تو اس وقت حق سمجھانا اور حق بتانا اور حق کا آرڈر چلانے کیلئے لوگوں کو بیدار کرنا اس میں اولین جماعت جو رب نے پسند کی ہے وہ نبیوں کی جماعت ہے۔

''اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے''

اللہ کا خلیفہ کیا کرے گا؟ وہ حکم اور آرڈر چلائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے خلیفہ کا خود مقصد بیان کر رہا ہے۔

ان آیات کے پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ حالات میں سب سے پہلے یہ سوچ جنم لے گی کہ دنیا کے اس شعبہ کے لحاظ سے اتنا زہر اگل دیا گیا ہے۔ کہ آج کوئی بندہ یہ لفظ سیاست اپنی طرف منسوب کرنے کو تیار نہیں ہو رہا اور یہ لازمی قرار دیا جا رہا ہے کہ ہم اس لفظ سے برأت کرتے ہیں یہ اہل دنیا کا شر ہے جس کی وجہ سے بعض اہل دین اس لفظ سے پرہیز چاہتے ہیں۔

لیکن ہم اس لفظ کی عظمت کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے اہل شر نے اس لفظ کا جو حق لیا ہے وہ اس لفظ کو دلوایا جائے کہ بندہ چلے تو جو کام دنیا میں اللہ کے نبیوں نے کیا جس مقصد کیلئے ان کو بھیجا گیا آج ہم اپنی ذات کیلئے نہیں خواہش کیلئے نہیں بلکہ اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے جس کیلئے ہمارے محبوب علیہ السلام نے بدر کے میدان میں معرکہ کیا تھا اور یہ کام کریں گے دین کے سائے تلے پھر دنیا دین کا ایک شعبہ بن جائیگی۔

اس سلسلہ میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام حکمرانی ہے۔

محبوب علیہ السلام کی پوری سیرت اس کا سب سے پہلا سلیبس ہے۔ اول سے لیکر آخر تک جتنی بھی احکام کی احادیث ہیں۔ نبی علیہ السلام کے پاس لوگوں کے فیصلے آئے آپ نے لوگوں کے فیصلے کئے دنیاوی معاملات میں لوگوں کی رہنمائی کی اور لوگ آپ کے فیصلہ کے پابند ہیں یہاں تک کہ جو یہودیوں سے معاہدہ ہوا تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا اس میں سرفہرست شق یہ تھی کہ جب کسی مسئلے میں جھگڑا ہو گا تو فیصلہ حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

اس وقت کسی یہودی کا فیصلہ نہیں چلے گا۔ فیصلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کا چلے گا۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کیلئے تلوار نکالی جو سرکار علیہ السلام سے فیصلہ کروا کے پھر فیصلہ کروانے کیلئے نکلا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا کہ محبوب علیہ السلام فیصلہ کر چکے ہیں۔ اب دوبارہ پوچھا نہیں تلوار نکال کے اس کا سر اتارا ہے کہ جب یہ اتھارٹی نبی علیہ السلام کے پاس ہے تو ہوتا کون ہے؟ جس کا سرکار علیہ السلام کے ہوتے ہوئے آرڈر چلے۔ اس واسطے آپ نے منافق کا سر اتارنا لازمی سمجھ لیا۔

آج زمانہ ایسی آلودگی سے بھرا ہوا ہے۔ اگر سنت کا آرڈر، حدیث کا آرڈر، قرآن کا آرڈر ایک خواب ہو گیا، ایک خیال ہو گیا۔ سالہا سال اور صدیاں گزر گئیں جس دین کی ایک شق کو سرد خانے میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا اس کا آدھا حصہ سرد خانے میں صدیوں سے جا رہا ہے۔

نماز روزے والا دین کا ایک شعبہ چل رہا ہے۔ اس کی جو دنیا پر دسترس تھی اور جو سینکڑوں آیات دنیا کے امور کے لحاظ سے تھیں اور ہزاروں احادیث دنیا کے لحاظ سے تھیں ان کو محض طلب ثواب کیلئے تلاوت تو کر لیا اور پڑھ لیا مگر ان سے پوچھ کے زندگی بسر نہیں کی جا رہی۔

نزول قرآن کے اس ماہ کے اعزاز میں یہ سوچنا ہے اور یہ دنیا کو بتانا ہے کہ یہ اسلام ہے جس نے نمونہ پیش کیا جتنی عدالت کی سٹیٹ اسلام دنیا میں بنا سکتا ہے اتنی کسی کے پاس کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ ہمارا ماضی گواہ ہے۔ وہ خلافت راشدہ کا زمانہ اور جس

CamScanner

انداز میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکمران ہوا کرتا ہے اور جو میرے محبوب علیہ السلام نے وضاحتیں کی ہیں۔ اس کے لحاظ سے حکمران کیلئے پہلی چیز کیا ہے تاکہ اس کا انداز مثالی انداز ہو۔

ظالم حکمران جنت کی خوشبو سے محروم

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ مَّاتَ غَاشًّا لِّرَعِیَّتِہٖ لَمْ یَرَحْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۵۷)

جس بندے کو رب نے حکومت دی اور وہ حکومت کرتے کرتے مر گیا ویسے تو کرسی چھوڑنا بڑا مشکل ہے۔

مَنْ مَّاتَ غَاشًّا لِّرَعِیَّتِہٖ

جو حکمران مرا اس حالت میں کہ وہ اپنی رعایا سے کھوٹ رکھتا تھا۔ اس حالت میں کہ وہ رعایا سے خیانت کر رہا تھا۔

حکمران بنا ہوا تھا رعایا کو حق نہیں دے رہا تھا۔ اگرچہ وہ کلمہ گو تھا، اپنی نیکیوں کا کتنا چرچا بھی کرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

لَمْ یَرَحْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ

جنت جانا تو دور کی بات جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

وہی حاکم اگر عادل ہو تو اللہ کے نور کے سائبان کے نیچے اللہ کے پاس ہوگا۔

لیکن اگر وہ خائن ہو، غدار ہو،

CamScanner

شریعت کا باغی ہو،

اللہ کے دشمنوں کا حلیف ہو،

اور رعایا کے حقوق پورے نہ کر رہا ہو،

تو وہ اپنی رعایا سے غداری کر رہا ہو،

ان کی امانتوں کو بیچ رہا ہو،

ان کی حیثیت پر پہرے دار ہونے کی بجائے چوری کر رہا ہو

اور چوری کروا رہا ہو۔

ایسا کون ہوگا؟

تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔

اگر یہی حکمران جس کو رب نے حکومت دی ہو اپنی زندگی کا ہر سانس اللہ کیلئے وقف کر دے تو پھر یہ ولی بھی ہوگا غوث بھی بن جائے گا پھر یہ صورتحال ہوگی۔

یعنی سایہ رحمت کی سات سیٹوں میں سے ایک سیٹ امام عادل کیلئے ہے۔

قیامت کے دن جس بندے کو اللہ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے رہا ہو اس کا درجہ ولیوں والا نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔ تو پتہ چلا اگر دنیا کا نظام شریعت کے مطابق کوئی چلائے تو اس کو یہ نہ کہو کہ یہ دنیادار ہے اس کو یہ کہو کہ یہ سب سے بڑا دیندار ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر نماز کے اندر فوجوں کو ترتیب دے لیتے تھے خیال میں کہ فلاں کو فلاں جگہ بھیجنا ہے فلاں کو فلاں جگہ بھیجنا ہے تو یہ نہیں کہ حضرت عمر رضی

CamScanner

اللہ عنہ کی نماز میں کوئی کمی آ گئی تھی نہیں بلکہ ہم جیسوں کی ہزاروں نمازوں سے وہ بڑی نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ امت کے پہلے عظیم صوفی اور روحانیت کے سرتاج ہیں امت میں وہ بالاتفاق سب سے افضل ہیں خلافت بلافصل میں ان کی دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ان کی دنیا کو دین کے تابع چلانے کی صلاحیت کو پیش نظر رکھا گیا۔

اگرچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے صوفی بھی تھے اور ان کے مجاہدے، انکی ریاضتیں وہ حد درجے کی تھیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کیوں ہیں؟ اس لئے کہ نظام کو چلانے کی صلاحیت ان میں زیادہ تھی۔ دنیا کو کنٹرول کرنے کی اور اللہ تعالیٰ کا جھنڈا گاڑنے کی۔

اگر محض اندرونی صفائی ہی کو دیکھا جاتا تو وہ بھی پہلے نمبر پر ان میں موجود ہے۔ دیگر عبادات کے لحاظ سے روزانہ کسی مہم پر ہیں۔ روزانہ کسی جگہ باطل کو بچھاڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ازل سے قرار پا چکا تھا۔ نبی علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا کہ ان چاروں میں بالترتیب ایسی صلاحیتیں موجود ہیں کہ یہ صرف مسجد چلانے والے نہیں بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ دنیا چلانے والے بھی ہیں۔

اتنے اتنے بڑے صوفی صحابہ کرام میں تھے اور بڑے بڑے غوثوں سے بڑے ہزاروں غوث مل جائیں تو کسی صحابی کے درجے کو نہیں پا سکتے۔ وہ صحابہ اتنے بلند درجے رکھنے والے تھے ان میں سے اصحاب کو جو مقدم کیا گیا تو اس واسطے کہ ان کی یہ صلاحیت طے شدہ تھی۔ دین میں بھی اعلیٰ نمبر کے دیندار ہیں اور دنیا کے معاملات سمجھ کر دین کے مطابق چلانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور شجاعت بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

سارے صحابہ کرام میں ان چاروں کو بڑا مرتبہ عطا فرمادیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کتنا خوبصورت خطبہ ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو پہلا وثیقہ ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے۔ جب آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں آپ نے اپنی پالیسی بیان کی آج لوگوں کے گلے گھوٹ دیئے جاتے ہیں۔ اور زورِ بازو سے صحافت کو دبا دیا جاتا ہے۔ آج زورِ بازو سے لوگوں کی آوازوں کو پست کردیا جاتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چونکہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکمران ہیں کس انداز میں بولے جس وقت بیعت ہوگئی تو آپ نے کیا کیا؟

قَامَ خَطِيبًا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔

وَاللّٰهِ مَا خَطَبَ خُطْبَتَه، اَحَدٌ بَعْدُ

راوی کہتے ہیں ایسا خطبہ بعد میں کوئی بھی نہ دے سکا جیسا آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

اور یہ حق بنتا تھا کہ اسلام میں جن کا نام پہلا ہے ان کے خطبہ کا نمبر بھی پہلا ہونا چاہئے،

آپ نے خطبہ دیا

فَحَمِدَاللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی

اَمَّا بَعْدُ

حمد وصلوۃ کے بعد

CamScanner

فَاِنِّیْ وُلِّیْتُ هٰذَا الْاَمْرَ

میں مارشل لاء سے نہیں آیا اور میں نے مانگ کے کرسی نہیں لی تم نے مجھے میرے نہ چاہتے ہوئے بھی بٹھا دیا ہے بے شک مجھے امیر بنا دیا گیا ہے مجھے تمہارا والی بنا دیا گیا ہے میں تمہارا نگران بن گیا ہوں۔

وَاَنَالَهٗ كَارِهٌ

''اور یہ اب بھی مجھے پسند نہیں ہے لیکن تم نے مجھے بنا دیا ہے''

اور بنوایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز والے فیصلے نے ہے۔ یہ عقیدہ ہم اہلسنت و جماعت کا ہے۔

منصب کا خواہش مند حمایت الٰہی سے محروم

یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو منصب بندہ مانگ کے لے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جانو اور تمہارا منصب جانے اور جو منصب مانگ کے نہ لے، بلکہ اچھے لوگ انہیں وہ منصب دے دیں تو پھر اللہ کی قدرت بھی اس کی حامی بن جاتی ہے۔ جو مانگ کے نہ لے اسے دے دیا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے خلافت والا امر سونپ دیا گیا مجھے اس کا والی بنا دیا گیا میں اس کو ناپسند کرنے والا تھا۔

وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ كَفَانِيْهِ

خدا کی قسم جب تم میرے بارے میں مشورے کر رہے تھے مجھے یہ پسند تھا کہ کاش کوئی تم میں سے میرے لئے کافی ہو جائے خلافت کے معاملے میں۔

کَفَانِیْهِ

میری جگہ تمہیں کوئی اور مل جائے

لَوَدِدْتُ

میں نے یہ دل سے چاہا کہ میرا نام سامنے نہ آئے کوئی اور ہو جو امت کا سائبان بن جائے، امت کی کشتی کا ملاح بن جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد۔ میں بیٹھ کے سوچتا رہا وہ کون ہے جس کو پیش کیا جائے مجھے پسند تھا کہ میرا نام سامنے نہ آئے مجھے امیر المومنین نہ بنایا جائے۔ میں سوچتا رہا کہ مجھے خلیفہ نہ بنایا جائے میں نہیں بننا چاہتا تھا۔

لَوَدِدْتُ

میں نے اس کو پسند کیا۔

اَنَّ بَعْضَکُمْ کَفَانِیْهِ

تم میں سے کوئی میرے سامنے سہارا بن جائے۔ اس کے صدقے امت بچے، مجھے بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔

اَنَّکُمْ اِنْ کَلَّفْتُمُوْنِی

تم نے مجھے اس کا مکلف بنا دیا۔ تم نے میرا نام لے کے اور میری بیعت کر کے تم نے مجھ پر بوجھ ڈال دیا ہے۔ میں بوجھ سے بچنا چاہتا تھا۔ لیکن تم نے مجھ پر بوجھ ڈال دیا ہے۔

اس پر سب کا اتفاق تھا کہ پہلا نمبر نماز میں آچکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں مصلی جو آپ کو دیا تھا۔ اس واسطے ہم آپ کے پیچھے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے یہ عظیم صحابی بے مثال حکمران تھے یہ بات مجھے بار بار کہنا پڑتی ہے۔

امیر المومنین ہونے کا مطلب

امیر المومنین ہونے کا مطلب کیا تھا۔ موجودہ لفظوں میں سیاسی ہو جانا۔ کیونکہ امیر المومنین نے رات مصلے پر نہیں گزارنی گلیاں بھی چیک کرنی ہیں، دیکھنا ہے کہ بھوکا کون ہے؟ اور کھا کے کون سویا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگر نیل کے کنارے کتا بھی بھوکا رہ گیا تو عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جائے گا۔ دوسروں کے مقابلے میں اب اسے راتیں جاگ کے جاسوسی بھی کرنی ہے کہیں ایسا نہ ہو مجھے پتہ نہ چلے، میرے قریب والے لوگ مجھے نہ بتائیں اور کسی کے ساتھ زیادتی ہو جائے اس بات کی جاسوسی کرنا وہ تو روحانی نگاہ سے دیکھتے تھے پھر رات کو گشت بھی کرتے تھے۔ ظاہر ہے جس وقت گشت کر رہے تھے اس وقت مصلے پر نہیں تھے بلکہ محلے میں تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے کسی کو جسارت ہو سکتی ہے کہ وہ کہے ان سے بڑا فلاں ولی ہے۔ وہ انٹرنیشنل اور بین الامم پہلے نمبر کے صوفی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے اس باطن کی صفائی کی وجہ سے انہیں پہلا نمبر ملا تو یہ وہ اسلام ہے جس میں پہلے خود پاک ہونا ہے اور پھر وقت نکال کے اللہ کی مخلوق کی جو خدمت ہو گی وہ بہت بڑی عبادت بن جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال ادب رسالت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے ہیں۔

اِنْ کَلَّفْتُمُوْنِیْ اَنْ اَعْمَلَ فِیْکُمْ بِمِثْلِ عَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(طبقات ابن سعد ج۲ ص۱۹۲)

اگر تم نے مجھے مکلّف کر دیا، اور تمہارا خیال یہ ہے کہ جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی گزاری ہے، میں بھی وہی انداز اختیار کروں، سرکار کے فیصلوں کی طرح میرے فیصلے ہوں اور کسی کو تنقید کی گنجائش نہ ملے تو آپ فرمانے لگے۔

لَمْ اَقُمْ بِهٖ

میں کمزور ہوں مجھ سے نبی علیہ السلام کی مثل عمل نہیں ہو سکتا۔

حالانکہ یہ طے شدہ ہے صحابہ کرام نے قسمیں اٹھائیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت منہاج نبوت پر کی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کی ہے۔ اور اس پر قائم رہنے کا عزم بھی ہے لیکن ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی نبی ہیں غیر نبی غیر نبی ہیں۔ اور یہاں سے وہ بات مترشح ہو رہی ہے کہ کہاں کسی کی صلاحیت کوئی کہتا پھرے۔ ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ ہیں کہ جن میں سارے جہاں کی عظمتیں اکٹھی ہو گئیں جب تمام صحابہ نے آپ کی بیعت کر لی۔ پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ میں نے کوشش مکمل کرنی ہے قرآن وسنت کے مطابق نظام چلاؤں گا مگر مجھے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرے نظام میں سرکار علیہ السلام کے نظام میں برابری ہو گی کہ جیسے سرکار علیہ السلام غلطیوں سے پاک تھے ایسے میں بھی رہوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انکو نبی بنایا اور انکو وحی والی طاقتیں دی اور میں غیر نبی ہوں مجھ پر وحی نہیں آئے گی اگر ایسے معاملہ میں کچھ ہو گیا تو مجھے معذور جاننا اپنی استطاعت کے مطابق آخری

سانس تک کام سرکار علیہ السلام کی سنت کے مطابق کروں گا۔

میرا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی مثل نہیں

اپنا عقیدہ بھی واضح کر دیا۔ اس عقیدے کی وضاحت میں فرما گئے کہ میں نبی علیہ السلام کے عمل کی مثل عمل نہیں کر سکوں گا۔ آپ کے یہ کتنے بڑے لفظ ہیں۔ آج لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مثلیت کے دعویدار ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

أَنْ أَعْمَلَ فِيكُمْ بِمِثْلِ عَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ أَقُمْ بِهِ

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۲)

اگر تمہاری یہ مرضی ہو کہ میں نبی علیہ السلام کی مثل عمل پیش کروں تو میں نہیں کر سکوں گا۔ مجھ سے ایسا نہیں ہو سکے گا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَبْداً أَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ

انکے برابر کیوں نہیں ہو سکوں گا؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہ بندے ہیں جن کو اللہ نے وحی والی عزت عطا فرمائی تھی۔

عَصَمَهُ بِهِ

اور جن کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ معصوم بنایا تھا

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرما دیا۔

اس سے کوئی دوسرا معنی نہ لے کہ خلیفہ نے تو ویسے ہی خلافت کرنی ہے جیسے اصل کا مقام ہے اور یہاں پر کہا کہ میں آپ کی مثل عمل پیش نہیں کر سکتا۔ اس کا مطلب کیا ہو گا؟ فرمانے لگے۔

اَلَا وَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ

میں تو صرف ایک انسان ہوں

اور تم میں سے کسی سے افضل نہیں ہوں۔ یہ آپ کی عاجزی ہے۔ آپ کے افضل ہونے پر سارے متفق تھے کہ تم سب سے افضل ہو اس واسطے تم ہمارے لیڈر رہو۔ سب سے افضل کو مصلی سرکار علیہ السلام نے دیا۔ سب سے افضل کو ہم نے اپنا قائد بنایا۔ اور جو سب سے افضل ہیں وہ کیا کہتے ہیں؟

وَلَسْتُ بِخَيْرٍ مِّنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ

جو صحابہ کرام میں سے سب سے نچلے درجے کا ہو میں اس سے بھی افضل نہیں ہوں۔ بڑے تو بڑے رہ گئے، نکرہ تحت النفی واقع ہے۔

وَلَسْتُ بِخَيْرٍ مِّنْ اَحَدٍ مِّنْكُم

سارے صحابہ میں کسی ایک سے بھی میں افضل نہیں ہوں۔

جنکے افضل ہونے کے بارے میں اجماع تھا وہ خود کہتے ہیں کہ میں تم میں سے افضل نہیں ہوں

فَرَاعُوْنِیْ

پھر میری رعایت کرتے رہنا۔ میرا دھیان رکھنا۔

یہ ہے نظام خلافت راشدہ کی پالیسی اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پالیسی یہ کہ معذرت کرلی کہ اگر یہ سمجھو کہ ہو بہو مثل عمل رسول علیہ السلام دوں تو نہیں دے سکوں گا لیکن میں کوشش پوری کروں گا انہی کی ہر معاملہ میں بات چلے گی ان کا نظام چلاؤں گا مگر وہ نبی ہیں اور میں غیر نبی ہوں اس وجہ سے برابری نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مثالی انداز حکمرانی

اور فرمانے لگے یہ سن لو

وَاِذَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اِسْتَقَمْتُ فَاتَّبِعُوْنِیْ

اگر تم دیکھو کہ میں سیدھا جا رہا ہوں تو پھر میری پیروی کرنا

یعنی سیدھے رستے پر، ڈائریکٹ راہ حرم کی طرف، ڈائریکٹ محبوب علیہ السلام کے نظام کی طرف تو پھر تم آگے پیچھے نہ دیکھنا میرے پیچھے پیچھے آنا۔ جب مجھے سیدھا دیکھو تو پھر مجھ سے جھگڑا نہ کرنا۔ مجھے سیدھا دیکھو تو میرے پیچھے آنا اور

وَاِذَا رَاَیْتُمُوْنِیْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ

اگر تم مجھے دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو گیا ہوں تو مجھے پکڑ کے سیدھا کرنا

یہ ہے مثالی انداز حکومت آپ نے فرمایا اگر میں سیدھا ہوں تو پھر کوئی اپوزیشن نہ بنے میں سیدھا چلوں گا تو تم سیدھے میری اتباع کرنا میں سیدھا فردوس میں جاؤں گا تو پچھلے بھی میرے ساتھ فردوس میں جائیں گے۔

اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو میں تمہیں خود حق دے رہا ہوں اس میں اب تم بولو گے تو تمہاری خواہش نہیں بلکہ دین کی چاہت بلائے گی۔ پھر نہ دیکھنا کہ امیر المومنین ہیں پھر نہ دیکھنا کہ میں صدیق اکبر ہوں تم پر لازم ہے کہ تم مجھے ٹوکو۔

فَقَوِّمُوْنِیْ کے آپ نے سخت لفظ بولے یہ نہیں کہ تم نے مجھے اطلاع دینی ہے بلکہ تم نے مجھے سیدھا کرنا ہے۔ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرنا ہے۔

یہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو سیدھے ہی سیدھے ہیں مگر پھر بھی انہوں

CamScanner

نے قیامت تک آنے والے حکمرانوں کو پہلی تقریر کا طریقہ تو بتانا تھا کہ پہلی تقریر حاکم بننے کے بعد کیسے کرنی ہے؟ صدارتی تقریر کیسے کرنی ہے؟۔ امیر المومنین لوگ بنا دیں الٹا شوق نہ ہو اور وہ بندہ سب سے افضل اور عاجز اتنا ہو اس کو امت کی امانت دے دی جائے تو پھر وہ کہے کہ سیدھا چلوں تو میرے ساتھ رہنا اگر ٹیڑھا چلوں تو میرے پیچھے نہ آنا مجھے پکڑ کے سیدھا کر دینا۔

امیر المومنین رعایا کا خیر خواہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وضاحت کے بعد نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو انداز حکمرانی ہے اس میں جو امیر المومنین، حکمران ہوتا ہے وہ رعایا کا خادم ہوتا ہے اور رعایا کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ خادم اور خیر خواہ والے لفظ کونسلر بھی ہو تو اپنے نام کے ساتھ ووٹ لیتے وقت لکھ دیتا ہے۔ قوم کا خادم اور قوم کا خیر خواہ ہوں۔

آؤ میں بتاؤں کہ خیر خواہ اور خادم کیسا ہوتا ہے۔

حضرت معاویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دربار میں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کی فتح کے بارے میں حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کو مدینہ شریف بھیجا۔ حضرت معاویہ کہتے ہیں۔

فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِي الظَّهِيْرَةِ

جب میں مدینہ شریف پہنچا تو دو پہر کا وقت تھا

آپ جانتے ہیں کہ دو پہر کا وقت گرمیوں میں قیلولے کا ٹائم ہوتا ہے۔

دو پہر کا وقت تھا سورج ڈھل چکا تھا ابھی ظہر نہیں ہوئی تھی۔

CamScanner

جب میں دوپہر کے وقت مدینہ شریف پہنچا۔

فَأَنَخْتُ رَاحِلَتِيْ بِبَابِ الْمَسْجِدِ

مسجد نبوی شریف کے سامنے میں نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔

فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ

میں اتر کے مسجد میں داخل ہو گیا۔

میں نے امیر المومنین کو جا کر اس لئے آنے کی اطلاع نہیں دی کہ اب وہ سو رہے ہونگے اور میں خلل کیوں ڈالو، ظہر کیلئے اٹھیں گے تو میں ملاقات کر لوں گا۔ کہتے ہیں جب میں مسجد میں بیٹھا تو

اِذْ خَرَجَتْ جَارِيَةٌ مِنْ مَنْزِلِ عُمَرَ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر سے ایک بچی خادمہ باہر نکلی تو اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اور اس نے میری ہیئت کو بھی دیکھ لیا کوئی مسافر ہے سفر کی نشانیاں نظر آ رہی ہیں۔ جب اس بچی نے مجھے دیکھا تو جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ انہوں نے مجھے بلا لیا میں حاضر خدمت ہو گیا۔

﴿مہمان کی مہمان نوازی﴾

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی سختی نہیں کی جب وہ آ گئے تو

قَالَ يَا جَارِيَةُ هَلْ مِنْ طَعَامٍ

آپ نے خادمہ سے کہا گھر میں کھانا ہے۔

فَأَتَتْ بِخُبْزٍ وَّزَيْتٍ

تو وہ خادمہ زیتون اور روٹی لیکر آ گئی۔

قَالَ كُلْ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے کھالو

اَكَلْتُ عَلٰى حَيَاء

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کچھ جھجک سے کھائی، سہم سہم کے روٹی کھا رہا تھا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو فرمانے لگے

كُلْ فَاِنَّ الْمُسَافِرَ يُحِبُّ الطَّعَامَ

تم کھاؤ کیونکہ مسافر کو سفر کی وجہ سے بھوک لگی ہوتی ہے تو تھوڑا تھوڑا کیوں کھاتا ہے۔ امیر المومنین بحیثیت خادم اپنے ملنے والے کو کھانا کھلا رہے ہیں۔ حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کھانا کھالیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خادمہ سے کہا گھر میں کھجوریں ہیں، انہیں کھجوریں بھی لا کر دو۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے حجرے میں اپنے ملاقاتی سے ملاقات کر رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ وہ خادمہ پورا تھال کھجوروں کا بھر کے لے آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

كُلْ

تم کھاؤ۔

اس سے پتہ چلا کہ میزبان کو بولنا چاہئے مہمان تو جھجک محسوس کرے گا۔

اور مہمان کو خود جھپٹنا بھی نہیں چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کھاؤ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

فَاَكَلْتُ عَلٰى حَيَاء

میں پھر بھی جھجک سے کھاتا رہا۔

اس کے بعد میری تفتیش شروع ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے

مَاذَا قُلْتَ يَا مُعَاوِيَةُ حِيْنَ اَتَيْتَ الْمَسْجِدَ

تم یہاں پہنچ کے میری طرف نہیں آئے ہو مسجد میں جا بیٹھے ہو تو تمہارے دل میں کیا خیال آیا تھا۔

ایک یہ ہے کہ احتجاج کرنے والوں کے گلے پھٹ جائیں پھر بھی کسی کے کان پہ جوں نہ رینگے اور ایک یہ انداز ہے کہ تم زبان سے نہیں بولے دل میں جو یہاں آکر خیال آیا تھا وہ مجھے بتاؤ، تم مجھے یہاں آکے کیوں ملنے نہیں آئے، تم ایک اجنبی بن کے مسجد میں بیٹھ گئے ہو، تم اللہ کے نبی علیہ اسلام کے در پر آئے ہو اور میری ڈیوٹی ہے لوگوں کی خدمت کرنا تو تم نے وہاں حاضری کے بعد میرا رخ کیوں نہیں کیا۔

حضرت معاویہ کہنے لگے

قُلْتُ

میں نے دل میں یہ کہا کہ

اِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَائِلٌ

امیر المومنین قیلولہ فرما رہے ہونگے۔

قیلولہ کا حق بھی بنتا ہے جس نے ساری رات گلیوں میں گزاری ہو اور مسجدوں میں گزاری ہو وہ دوپہر کو قیلولہ نہ کرے۔

میں نے دل میں خیال کیا کہ امیر المومنین قیلولہ کر رہے ہونگے رات جاگتے گزر جاتی

ہے۔ قوم سوتی ہے محافظ جاگتا ہے۔ اس واسطے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ امیر المومنین قیلولہ کر رہے ہونگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے

بِئْسَ مَاقُلْتَ اَوْ بِئْسَ مَا ظَنَنْتَ

بہت برا تو نے سوچا اور بہت برا تو نے کہا۔

میرے بارے میں تو نے سوچا کہ دو پہر کا وقت ہے اور امیر المومنین سو جائے۔

﴿امیر المومنین کے خادم ہونے کی حیثیت﴾

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملے کہے اس سے اگلا جملہ وہ ہے جو قیامت تک کے حکمرانوں کیلئے روشنی مہیا کرنے والا ہے۔

فرمانے لگے سنو میرے بھائی۔

لَئِنْ نُمْتُ النَّهَارَ لَاُضَيِّعَنَّ الرَّعِيَّةَ وَلَئِنْ نُمْتُ اللَّيْلَ لَاُضَيِّعَنَّ نَفْسِيْ

سونے کے دو وقت ہیں رات کو سونا اور دن کو سونا

اگر میں دن کو سو جاؤں تو رعایا ضائع ہو جائے گی اور اگر میں رات کو سو جاؤں تو میری ذات ضائع ہو جائے گی۔

نہ میں اپنے آپ کو ضائع کرنا چاہتا ہوں نہ اپنی قوم کو ضائع کرنا چاہتا ہوں رات بھی جاگتا ہوں اور دن بھی جاگ کے گزار دیتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے

فَكَيْفَ بِالنَّوْمِ مَعَ هٰذَيْنِ يَا مُعَاوِيَةُ (کتاب الزہد لامام احمد بن حنبل ص ۱۵۲)

اے معاویہ جس پر یہ دو بوجھ ہوں اپنا بھی اور قوم کا بھی وہ کیسے سو جائے؟

اپنے بوجھ کا بھی پتہ ہو کہ میں نے اپنے آپ کو ضائع نہیں ہونے دینا۔ اللہ کا بندہ ہوں کل گرفت ہوگی۔ جس کے سامنے یہ دو مسئلے ہوں کہ نہ اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے اور نہ اپنی قوم کو ضائع کرنا ہے اے معاویہ تو بتاؤ وہ سو کیسے سکتا ہے؟

یہ ہے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حکمران کی خادم والی حیثیت اور پھر آپ کا یہ کتنا خوبصورت انداز ہے۔ اس واسطے لوگ ترس گئے کہ مائیں اب عمر نہیں جنتی اور دنیا ترس گئی کہ ایسے حکمران کب پیدا ہونگے جن کی راتیں اس انداز میں گزرتی ہیں اور دن اس انداز میں گزرتے ہیں۔

رعایا کی خدمت کا جذبہ

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ طَافَ لَيْلَةً

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کی گلی میں رات کو پہرہ دے رہے تھے اور گشت کر رہے تھے۔

فَإِذَا هِيَ امْرَأَةٌ فِي جَوْفِ دَارٍ لَهَا وَحَوْلَهَا صِبْيَانٌ يَبْكُونَ

کافی رات کے بیت جانے کے بعد آپ نے دیکھا کہ ایک گھر کی حویلی میں عورت ہے دائیں بائیں اس کے بچے بیٹھے ہیں نہ عورت سوتی ہے نہ بچے سوتے ہیں۔

جاگنا امیر المومنین کا کام ہے کہ کوئی کیوں نہیں سویا۔ جاگنا میں نے ہے سونا تم نے ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں سوئے؟ تو اس خاتون نے کہا ان بچوں نے کھانا نہیں کھایا تو ان بچوں کو بھی نیند نہیں آئی مجھے بھی نیند نہیں آئی۔ یہ جو میں نے ایسے دیگچا رکھا ہے کھانا پکانے کیلئے نہیں بلکہ بچوں کا دل بہلانے کیلئے کہ انتظار کرتے

CamScanner

کرتے سو جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا افسوس ہوا۔

ثُمَّ جَاءَ اِلٰی دَارِ الصَّدَقَةِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے سیدھے بیت المال کی طرف آئے

فَاَخَذَ غَرَارَةً، وَجَعَلَ فِيهَا شَيْئًا مِّنْ دَقِيقٍ وَّسَمَنٍ وَّشَحْمٍ وَّتَمْرٍ وَّثِيَابٍ وَّدَرَاهِمَ، حَتّٰى مَلَأَ الْغَرَارَةَ

آپ نے توڑا لیا اس میں آٹا، گھی، چربی، کھجوریں، کپڑے اور دراہم ڈالے یہاں تک کہ اسے بھرلیا۔ پھر آپ نے خادم اسلم سے کہا۔

تم میرے خادم ہو

اِحْمِلْ عَلَيَّ

یہ بوری اٹھا کر میری پشت پہ رکھو۔

فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَا اَحْمِلُهٗ عَنْكَ فَقَالَ لِيْ لَا

خادم نے کہا حضور خادم میں ہوں آپ میرے آقا ہیں تو بوری خادم اٹھائے گا آقا نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں بوری میں خود اٹھاؤں گا تمہاری خدمت یہ کافی ہے کہ بوری میری پشت پہ رکھ دو۔ رات کا وقت ہے امیر المومنین بوریاں اٹھانے کیلئے اپنی پیٹھ پیش کر رہا ہے جب حضرت اسلم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں میں اٹھاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول پڑے۔

اَنَا اَحْمِلُهٗ لِاَنِّيْ اَنَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

(اسد الغابۃ ج ۳ ص ۶۶۲)

امیر المومنین تو نہیں ہے میں ہوں قیامت کے دن تجھ سے نہیں پوچھا جائے گا مجھ سے

پوچھا جائے گا کہ اے امیر المومنین تمہارے دور حکومت میں بچے بھوکے رہے تو بوری وہ اٹھائے جس نے کل جواب دینا ہے تم بوری اٹھاؤ اور میری پشت پہ رکھو۔ اب خادم مجبور ہے۔

یہ بھی پیر کا مرید ہے۔ خادم نے بوری اٹھا کے پشت پہ رکھ دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے سناٹوں میں اندھیروں میں قیامت تک کی روشنی کا سامان کر رہے ہیں۔ جو قوم کا لیڈر ہوتا ہے وہ رات کو قوم کی بوریاں بھی اٹھاتا ہے۔

﴿نظام مصطفیٰ ﷺ کے حکمران کا نصاب﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بوری اٹھا کے چل رہے ہیں اندھیرا بھی ہے۔ بڑھاپا بھی ہے۔ اس گھر کی طرف جا رہے ہیں جہاں چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے بیٹھے ہیں۔

یہ درد ہے قوم کا درد اور یہ فکر ہے قوم کی فکر اور یہ نظام ہے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس میں حکمران جاگتا ہے رعایا سوتی ہے۔ حکمران خود دکھ برداشت کر لیتا ہے رعایا پر امن کے پھول برساتا ہے۔ آپ چلتے چلتے اس گھر کے پاس آگئے۔ بوری اتاری۔

آج تو اتنا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ بوری اتارنے کے بعد یہ نہیں کہا کہ یہ بوری ہے میں نے رکھ دی اس میں سب کچھ ہے ان بچوں کو پکا کے کھلاؤ۔

آپ نے کہا اے خاتون تم بیٹھو جس قوم کے بچے بھوکے ہوں اس قوم کا امیر المومنین کھانا پکائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگچے میں وہ چیزیں ڈالی اس وقت جو کھانا بن سکتا تھا بہترین کھانا تیار کرنے لگے۔ آپ اپنے ہاتھ سے چمچہ ہلانے لگے۔

آپ کا خادم اسلم بھی آپ کے ساتھ ہے لیکن خادم کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے کہ میں خود کھانا تیار کروں گا۔ حضرت اسلم کہتے ہیں میں حکم کا پابند تھا دیکھ رہا تھا آگ بجھتی تھی تو کیا کرتے تھے۔

وَجَعَلَ يُحَرِّكُهُ بِيَدِهٖ وَيَنْفُخُ تَحْتَ الْقِدْرِ

اور آپ اپنے ہاتھ سے حرکت دیتے اور ہنڈیا کے نیچے آگ میں پھونک مارتے۔ ادھر چمچہ ہلاتے تھے ادھر پھونک مارتے تھے۔ رات لوگوں کی بیت رہی ہے اور قوم کا حکمران جاگ رہا ہے۔

قَالَ أَسْلَمُ

حضرت اسلم کہتے ہیں مجھے وہ منظر نہیں بھولتا۔

وَكَانَتْ لِحْيَتُهٗ عَظِيْمَةً،

آپ کی داڑھی مبارک بڑی تھی۔

اگر داڑھی صرف اتنی اتنی ہوتی جتنی آج کچھ پروفیسروں نے بنالی ہے۔ تو وہ صورتحال پیش نہ آتی حضرت اسلم کہتے ہیں آپ کی داڑھی بڑی تھی سینے تک پھیلی ہوئی۔ آپ جھک کر چولہے میں پھونک مارتے تھے تو

فَرَأَيْتُ الدُّخَانَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَلِ لِحْيَتِهٖ، حَتّٰى طَبَخَ لَهُمْ

تو مجھے داڑھی سے دھواں نکلتا دکھائی دیتا تھا۔

امیر المومنین کی داڑھی مبارک سے دھواں نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ آپ چولھے میں پھونک مار رہے ہیں اور دھواں داڑھی سے نکل رہا ہے۔ یہ سٹائل داڑھی کی حیثیت کو معین کر رہا ہے۔

روزانہ بیوٹی پارلروں سے نکلنے والے شوپیس حکمران اور کہاں قوم کے خادم حکمران سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھونک مار رہے ہیں۔ خدا کی قسم کسی غوث کو سجدوں میں یہ ثواب نہ ملے گا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پھونک مارنے میں مل رہا تھا۔ آپ کھانا قوم کے لئے پکا رہے ہیں یہاں تک کہ کھانا تیار ہو گیا۔ پھر بھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ لو خاتون کھانا تیار ہے ان بچوں کو برتنوں میں ڈال کر دو اب میری ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ نہیں

ثُمَّ جَعَلَ يَغْرُفُ بِيَدِهٖ

آپ نے ہر بچے کو کھانا اپنے ہاتھ سے ڈال کے بھی دیا۔

خادم نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز حکومت

پھر ان بچوں سے کہا کہ اب کھاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔ آپ وہاں سے نکلے دیوار کے پیچھے چھپ گئے۔

یہ اس سے بھی اگلا مقام ہے کہ خدمت میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی ہو۔

کھانا پکا کے دے دیا کہ کھاؤ، حضرت اسلم کہتے ہیں آپ دیوار کے پیچھے اس طرح چھپے کہ آپ ان بچوں کو کھانا کھاتے دیکھ بھی رہے تھے۔ اتنی مشکل کے ساتھ جیسے کوئی دیوار سے جانور چمٹا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے دیوار کے پیچھے نہ پورے کھڑے ہوتے کہ میں نظر آ جاؤں گا۔

اور جگہ بھی تھوڑی تھی۔ اس طرح بڑی مشکل سے دیوار کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ آپ مسلسل بچوں کو دیکھتے رہے، بچوں نے کھانا کھایا ابھی بھوک کا اثر تھا جب کھانا کھا بیٹھے

حَتّٰى لَعِبُوْا وَضَحِكُوْا ثُمَّ قَالَ يَا أَسْلَمُ أَتَدْرِيْ لِمَ رَبَضْتُ بِحَذَائِهِمْ؟ قُلْتُ

لَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اسد الغابۃ ج ۳ ص ۶۶۲)

تو وہ بچے جو رو رہے تھے ہنسنا شروع ہو گئے۔ جب قوم کا بچہ ہنسا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلم آؤ کام پورا ہو گیا ہے۔

جس وقت آپ چلے تو فرمانے لگے اسلم تجھے بتاؤں کہ میں یہاں چمٹا کیوں رہا ہوں میں پاس بیٹھ کے بھی کہہ سکتا تھا کہ کھاؤ، میں پاس نہیں بیٹھا کیوں کہ میں ہوں عمر مجھے دیکھ کے شیطان کی بھی چیخیں نکلتی ہیں۔ میرا رعب بچوں پہ طاری رہتا وہ ہنس نہ پاتے، اور میں اپنا فرض تب سمجھتا کہ وہ ہنستے۔ میں نے ان کو ہنسانا بھی تھا اور میرا رعب بھی ہے۔ تو میں اس لئے چھپا ہوں اگر چہ مجھے مشکل بڑی پیش آئی۔

قَالَ رَأَيْتُهُمْ يَبْكُوْنَ فَكَرِهْتُ أَنْ أَذْهَبَ وَأَدَعَهُمْ حَتّٰى أَرَاهُمْ يَضْحَكُوْنَ فَلَمَّا ضَحِكُوْا طَابَتْ نَفْسِيْ

(اسد الغابۃ ج ۳ ص ۶۶۲)

میں نے ان کو روتے دیکھا تھا۔ میرا دل اس وقت تک مطمئن نہ ہوتا جب تک یہ نہ ہنستے۔ جب میں نے چھپ کے ان کو ہنستے دیکھا ہے تو میرا دل باغ باغ ہو گیا ہے۔

یہ خادم نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز حکومت، اپنے بچوں کی ہنسی تو سب کو اچھی لگتی ہے۔ یہ ہے غریب کا حامی، یہ ہے رعایا کا خادم، یہ ہے دین کی حکومت، یہ ہے

کانٹا چبھے کسی کو روتے ہیں ہم امیر
سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ ہیں وہ سارے فلسفے لیکن وہ شعر اور جھوٹے نعرے جو لوگ اپنے بارے میں کہتے ہیں ہم رعایا کے خادم اور ہم قوم کے نگہبان اور ہم عوام کے حامی۔

حامی ایسا ہوتا ہے جو اسلامی ہوتا ہے وہی عوام کا حامی بھی ہوتا ہے۔ جو اسلامی نہیں ہوتا اس کو عوام کے حق کا پتہ نہیں حامی کیسے ہوگا یہ سیاست نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

کہ حکمران نے جاگ کے صرف قوم کے پیٹ ہی کی میزبانی نہیں کی بلکہ ان کے خیال کی بھی میزبانی کی ہے۔ کھانا کھلا کے میں رعب میں ڈالتا رہوں تو پھر وہ مطلب نہیں نکلے گا خود چھپ جاتا ہوں تکلیف تو ہوگی جب وہ کھائیں گے تو ہنسیں گے اور خوش ہوں گے میں نے ان کی ہنسی دیکھنی تھی۔ غریب کے بچوں کی خوشی رات کے سناٹوں میں جو ڈھونڈھے وہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکمران ہوتا ہے۔

دنیا کا نظام حکومت دین کا ایک شعبہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کو جو نظام حکومت دیا ہے اس کو واضح کرنا لازم ہے۔ ایک ستم یہ ہوا کہ دین کے ایک شعبہ کو جدا کر دیا گیا۔ اس کو بدنام کر دیا گیا اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ یہ دین کا شعبہ ہی نہیں۔ ہم ان لفظوں سے موجودہ سیاسی نظام کی حمایت نہیں کرنا چاہتے ہم ان لفظوں سے مدنی سلطنت کی جو پالیسی ہے وہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اس وقت کون تھا مسلمانوں کے دنیاوی معاملات کا نگہبان؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر تھے اور جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اس وقت دنیا کا لیڈر کون تھا۔ دین کا لیڈر کون تھا؟ دونوں چیزیں یکجا تھیں۔

دین کی سمجھ کیساتھ عشق رسول ﷺ بھی ضروری

یہ ابنائے دنیا کا شر تھا کہ ان میں تفریق کر کے اپنی سیٹ بنانا چاہی۔ آج قوم کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ دنیا ہمارے دین کے تابع ہے یہ دین کے تابع تب ہوگی جب دین کی سمجھ سے اس کو چلایا جائے اور صرف دین کی سمجھ جامع ہو ورنہ آپ نے دینی قیادت اور ڈیزل کے لقب بھی سن رکھے ہیں۔ صرف دین کی سمجھ اگر کافی ہوتی تو دنیا بھر میں سیاسی بلے بازوں کی سبکی نہ ہوتی جو ہوگئی ہے۔ دین کی سمجھ کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ کی روشنی میں عشق رسول علیہ السلام بھی ہونا چاہیے۔ وہ سمجھ جسے نہ کوئی خرید سکے نہ کوئی مٹا سکے۔

اگر زمانہ قریب میں اس کی جھلک دیکھنی ہو تو حضرت شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھ لیا جائے۔ زندگی بھر انہوں نے کرایہ کے کمرے میں رہ کر یہ لوگوں کو پیغام دیا کہ دین کی خدمت کے لیے انہوں نے جو اذانیں دی ہیں اگرچہ ان کی اذان پر قوم نے توجہ نہ دی لیکن وہ ساری زندگی آخری سانس تک اس انتظار میں رہے کہ کسی صبح کا سورج نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضرور ہوگا۔

لیکن یہ بات سمجھانے کے لیے مزید ہمیں ضروری ہے کہ دین کی سمجھ بھی ہر سمجھ نہیں دین کی سمجھ ابوالفضل کو بھی تھی اور فیضی کو بھی تھی مگر وہ سمجھ دین کی سمجھ نہیں تھی وہ سمجھ دنیا کے حکمرانوں سے ریٹ لگوانے کی تھی۔

لیکن ہم جس سمجھ کی بات کر رہے ہیں تو یہ وہ سمجھ ہے جسے نہ کوئی دبا سکے نہ کوئی ریٹ لگا سکے۔ جب کوئی بولی والا آئے آگے حجرے سے آواز آئے۔ تمہارے سامنے کیا

CamScanner

بیچوں اپنا سودا دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کر چکا ہوں اس صورتحال کی ضرورت ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر عدالت سید المرسلین ﷺ

جب مکہ شریف فتح ہوا تو عہدے بانٹتے وقت آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا جو آج دنیا والوں کے لیے اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج عہدے بانٹتے وقت جو عہدہ ہے وہ اپنے بھائی کے لیے، اپنے بیٹوں کے لیے اپنے بھتیجوں کے لیے اور پھر اقرباء پروری کا جو بازار گرم ہوتا ہے۔ ساری عدالتوں کے پرخچے اڑا دیے جاتے ہیں۔

وہ دن دیکھو جو تاریخ کا تاریخ ساز دن تھا اور رمضان شریف میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ انداز سے مکہ شریف میں داخل ہوئے تھے۔ سب سے اہم جگہ وہ تھی جہاں کعبہ کے اندر نبی علیہ السلام نے جا کر نفل ادا کرنا تھے۔

اس وقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ جو جاہلیت کے زمانہ کے لیڈر تھے اب وہ نبی علیہ السلام کی غلامی میں آچکے تھے۔ کوئی سوچ رہا تھا کہ اندر جائیں گے تو فلاں قبیلے کے سردار کو لے کر کوئی سوچ رہا تھا تاریخی دن ہے۔ نبی علیہ السلام اندر جائیں گے تو فلاں سردار کو لے کر کعبۃ اللہ کے اندر جائیں گے لیکن پھر بھی کس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لے گئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس وقت آپ علیہ السلام کے ساتھ صرف دو شخص تھے اور دونوں غلاموں کی اولاد تھے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ وہ ہیں جن کو ہر وقت یہ تلاش تھی کہ نبی علیہ السلام کے قدموں کی جگہ دیکھنی ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو کہاں پڑھتے ہیں بعد میں چیک کر کے کعبے کے اندر بھی وہاں سجدہ کرنا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے بڑی دوڑیں لگائیں کہ جب نبی علیہ السلام کعبہ میں داخل ہوں تو میں بھی ساتھ داخل ہو جاؤں لیکن میرے پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہو چکے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ انداز میں مکہ شریف تشریف لائے تو کیسا موسم ہوگا جب بت پرستوں کے پرخچے اڑ چکے تھے اور سر جھک چکے تھے اور وہ مان چکے تھے اور حق کا جھنڈا لہرا چکا تھا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں داخل ہوئے۔

اَنَاخَ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَةِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کعبہ کے سائے میں بٹھائی۔

اس وقت جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آپ ﷺ پر عکس پڑ رہا تھا۔ تو اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کعبہ کو منور کر رہا تھا۔ کیا یہ سینے میں تڑپ نہیں ہوگی کہ آگے سواری پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور پیچھے میں ہوں۔ اور پھر یہ کوئی دنیاوی تڑپ نہیں ہے بلکہ یہ تو دینی تڑپ ہے۔ وہ تڑپ ہر ایک میں تھی۔

کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا تھا کہ کل جھنڈا اسے دینا ہے جس نے کل قلعہ خیبر فتح کرنا ہے۔ صحابہ میں سے رات سویا ہی کوئی نہیں اس خیال میں کہ کاش میری باری آجائے۔

CamScanner

حضرت اسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا اعزاز

آج فتح مکہ ہے جو اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔ ایسے موقع پر ہر ایک کے دل میں تڑپ ضرور ہوگی کہ جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی چل رہی ہو آگے سرکار ہوں اور پیچھے ساتھ میں بیٹھا ہوں لیکن کون بیٹھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

عَلٰی رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ

(صحیح بخاری کتاب الجھاد باب الردف علی الحمار ص:419، قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر اس وقت اسامہ بیٹھے تھے۔

حَتّٰی اَنَاخَ فِی الْمَسْجِدِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی بٹھائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔

سَبَقْتُ النَّاسَ

میں دوڑتا ہوا لوگوں سے آگے نکل گیا۔

میں نے سبقت کی لیکن پھر بھی دروازے تک جب میں پہنچا

وَقَدْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

اتنے میں نبی علیہ السلام کعبہ شریف میں داخل ہو چکے تھے۔

وَمَعَهٗ اُسَامَةُ وَبِلَالٌ

اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما بھی کعبہ میں داخل ہوئے۔ میں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا دوڑیں لگاتا رہ گیا۔ حبش کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اندر چلا گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے میں نے کوشش کی، صفوں کو چیرتا ہوا آگے

بڑھا مگر پھر بھی نبی علیہ السلام اندر داخل ہو چکے تھے، دروازہ بند ہو گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے

فَسَأَلَهٗ اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(صحیح بخاری کتاب الجهاد باب الردف علی الحمار ص:419، قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا نبی علیہ السلام نے نفل کہاں پڑھے تھے۔

اسی مکہ شریف میں پہلی تقریر عوام میں نبی علیہ السلام کی صدارت میں کی تھی وہ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ''البدایہ'' میں ہے آپ پر اتنا تشدد ہوا کہ

مَاعُرِفَ اَنْفُهٗ بِوَجْهِهٖ

آپ کا چہرہ اتنا سوج گیا کہ ناک اور رخسار کا پتہ نہیں چلتا تھا۔

بظاہر یہ اعزاز ہو سکتا تھا کہ اندر جاؤں گا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اندر ساتھ لے جاؤں گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جاؤں گا۔ جو امت میں نبی علیہ السلام کے بعد اونچا مقام رکھتے ہیں۔ پھر ان کو خیال آ سکتا تھا کہ دیکھو جو بڑے بڑے تھے ان کو ساتھ لے گئے، چھوٹے چھوٹے پیچھے رہ گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو غلاموں کو اندر ساتھ لے جا کر امت کو بتایا کہ یہ اسلام ہے جو چھوٹوں کو بڑا کر کے دکھاتا ہے۔

یہ ہے اسلام، یہ ہے انداز حکومت، یہ نبی علیہ السلام کا فلسفہ اور یہ ہے مساوات اور پھر

CamScanner

آپ نے کعبہ کی چھت پر بھی چڑھایا ہے تو یہ اعزاز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخش دیا ہے۔آپ نے یہ واضح کیا کہ وہ اور ہیں جو کسی کو کہتے ہیں کہ میں چودھری ہوں تو کمی ہے تو آپ نے واضح کیا کہ اسلام میں نہ کوئی چودھری ہے اور نہ کوئی کمی ہے۔

اسلام میں یہ مقام ہے۔جس نے تقویٰ پالیا وہ سب سے بڑا ہو جاتا ہے۔پھر ان کے آگے مختلف درجات ہیں۔اگر چہ تقوے والے سارے صحابہ وہاں پر موجود ہیں مگر مکہ شریف کے اس ماحول میں جہاں پر سیاست جارحانہ رہ چکی تھی۔ جہاں پر اقرباء پروری عام تھی۔اور قریش کے ظلم وستم کے سامنے یہ بیان کرنا تھا کہ ہم اس دین والے ہیں جو کمی کو کمی نہیں بناتا بلکہ کمی کو بڑھا کے پیش کرتا ہے۔

کعبہ شریف کے دروازے کا اونچا ہونے کا سبب یہ ہے کہ قریش کی مرضی ہوتی تھی تو وہ کسی کو داخل ہونے دیتے تھے ورنہ وہ دھکا دے دیتے تھے کہ ہماری مرضی ہے کعبہ شریف کے ہم والی ہیں۔اس واسطے قریش نے اپنے زمانہ میں دروازہ اونچا بنایا کہ اس میں ہم نے مرضی والا بندہ اندر جانے دینا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کعبہ میں ان دو فقیروں کو ساتھ لے جا کر واضح کر دیا کہ اب یہاں پر امیر غریب کا فرق ختم ہو گیا ہے۔اور ہم نے عدالت کا جھنڈا لہرا دیا ہے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہبر اصول

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پالیسی اور اس کے جو رہبر اصول ہیں۔ان کو اختصار سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔اگر ایک خلیفہ راشد کے معمولات پیش کیے جائیں تو پھر وقت طویل ہو جائے گا۔کیونکہ یہ وہ انداز ہے کہ خلیفہ راشد رات کو دیکھے کسی عورت کا

زچگی کا مسئلہ ہے ڈیلیوری کیس ہے تو وہ اپنی اہلیہ محترمہ خاتون اول کو لا کر خدمت کے لیے پیش کردے۔

جمعہ کے لئے لیٹ آنے پر معذرت

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَبْطَاءَ عَلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا دن تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے لیٹ ہو گئے تو مسجد نبوی شریف کے اس خطیب نے کیا کہا فرمانے لگے۔

اَعْتَذِرُ اِلَيْهِمْ فِيْ اِحْتِبَاسِهٖ

میں معذرت کرتا ہوں کہ لیٹ ہو گیا۔

حَبَسَنِيْ غَسْلُ ثَوْبِيْ هٰذَا كَانَ يُغْسَلُ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ ثَوْبٌ غَيْرُهٗ،

(کتاب الزھد لامام احمد بن حنبل ص ۱۵۴)

سوٹ ایک ہی تھا اور دھونے والا تھا۔ وہ سوٹ دھویا جا تا رہا اس لیے خطبہ میں لیٹ ہو گیا ہوں۔ یہ ہے امیر المومنین خطبہ دینے میں لیٹ کیوں ہو گئے؟ سوٹ صرف ایک تھا اور وہ دھونے والا تھا۔ اس لیے مجھے یہ کام کرنا پڑا اور کوئی کرتا نہیں تھا۔

یہ انداز حکومت کرنے کا مل جائے تو دنیا میں کون دکھی رہ جائے گا۔ کون ایسا رہ جائے گا۔ کون ایسا ہو گا کہ جس کے زخموں پہ مرہم نہ رکھی جائے۔ اس انداز میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جو وضاحتیں ہیں ان کو پیش نظر رکھا جائے۔

CamScanner

امیر المومنین کے کھانے کا معیار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص ربیع بن زیاد آ گیا اسے امیر المومنین کے پاس کوئی اچھا کھانا نہ ملا جیسے بڑے لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ اس نے کہا امیر المومنین تم کام بڑا کرتے ہو، اچھا کھانا کھایا کرو یہ بالکل نارمل سی خوراک ہے۔ جو تم کھاتے ہو تم امیر المومنین ہو لہٰذا اچھا کھایا پیا کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا مشورہ دے کر بچ جائے یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ آپ نے فرمایا خیر خواہ میرے ہو مجھ سے بات کر رہے ہو میری خیر خواہی کے لیے۔

رَفَعَ عُمَرُ جَرِيْدَةً مَعَهُ فَضَرَبَ بِهَا رَأْسَهُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈنڈا اٹھا کر اس کے سر پہ مارا

مرید مخلص اپنے پیر کامل کو مشورہ دینے لگا، عمر کھانا اچھا کھایا کرو۔ یہ بھی کوئی خوراک ہے جو تم کھاتے ہو تم ہمارے امیر المومنین ہو۔

آپ نے اپنے قریب سے چھڑی پکڑی اور اس کے سر پہ ماری پھر فرمایا۔

اَمَا وَاللّٰهِ مَا اَرَاكَ اَرَدْتَ بِهَا اِلَّا مَقَارِبَتِيْ

مجھے یہ پتہ ہے کہ تم نے مجھے یہ مشورہ خواہش کی وجہ سے نہیں دیا تم نے میری بھلائی کے لیے دیا۔ تم نے اللہ کی رضا کے لیے دیا، لیکن

هَلْ تَدْرِيْ مَا مَثَلِيْ وَ مَثَلُ هٰؤُلَآءِ

کیا تم جانتے ہو میرا اور دیگر صحابہ کا معاملہ کیا ہے؟

وہی بندہ دیگر صحابہ کرام کے پاس جا کر کھانا کھاتا تھا۔ تو کھانا اچھا ملتا تھا۔ امیر المومنین

کے گھر سے کھانا ملا تو وہ نارمل سا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ جب دیگر صحابہ اچھا کھا لیتے ہیں یہ بھی اچھا کھائیں۔آپ نے ڈنڈا مار کر اس کو بتایا۔ان کی اور میری مثال کیا ہے۔

تو مجھے ان جیسا سمجھتا ہے۔اور ان جیسے مجھ سے تقاضے کرتا ہے۔جو میری رعایا ہے۔ ان کو ساتھ تو مجھے ملا رہا ہے۔

قَالَ مَثَلُ قَوْمٍ

ان کی مثال اور میری مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگ اکٹھا سفر کریں سارے پیسے اکٹھے کر کے ایک کو دے دیں اور اسے کہیں کھانے پینے کا اہتمام تم نے کرنا ہے۔

فَدَفَعُوْا

انہوں نے اپنے خرچے ایک کو دے دیئے۔

فَقَالُوْا اَنْفِقْ عَلَيْنَا

انہوں نے کہا کہ یہ تم نے ہم پر خرچ کرنا ہے۔

اب تو مجھے بتا۔

هَلْ يَحِلُّ اَنْ يَّسْتَاْثِرَ بِشَيْءٍ

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۷۳)

جس کو قوم نے اور ساتھیوں نے پیسے دیئے ہوں کہ خرچ تم نے کرنے ہیں۔کھانا اکٹھا آپ نے منگوانا ہے۔اس کے لیے کیا جائز ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان پر ترجیح دے سکے ۔اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دوستوں پر اپنے آپ کو ترجیح دے سکے کہ دوست نارمل کھا رہے ہوں اور یہ اچھا کھا رہا ہو۔تو آپ نے فرمایا امیر المومنین کا یہ مقام ہے،

چونکہ مدینہ شریف کا ہر بندہ اچھا کھانا نہیں کھا سکتا اور جو دولت والے ہیں وہ اچھا کھاتے ہیں ۔ امیر المومنین کا میرٹ یہ ہوگا کہ وہ دولت مندوں والا کھانا نہیں بلکہ فقیروں والا کھانا کھائے گا۔

اس انداز میں سمجھا کر بتایا کہ میں نے اگرچہ بولنے کا حق دیا ہے، لیکن مخالفت برائے مخالفت بھی نہیں ہونی چاہیے، سوچ کے بولو اس لیے کہ عمر کے پاس بیٹھ کر بول رہے ہو۔ اس میں بھی آپ باقاعدہ لحاظ کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انداز

حضرت ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ نے شام جاتے وقت کہا تھا جب رستے میں پانی آگیا تو امیر المومنین کے ہاتھوں میں جوتے تھے۔ اونٹ کو پانی سے گزارنا تھا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوتے اتار کے اپنے کندھے پر رکھے اور پھر اونٹ کی نکیل پکڑ کر پانی میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے عمر رضی اللہ عنہ کیا کیا تم نے؟

شام والوں نے اگر دیکھ لیا تو پھر کیا بنے گا۔ اچھے امیر المومنین ہیں اپنے جوتے کندھے پہ رکھے ہوئے اور پیدل چلتے آرہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ يَقُلْ ذَا غَيْرُكَ اَبَا عُبَيْدَةَ جَعَلْتُهُ نَكَالًا لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مستدرک للحاکم کتاب الایمان باب قصۃ خروج عمر الی الشام وقول انا قوم اعزنا اللہ بالاسلام: ج 1، ص 237 مکتبہ دار المعرفۃ)

اگر تمہارے علاوہ یہ بات کہتا تو میں اسے امت محمد ﷺ کیلئے نشان عبرت بنا دیتا۔

اس مقام پر ابو عبیدہ کو نہیں مارا تو اس لئے کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے سارے امتحان لئے تھے تو وہ کامیاب ہو گئے تھے۔ وہ مخلص، باوفا تھے۔ فرمایا جو تمہارا ماضی کا کردار ہے اور تمہارے اندر جو نیکی ہے۔ اس وجہ سے میں تمہیں اس وقت معاف کر رہا ہوں اگر یہاں کوئی اور ہوتا تو میں اس کو مار مار کر نشان عبرت بناتا کہ مجھے تم رستے سے بھٹکانا چاہتے ہو، اگر امیر المومنین کو جوتے پکڑے ہوئے قوم دیکھ لے گی تو کیا ہوگا؟ یہ ہیں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ کے حکمران۔ جب آپ نے سمجھا کہ اس بندے کے لیے ڈنڈے سے اصلاح ضروری ہے تو پھر اس کو سمجھایا بھی اس انداز سے کہ تم نے یہ مشورے اگر چہ اخلاص سے دیئے ہوں گے۔

مگر دیکھو وہ کون ہیں اور میں کون ہوں۔ ان پر خلافت کا بوجھ نہیں میرے کندھوں پر خلافت کا بوجھ ہے۔ میں بوجھ والا ہوں۔

میں ایسے کھانے نہیں کھا سکتا جیسے مالدار کھاتے ہیں، کیونکہ میں سب کے ساتھ نہیں بلکہ غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں کہ تم اگر ایسا کھانا کھاتے ہو تو میں بھی ایسا کھانا کھاتا ہوں۔

جتنے بھی گورنر بنائے تھے سوچ کے بنائے تھے اور پھر آپ کے چیک کرنے کا نظام کیسا تھا۔ آپ جھاڑیوں میں چھپ کر چیک کرتے تھے۔ جس شخص کو گورنر بنا کر بھیجا ہے وہ سوٹ کون سا پہن کے جا رہا ہے، سواری بھی دیکھی ہے کہ وہ کس پر جا رہا ہے۔

اگر وہ دو سال کے بعد واپس آیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا کہ میرے گورنر صاحب آ رہے ہیں۔ جھاڑیوں میں چھپ کر دیکھا ہے، ساتھ اونٹ کتنے خزانوں

کے ہیں۔ کپڑوں کے سوٹ کتنے لا رہے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان کو مدائن کا گورنر بنایا تھا جب وہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکل کر جھاڑی میں چھپ گئے۔ پتہ چلتا ہے میرا گورنر آرہا ہے۔ کتنے پیسے کما کے آرہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہی اونٹ ہے۔ وہی سواری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جھاڑی سے چھلانگ لگا کے باہر آ گئے۔ بھائی آ گئے ہو۔ میں تمہارا بھائی ہوں تم میرے بھائی ہو۔

میں نے تم پر اعتماد کیا تھا، تم نے بتایا ہے کہ یہ ہوتا ہے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاسی لیڈر کہ اتنا پرہیزگار ہو قوم کی خدمت کی ہے مگر اس انداز میں واپس لوٹا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گورنر کا نصاب

اس واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو چیک کیا ہوا تھا، لیکن پھر بھی آرڈر دے دیا حکومت کے تمام صوبوں میں آپ فرمانے لگے۔ سن لو میں نے کچھ لوگوں کو تمہارے لیے حکومتیں دی ہیں۔ ان کو میں نے تمہارا نگران بنا دیا اور وہ تمہاری خدمت میں مصروف ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ تم پر سوار ہو جائیں اور اپنی انانیت منوائیں۔ میرے گورنر کا ایک نصاب اس کی کاپی تمہارے پاس بھی ہے، گورنر کے پاس بھی ہے۔ میرا گورنر کیا کرے گا۔

قَالَ عُمَرُ اِنِّیْ لَمْ اَسْتَعْمِلْ عَلَیْکُمْ عُمَّالِیْ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے تم پر اس لئے گورنر نہیں بنائے۔

CamScanner

لِيَضْرِبُوْا اَبْشَارَكُمْ

تاکہ وہ تمہارے عزت والے لوگوں کو ماریں۔

وَيَشْتِمُوْا اَعْرَاضَكُمْ

اور تمہیں گالیاں دیتے پھریں، تمہاری عزتیں اچھالیں اور جلسوں میں تمہیں گالیاں دیں اور تمہیں ماریں پیٹیں۔ میں نے اس لئے ان کو گورنر نہیں بنایا۔

وَيَاْخُذُوْا اَمْوَالَكُمْ

اور تمہارے مال لوٹیں جو چیز کسی کی ہو وہ اس سے وصول کر لیں۔ میں نے اس لئے ان کو گورنر نہیں بنایا۔

وَلٰكِنِّىْ اِسْتَعْمَلْتُهُمْ لِيُعَلِّمُوْكُمْ كِتَابَ رَبِّكُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّكُمْ

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۷۳)

میں نے گورنر کو کیا دیا اور اسے کس چیز کا پابند کیا ہے تو فرمایا میں نے جس کو گورنر بنایا ہے اس کو میں نے تمہارا استاد بنایا ہے۔

آپ نے فرمایا جو میں نے اپنی حکومت میں تمہیں گورنر دیئے ہیں وہ تمہیں مارنے کے لئے اور اجاڑنے کے لئے نہیں دیئے بلکہ میں نے اس لئے گورنر بنایا۔

لِيُعَلِّمُوْكُمْ كِتَابَ رَبِّكُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّكُمْ

تاکہ وہ تمہیں تمہاری کتاب قرآن مجید پڑھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمہیں سنت پڑھائیں۔

یہ ہیں گورنر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان کا کام قرآن وسنت کا درس دینا ہے قرآن وسنت کی تعلیم دینا ہے۔

جو علاقے کا رسہ گیر ہو اور علاقے کا اجڈ جاہل ہو اور علاقے کا جو سب سے بڑا بد معاش ہو اگر آج اس شخص کو گورنر بننے کا اہل سمجھا جائے تو یہ دین سے غداری نہیں تو اور کیا ہے۔

نظام خلافت راشدہ اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نظام اسلام میں گورنر کی پہلی سند یہ ہے کہ وہ قرآن کا بھی عالم ہو اور سنت کا بھی عالم ہو۔ آپ نے فرمایا میں نے گورنر ان پڑھوں کو نہیں بنایا۔ میں نے گورنر دین، تقوے اور علم کی وجہ سے بنایا ہے۔ تو میں تمہیں کہتا ہوں تم سارے چیک کرو۔ میں نے کسی کو اختیار نہیں دیا کہ وہ تمہاری گردنوں پر سوار ہو جائے۔ میرے گورنر کی پہلی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ تمہیں اللہ کی کتاب پڑھائیں گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تمہیں سبق دیں گے۔

مصر کا گورنر عہدے سے معزول

مصر کے گورنر کے بیٹے نے کسی کو دو چھڑیاں ماردیں کہ تم نے میرے آگے گھوڑی کیوں گذاری۔ آپ نے اس گورنر کو واپس بلا کے بکریوں کے پیچھے لگایا اور کہا کہ کس نے تیرے بیٹے کو حق دیا کہ وہ اسلام کے بیٹوں کو مارتا پھرے، ہم تجھے تیرا مقام دکھائیں گے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سلطنت میں ایسا کرے گا۔ اس کو عمر رضی اللہ عنہ بکریوں کا چرواہا بنائے گا اپنے ملک کا گورنر نہیں بنائے گا۔

یہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں انداز حکومت ہے۔ جب اس انداز کی پالیسیاں ہوتی ہیں تو پھر جہاں انصاف سے بھرتا ہے۔ پھر وہ وقت آتا ہے کہ زمین کانپے زلزلے سے تو امیر المومنین ایڑی مار کے کہتے ہیں۔ ٹھہر جا۔ تجھے نہیں کانپنے دوں گا

۔اگر میں نے ظلم کیا ہو تو کانپ لے اگر میں نے تجھ پر ظلم نہیں کیا تو پھر کس لیے کانپتی ہے۔اس کے فوراً بعد زمین کا زلزلہ بند ہو جائے تو اس کو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پالیسیاں بڑی منفرد پالیسیاں تھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امت کا وہ منفرد بندہ جن جیسا ایک لحاظ سے نہ کوئی ہوا ہے اور نہ کوئی قیامت تک ہو گا۔ ایک شخص کہ جس کے عقد نکاح میں پیغمبر علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں اس لحاظ سے عثمان جیسا پوری دنیا میں کوئی نہیں۔

حج کے موقع پر گورنرز کی حاضری

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال یعنی گورنروں پر لازم کر دیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ حج کے موقع پر ہر گورنر پر لازم ہے کہ وہ آئے۔

يَكْتُبُ اِلَى الرِّعَايَا

رعایا کو آپ نے خط لکھ دیا۔

مَنْ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ اَحَدٍ مَظْلِمَةٌ

جس پر کسی گورنر نے ظلم کیا ہو وہ بھی حج پر آئے، کیونکہ سلطنت دور دور تھی۔حج کے موقع پر حج بھی ادا کریں گے اور یہ عبادت بھی کریں گے۔ جس پر کسی گورنر نے ظلم کیا وہ بھی آئے ۔حج کے موقع حاجی حج بھی کر لیں گے اور جھگڑے بھی ختم ہو جائیں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

اِنِّیْ اٰخِذٌ لَهٗ حَقَّهٗ مِنْ عَامِلِهٖ (البدایہ والنہایہ ج۷،۸ص۲۳۴)

یہ بھی عثمان کی ذمہ داری ہے جس گورنر نے جہاں ظلم کیا ہوگا میں سب کے سامنے یہاں اس سے بدلہ لوں گا۔

حج کے موقع پر امت کے مسائل کا حل

یہ نظام اسلام ہے اور یہ اس کی حکمتیں ہیں اور یہ حج کے مقاصد میں سے ایک مقصد جو اب فوت ہو گیا۔ اب حج کے موسم میں پوری دنیا کے حاجیوں پر شرک کے فتوے تو لگائے جاتے ہیں مگر اللہ کے مہمانوں کے دکھ سکھ نہیں سنے جاتے کہ گھروں میں رہتے کیسے ہیں؟ تمہارے ملک کے مسائل کیا ہیں؟

حج کے مقاصد میں مقصد یہ تھا کہ حج بھی ہو جائے اور ساتھ امت کا اتحاد بھی نظر آئے۔ امت کے مسائل کا حل ہو اور پوری کائنات میں بکھرے ہوئے آباد مسلمانوں کی مشترکہ کابینہ کی میٹنگ بھی ہو جائے۔

دکھ سکھ سنے جائیں، لیکن اب کی صورتحال اس سے مختلف ہے۔ اب تشدد، گرفتاریاں اور شرک کے فتوے، آج ان کا خطبہ اس وقت تک خطبہ نہیں بنتا جب تک آنے والوں کو مشرک نہ کہا جائے۔ اتنی زبردست فرقہ واریت پھیلائی جاتی ہے۔

مرکز اسلامیہ کی ذمہ داری اور اس کا فریضہ

جب بڑے سے بڑا مسئلہ پیدا ہو تو مرکز اسلامیہ کا حق بنتا ہے کہ وہ امت کی نمائندگی کرے اور امت کی رہنمائی کرے۔ حرمین شریفین کے خادمین کہلانا آسان ہے، لیکن ساتھ یہ ڈیوٹی بھی ہے جب امت کا مسئلہ بنے تو پہلے نمبر پر اپنے آپ کو پیش کرے۔
یہ نہیں کہ پاکستان والے مر جائیں وہاں والے گھر سے باہر ہی نہ نکلیں۔
پچھلے سال جو خاکوں کا مسئلہ تھا، پوری دنیا بھڑک اٹھی۔

حرمین شریفین کے لوگ بھی جو اپنی طرف سے کر سکتے تھے، جلوس تو نہیں نکال سکے لیکن انہوں نے اپنی طرف سے سٹیکر، بینرز اور وہ نعرے جو ہم لگاتے ہیں۔ انہوں نے لگائے "فداك يا رسول الله ﷺ"، مگر حکومت نے کچھ نہیں کہا۔

ورنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گستاخ کا اٹھ کر سر کیوں اتارتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے گستاخ عورت کا سر کیوں اتارا تھا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیوں فرمایا تھا۔

اَنَّ حَدَّ الْاَنْبِيَاءِ لَيْسَ يَشْبَهُ الْحُدُوْدَ

بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کی حد دیگر حدود کے مشابہ نہیں ہے۔

اس کے بعد حج کے موقع پر ہمیں امید تھی کہ قیادت کرتے ہوئے مرکز پوری دنیا کے مسلمان کے جذبات پر مرہم رکھیں گے اور سب کو بلا کے کوئی پالیسی بنائیں گے۔ آج نہیں تو کل ہم سر اتارتے ہیں ان لوگوں کا جنہوں نے خاکے بنائے ہیں۔ ہم تمہارے آگے ہیں اور تم ہمارے ساتھ چلو۔

میں سنتا رہا ایسی میٹنگوں کو اور ایسے جلسوں کو اور ایسی کانفرنسوں کو کافی دیر کے بعد مجھے ایک دو بینر ایسے نظر آئے جس پر یہ لکھا تھا۔

نُصْرَةُ الْحَبِيْبِ صلى الله عليه وسلم

ان خاکوں کے مسئلے پر نصرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پروگرام کیا۔ امت کو کیا لائن دی۔ امت کا کیا مسئلہ حل کیا۔ کتابوں کی ایک نمائش کا اہتمام کیا۔ یہ ہے نصرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔

چونکہ خاکے بنے تھے۔ اس واسطے ہم اپنے دین کے ساتھ اپنے جذبوں کا اظہار کرتے

CamScanner

ہیں کہ سارے مکتبوں سے کتابیں لا کے یہاں جمع کر دو۔ یہ ہم نے کردار ادا کرنا ہے۔ کتابوں کی نمائش سے نبی علیہ السلام کی مدد کر رہے ہیں کہ ہم نے سرکار علیہ السلام کے ساتھ مدد کا اظہار کر دیا۔ تمہاری گستاخی ہوگئی تھی ہم نے یہ کتابیں لوگوں کو دکھا دی ہیں۔ نہیں نہیں حج کی مرکزیت سے مکمل فائدہ اٹھانا چاہیے۔ دنیا میں عرفہ کا میدان جہاں شرک کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ وہاں کے خطیب کو بولنا چاہیے تھا کہ اے یورپ والو! اور امریکہ کے سوداگرو! آج امت مسلمہ کے بیٹے اکٹھے ہیں اور یہ عہد کر رہے ہیں کہ اگر جس نے ہمارے نبی علیہ السلام کے خلاف زبان نکالی ہم اس کا سر اتاریں گے۔

کیا یہ مسائل حج کا موضوع نہیں بن سکتے۔ یہ مسئلہ امت کے جنرل مسائل میں تو سرفہرست ہے۔ عرفہ کا خطبہ اس پر ہونا چاہیے تھا۔ حج سے اتنی بڑی کانفرنس کون کر سکے گا۔ دنیا میں کوئی ایسی پاور ہے جو اتنے لوگوں کو بلائے اور ان کے سامنے یہ بات کرے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ تو جو مفت میں ہو جاتا ہے۔ وہاں پر اپنوں کو نیزے مارتے ہیں کہ تم چونکہ قبروں پر جاتے ہو تم مشرک ہو۔ چونکہ تم غوث پاک کا نام لیتے ہو تم مشرک ہو۔ اس وقت نیزے سیدھے کر دو یورپ کی طرف اور ان سے کہو یہ ہیں اسلام کے بیٹے لاکھوں اور آئے ہیں عہد کرنے کے لیے اس بات کا کہ

شراب عشق احمد میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے
کہ جان دیکر ایک دو بوند مل جائے تو سستی ہے

مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہونا ایمانی تقاضا

اس واسطے ہم وہاں کی حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتے ہیں۔ خلافت راشدہ کا یہ پہلو جو

CamScanner

ہے اس کو سامنے لاؤ۔ تمہارے اپنے جو نظریات ہیں وہ اپنی جگہ اس کا حساب علیحدہ ہے، لیکن جب تک تم مسلط ہو یہ تو دیکھو کہ کتنی زیادتی ہو گئی امت مسلمہ مٹ جائے، کٹ جائے، پھٹ جائے، افغانستان اجڑ جائے، عراق ملیامیٹ ہو جائے انہیں اپنی حکومت میں بیس بیس منزلہ کوٹھیوں سے غرض ہے۔ کعبہ سے اونچے بنگلوں سے غرض ہے۔ اسلام کے بیٹوں کے سینے چھلنی ہو گئے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔

اس واسطے یہ سوچنا چاہیے ہم کیکروں کے پتے نہیں جن کو افغانستان سے اتار کے لے جاؤ اور ہمیں جاگ ہی نہ آئے کہ کتنے دشت لیلیٰ میں دفن ہو گئے اور کتنے محلّہ جنگی میں بھونے گئے اور کتنے عراق کی سرزمین میں بھسم ہو گئے۔ آخر ان باتوں کو بھی تو اجاگر کرنا چاہیے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ لَّمْ يَهْتَمَّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۷۶۸۶)

جو مسلمانوں کے دکھ کو دکھ نہیں سمجھتا اور اس کا اہتمام نہیں کرتا وہ ہمارا ہے ہی نہیں وہ کسی اور کا ہے وہ مسلمانوں سے نہیں ہے۔ اس واسطے یہ ہمارے دین میں ایک ایمانی حیثیت ہے۔

ہمارے دین میں ان دنیاوی مسائل کے لحاظ سے قوت اور پاور کے لحاظ سے برسر اقتدار اسلام کو لانا اور غلبہ اسلام کا یہ اس قرآن کا ہم سے تقاضا ہے۔ جو صدیوں سے مسجدوں میں بند رہ گیا ہمیں اس وقت اس کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے اور کام یہی ہے۔

CamScanner

یعنی میں آپ سے ووٹ نہیں لینا چاہتا بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس قرآن کو پڑھ کر گھر میں سناؤ محلے میں سناؤ اور شہر میں سناؤ گلی گلی میں سناؤ اور امید رکھو۔

میں مطمئن ہوں اگرچہ خراب ہے ماحول
خزاں کے بعد کا موسم بہار ہوتا ہے۔

اس واسطے اس کا ابلاغ نہیں ہو رہا۔ اب بھی دلوں میں سوز ہے۔ اب بھی جذبہ ہے اب بھی تڑپ اور چاہت ہے۔

ذرہ نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے لیے عملاً فکری طور پر کوشش کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆

CamScanner

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیراہتمام آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

اسلام ہم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیراہتمام گوجرانوالہ بھٹی میرج ہال میں ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے آخری لمحات اور گھڑیوں میں ہم سب کو فہم دین کورس کے آخری سیشن میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہمہ جہت تفکرات، تخیلات، تمنائیں، آرزوئیں، دعائیں اور التجائیں ان کا ایک گلدستہ ذہن میں موجود ہے۔

شکرِ خداوندی پر عطاؤں کی بارش

رب ذوالجلال کا جتنا بھی شکر ادا کریں وہ تھوڑا ہے۔ مزید اس کو ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں اس کام کی توفیق عطاء فرمائی اور آج کارواں منزل تک پہنچتا دکھائی دے رہا ہے۔

اے میرے رب اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو شاید ہم میں ایک بھی یہاں نہ آسکتا۔ یہ تیرا فضل اور تیرا کرم ہے کہ تو نے اپنے ناتواں بندوں کو وہ توانائی بخشی ہے۔ بستر اور آرام کو چھوڑ کر روزانہ اس فہم دین کے اجتماع میں حضرات و خواتین نے

شرکت کی ۔ میرے رب محبوب علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو روح عالم ہیں، سب کچھ ہیں، ان کے توسل سے تیرے دربار سے ملا۔ اے اللہ ان کی ذات پہ درود وسلام پڑھتے ہوئے تیرا شکرادا کرتے ہیں کہ تو نے آج اہل حق کو پھرنئی آب وتاب عطاء فرمائی ہے۔

وہ سفر جو یکم رمضان المبارک جمعہ سے شروع ہوا تھا۔آج جمعہ کے دن ہی اپنے مقصد اور منزل تک وصول حاصل ہو رہا ہے۔

جو کچھ ہم کر سکتے ہیں اپنے فضل سے اسکی نشو ونما فرما دے اور جو گلشن ہم تیار کرتے رہے ہیں۔میرے رب عزوجل اسکی خوشبوئیں صرف گوجرانوالہ میں نہیں بلکہ پورے جہاں میں پھیلا دے۔

آج اس اجتماع میں شکر کے اس ماحول میں رب کا یہ فرمان سامنے رکھو، اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (پارہ ۱۳ سورۃ ابراھیم آیت ۷)

اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا

اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور بھی عطاء فرماؤں گا، زیادہ دوں گا، اضافہ کروں گا تو اضافہ تب ہوگا جو کچھ ہمارے پاس پہلے ہے وہ رہنے دے گا۔

اس واسطے شکر ایک حفاظت کا قلعہ بھی ہے، ہر دل کو شاکر ہونا چاہیے، زبان کو شاکر ہونا چاہیے اور شکر ادا کرتے ہوئے دعا بھی کرنی ہے ان شاء اللہ اپنے رب کے دربار میں ساری درخواستیں پیش کرنی ہیں امید ہے وہ اپنے محبوب علیہ السلام کے تصدق میں قبول فرمائے گا۔

CamScanner

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مجھے اس ماحول میں اپنے اساتذہ کی یاد شدت سے آرہی ہے جن کے نورِ علم سے سرمہ لگا تو آنکھوں کو بینائی میسر آئی۔ میرے مرشد کامل شیخ المحدثین، حافظ الحدیث، جنید زماں امام العصر حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ جو بظاہر نابینا تھے مگر ہزاروں بینا ان کے پاس بیٹھ کر روشنی پاتے تھے۔ جنہوں نے بریلی شریف تک فیض علم حاصل کیا اور بھکھی شریف میں جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کی شکل میں علم کا ایک سمندر آباد کیا۔ اسی سمندر سے ایک چلو پی کر آج اس ماء صافی کو تقسیم کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

میرے رب عزوجل اس عظیم مربی اور مرشد اہل سنت کے مزار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرما۔ وہ مربی، وہ مرشد جنہوں نے فکری لحاظ سے ہر موقع پہ رہنمائی کی۔ وہ جن کو لوگ محض ایک سیاسی جماعت کی قیادت کے لحاظ سے سمجھتے ہیں مگر ہم نے ان کے افکار کے خرمن سے خوشہ چینی کی ہے۔ وہ امام برحق قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اے اللہ ان کے مزار پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرما۔

حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

وہ تاجور کشور تدریس، وہ اہلسنت کے ہر علمی مرکز کی چاندنی حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، اے اللہ میرے اس عظیم استاد کے مزار اقدس پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرما۔

حضرت شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زمین کے عظیم مفسر اور عرب دنیا کے بہت بڑے عالم دین جنہوں نے ساٹھ سال تک حضرت غوث پاک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پرانوار پر تدریس کی۔ اے اللہ میرے استاد محترم شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرما۔

حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

وہ برکتہ العصر اور اس زمانے میں تواضع اور انکساری کی یکتا مثال حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ یا اللہ میرے استاد محترم کے مزار پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرما۔

آج اس اجتماع میں ہم نے اپنے ان تمام موضوعات کا خلاصہ سمجھنا ہے جو کہ اتنے دنوں میں سلسلہ پھیلتا چلا گیا۔

آج کا موضوع بڑا ہی اہم موضوع ہے، یہ صرف آج کا موضوع نہیں عصر حاضر کی اذان ہے۔ اور اس اذان کی آواز ہر طرف سے آنی چاہیے۔

آج کی گفتگو کا ہمارا موضوع ''اسلام ہم تیرے ہیں'' ہے

آج کوئی کسی کی گود میں جا گرا۔

اور کوئی کسی کی گود میں جا گرا۔

کوئی کسی طرف جھک گیا۔

کوئی کسی طرف جھک گیا۔

CamScanner

کوئی واشنگٹن کے طواف میں

اور کوئی نیویارک کے چکر میں

لیکن یہ اہل حق آج بھی امت مسلمہ کے سپوت یہ آواز دے رہے ہیں ہم کسی اور کے نہیں اسلام ہم تیرے ہیں۔

موضوعات کا تسلسل اور ان کی بہار

ہمارے موضوعات کا سلسلہ ''میرے رب سے مجھے محبت ہے'' سے شروع ہوا اور'' اسلام ہم تیرے ہیں'' اس سال اس پر سلسلہ ختم ہو رہا ہے۔

اس کے دوران ہمارے سخن میں جو افراد ہمرکاب رہے وہ جانتے ہیں کہ گذر کن کن وادیوں سے ہوا اور سیر کس کس گلشن کی کی۔

روزانہ کارواں کس افق تک پہنچتا رہا؟

اور روزانہ قرآن وسنت کا مدوجزر کیسے ہوتا رہا؟

ترقی بھی آئی، گرمی بھی آئی۔

مایوسی کے دور میں خوشی بھی آئی۔

خزاؤں میں موسم بہار بھی آئی۔

تبسم بھی ہوا، اشک بھی آئے، برسات بھی ہوئی۔

شان الوہیت کا بھی پتہ چلا۔

یہاں پر ناموس رسالت کی بات۔

اور تحفظ ناموس رسالت کا پیغام بھی گونجا۔

اور عظمت صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نور بھی تقسیم ہوا
اور محبت اہل بیت علیہم الرضوان کا سبق بھی پڑھایا گیا۔
اور شان ولایت کے فلسفہ کو بھی اجاگر کیا گیا۔

جہاں جہاں ملت کی کشتی میں سوراخ کرنے والے سوراخ کرنا چاہتے تھے۔
ان مقامات کی نشاندہی بھی کی گئی اور ہاتھ پکڑ کر انہیں پیچھے ہٹانے کے جذبے کا تذکرہ بھی کیا گیا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کے زیر سایہ
کبھی ہم مکہ شریف سے نکلے،
تو کبھی ہم مدینہ شریف میں پہنچے،
کبھی بدر، کبھی احد، کبھی حنین،
کبھی یرموک، کبھی خندق، کبھی کربلا،
یہ سلسلہ روزانہ کا جاری رہا،
محققین، محدثین، مفسرین، آئمہ،
خلفاء کی سیرت کے جو پھول تھے،
ان سے پھول چننے کا سلسلہ جاری رہا۔
آج شہد کی شکل میں ''اسلام ہم تیرے ہیں'' تک بات پہنچ چکی ہے۔
کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو روزانہ چلے،
یا کبھی اس پروگرام میں پہنچ سکے،
تو یہ قدم معمولی قدم نہیں جو اس رستے میں اٹھیں،

یہ بیداری معمولی بیداری نہیں جو اس کام کے لیے ہو،

ادارہ صراط مستقیم کے ایک ایک بزرگ یا کارکن کا نام مقصود نہیں سب کا نام ادارہ صراط مستقیم ہے۔ لیکن جس نے ایک دن بھی آشیانہ بنانے میں تعاون کیا ہے اللہ اس کو اجر عظیم عطاء فرمائے گا

راہ علم میں اٹھنے والے قدم

روزانہ نماز فجر کے بعد کا یہ سفر اسے کوئی معمولی نہ سمجھے۔ یہ سفر کتنا بڑا سفر ہے۔ تھا تو گوجرانوالہ کی گلیوں میں مگر سبب بن جائے گا جنت کی گلیوں کا۔

مسلم شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا

وہ بندہ جو ایسے راستہ پر چلا جس میں چل کے علم پانا چاہتا ہے، کچھ سیکھنا چاہتا ہے، دین سمجھنا چاہتا ہے، وہ راستہ جس پر چل کر وہ دین کا فہم حاصل کرنا چاہتا ہے، یہ راستہ اسے کیا دے گا؟

سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

(جامع ترمذی کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ باب فضل طلب العلم حدیث ۲۵۷۰)

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، ج2 ص345 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس پر چلنے سے جنت جانا آسان ہو جائے گا۔

یہ کوئی معمولی راستہ تو نہیں ۔ جنت کا راستہ جو پل صراط ہے، تلوار سے تیز اور بال سے باریک، جہاں چلنا مشکل بڑا ہے، وہاں اگر کوئی چاہے کہ اس پل کو ذرا چوڑا کرلوں، میں اس پل کو اپنے لئے آسان کرلوں تو ساری کائنات بیچ کر بھی پل بدلنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔

مگر راہ علم میں قدم انھیں گے پل ڈبل ہو جائے گا، ڈبل نہیں ٹرپل ہو جائے گا،نہیں اس سے بھی بڑھ جائے گا۔

بریلی شریف سے میرے امام کی آواز آتی ہے۔

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تو یہ نبی علیہ السلام کے سینے کا فیض جس وقت اس کو سنا جاتا ہے اور سنایا جاتا ہے ان کی نسبت کے ساتھ یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔تو پل صراط لڑکھڑانے کا نہیں وجد کرنے کا مقام ہوتا ہے۔

حق پرستوں کے اجتماع پر خراج تحسین

اس واسطے خراج تحسین ہے ان حضرات وخواتین کے لئے جنہوں نے اس کورس کو سمجھا اور اس میں حاضری کا اہتمام کیا۔ جتنا کوئی کرسکا وہ محروم نہیں رہے گا۔نور ملے گا لیکن پورا تو بہر حال پورا ہوتا ہے۔اس لحاظ سے اہل حق تمہارے اس کھلے چہروں کو اور کھلے ماتھوں کو دیکھ کر صرف میرا ہی حوصلہ نہیں بڑھ رہا۔رب کعبہ کی قسم کائنات کی ہر آنکھ جو اہل حق کی آنکھ ہے وہ پوری دنیا میں تمہارے مجمع کو دیکھ کے عش عش کر اٹھی ہے۔

CamScanner

ہر طرف اہلسنت کے جذبوں میں اس پروگرام سے بہار آئی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہاں کے سپوتوں نے کہ آج بھی قرآن وسنت کی آواز میں لذت ہے۔ آج بھی قرآن وسنت کی آواز پر عظیم اجتماع ہو سکتا ہے اور ان شاء اللہ یہ کارواں چلتا جائے گا، چلتا جائے گا۔

سیدھی سڑک شہر شفاعت نگر کی ہے

اور وہ وقت آئے گا جب ان شاء اللہ ہر طرف صحت تبلیغ کے جھنڈے لہرائیں گے اور ہر طرف قرآن وسنت کے علوم کی بہار آجائے گی اور ہر طرف جو گستاخ جراثیم ہیں وہ مر جائیں گے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جام عام کر دیا جائے گا۔

''اسلام ہم تیرے ہیں'' ہر مومن کی آواز

اسلام ہم تیرے ہیں یہ کون کہتا ہے؟ آپ سب کہتے ہیں۔ بولو''اسلام ہم تیرے ہیں''، میرے رب یہ سب کہہ رہے ہیں''اسلام ہم تیرے ہیں'' بڑے بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، بچے بھی ہیں، جوان بھی ہیں، مرد بھی ہیں ہماری اسلامی بہنیں بھی ہیں، سب کی یہ صدا ہے۔

اسلام ہم تیرے ہیں۔
کل بھی تیرے تھے
آج بھی تیرے ہیں
کل بھی تیرے رہیں گے۔
اسلام ہم تیرے ہیں

کوئی سوداگر ہمیں خرید نہ سکے گا۔

کوئی جابر ہمیں جھکا نہ سکے گا۔

ہماری روح میں اسلام

ہمارے خون میں اسلام

ہماری سانس میں اسلام

ہمارے سر کے اوپر سایہ اسلام۔

ہمارے دائیں اسلام،

ہمارے بائیں اسلام،

دل کی دھڑکن میں اسلام،

ہمارے ہر لمحے میں اسلام،

ہر ہر دن میں اسلام،

ہر رات میں اسلام،

ہر جذبے میں اسلام،

ہر طاقت میں اسلام،

آنکھ کے نور میں اسلام،

دل کے سرور میں اسلام۔

اے اسلام

اسلام میرے نبی علیہ السلام کے لائے اسلام، مکہ شریف میں تشدد برداشت کر کے

تیرے نعرے لگے، حضرت بلال رضی اللہ تعالی نے احد احد کہا، اسلام تیری خاطر عرش سے مقدس بدن جو میرے نبی علیہ السلام کا ہے اس سے لہو نکلا، اسلام ہمیں یاد ہیں ان سنگریزوں کی عظمتیں جب اہل حق کا کارواں مکہ شریف سے نکلا تھا۔

جن سنگریزوں نے ان کے قدم چومے تھے، اسلام جب تو سطوت میں آیا، تیری سلطنت بن گئی، تو سٹیٹ کے روپ میں آیا اسلام تیرے تخت پر تاجدار ختم نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمکتا چہرہ ہمیں یاد ہے۔

اسلام تو جذبوں کا اسلام،

تو تبلیغ کا اسلام

تو جہاد کا اسلام،

تو روزہ، تو نماز، تو حج،

تو زکوٰۃ، تو زندگی، تو بندگی،

تو عشق، تو عمل، تو علم،

اسلام تو ہمارے لئے سب کچھ

اسلام تو باپ ہم تیرے بیٹے،

اسلام یہ عزیزان اسلام،

یہ دختران اسلام،

آج سب کو مسترد کر کے، آج سب کو پیچھے ہٹا کے، ظلمتوں کے منہ پہ طمانچہ مار کر یہ سب کہہ رہے ہیں اسلام ہم تیرے ہیں تو ہمارا ہے۔

CamScanner

اسلام سے عہد وفا

اے صدیقوں کے اسلام،

اے غازیوں کے اسلام،

اے شہیدوں کے اسلام،

اے بدر و حنین والوں کے اسلام،

اے کربلا والوں کے اسلام

آج تجھ پر اگر چہ ظلمتوں نے حملہ کیا۔ رات آئی ہے ہم نے خدا کی قسم کھائی ہے کہ جب تک جان میں جان رہے گی اسلام تجھ پہ قربان رہے گی۔

اسلام ہم عہد کرتے ہیں

ہم فیشن کے نہیں ہم تیرے ہیں

ہم رسم کے نہیں ہم تیرے ہیں،

ہم رواج کے نہیں ہم تیرے ہیں،

ہم طاغوتی نظام کے نہیں ہم تیرے ہیں،

ہم کسی فرعونی چودھراہٹ کے نہیں ہم تیرے ہیں

ہم امریکہ کے نہیں ہم تیرے ہیں،

اسلام تو ہمارا ہے ہم تیرے ہیں۔

وہ اسلام جو آج در بدر ہوا

اس اسلام کے لئے سینہ کھول کر اس کے بیٹے آ گئے۔

کوئی اسلام کو بے گھر نہ مانے،

بے گھر نہ بنائے، بے گھر نہ کہے،

ہمارا دل اسلام، ہماری روح اسلام

ہماری جان اسلام، ہمارے جوانوں کی جوانیاں اسلام

ہماری بوڑھوں کا بڑھاپا، اس کا وجود اسلام

اس واسطے آج جب رحمت کی گھٹا چھائی ہے۔

اور بخشش کی رُت آئی ہے۔ایسے موسم میں ہم نے عہد کرنا ہے اور اس عہد کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں اور پھر پاسبانی بھی کرنی ہے، پاسداری بھی کرنی ہے، اسلام کے لئے ہم کہہ رہے ہیں ''اسلام ہم تیرے ہیں'' بھول کے نہ کہنا، بے خبری میں بھی نہ کہنا۔ ہوش سے کہنا ''اسلام ہم تیرے ہیں''

﴿اسلام مومن کے لئے تحفہ﴾

اسلام تو ہمارے نبی علیہ السلام کا دیا ہوا تحفہ ہے، ہم تیرے نہ بنیں تو کس کے بنیں؟ اسلام تیری بنیاد میں محبوب علیہ السلام کا پاک خون جو طائف کے بازار میں تجھے دیا گیا تھا، اسلام تو پیارا ہے، تجھے پیارے محبوب لائے ہیں ان کے عشق میں ہم تیرے ہیں تو ہمارا ہے۔

﴿اسلام والوں کی ذمہ داریاں﴾

بار بار ہم نے کہا ''اسلام ہم تیرے ہیں'' یاد رکھنا جو اسلام کا بیٹا ہو اسکی آنکھ بے حیا نہیں ہوتی، اسلام کے فرزند کی نگاہ پاک ہوتی ہے، اسلام کی بیٹی شرم وحیا کا پیکر ہوتی ہے، اسلام کے بیٹے کی آنکھیں گندے چرنوں میں نہیں چرتی، ناجائز وادیوں میں نہیں جاتیں،

اسلام کے بیٹے کی آنکھ کو سوچنا چاہیے

CamScanner

یہ اور نہیں اسلام کے بیٹے کی آنکھ ہے۔
ہم نے کہا کہ ''اسلام ہم تیرے ہیں'' تو یاد رکھنا!
اسلام کے بیٹے کے کان گندے نہیں ہوتے ،
اس کے کانوں میں میوزک نہیں ہوتا، گانے نہیں ہوتے ،
اس کے کانوں میں واہیات پروگرام نہیں ہوتے ،
ہوش سے بولو ''اسلام ہم تیرے ہیں'' تو اس پر پہرہ بھی دینا ہے،
جان نکل جائے گی مگر کان گندے نہیں ہونے پائیں گے ،
جان نکل جائے گی آنکھ گندی ہونے نہیں پائے گی ،
جان نکل جائے گی زبان سے گندگی برآمد نہیں ہوگی ،
جان نکل جائے گی پورا بدن دیکھ کر یہودی بھی کہے گا
اسلام کا بیٹا جارہا ہے، عیسائی بھی بولے گا اسلام کا بیٹا جارہا ہے۔
آؤ مل کر!

کسی یکتائی سے اب عہد غلامی کرلیں
امت احمد مرسل کو مقامی کرلیں

اسلام کے ساتھ تجدید عہد

جس امت کو عارضی بنایا جارہا ہے اس کو مقامی کرنے کا انداز ہے کہ ہم نے اپنا آپ اسلام کے سپرد کر رکھا ہے اور نئے عہد کے ساتھ وعدہ کرنے آگئے ہیں۔ اسلام ہمیں کوئی خرید نہیں سکے گا۔
کوئی بولی دینے والا،

کوئی تاجر جو ضمیروں کا تاجر ہو

کوئی سوداگر جو عقیدوں کا سوداگر ہو

نہ ریال ہمیں خریدے گا

نہ ہمیں پاؤنڈ خریدے گا

نہ ہمیں ڈالر خریدے گا۔

اس واسطے کہ ہم ڈالر والے نہیں

ہم دلبر والے ہیں۔

﴿اسلام کے سوا دین چاہنے والا خسارے میں﴾

یہ رب ذوالجلال کا سندیسہ ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ

(پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۸۵)

اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا جس نے اسلام کے علاوہ دین چاہا کبھی بھی اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

(پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۸۵)

اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے

یعنی وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

CamScanner

آج جو کہتا ہے اسلام ہم تیرے ہیں ،کل اسلام کہے گا کہ رب یہ سارے میرے ہیں۔ وقت وقت کی بات ہے آج ہمارے بولنے کی بات ہے، کل وہ بولے گا۔ اسلام اپنے ہاتھ میں مسلم کا ہاتھ لیکر چلے گا تو اللہ تعالیٰ جانتے ہوئے بھی پوچھے گا اسلام یہ کون ہے تیرے ساتھ تو وہ کہے گا میں اسلام ہوں یہ میرا مسلم ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ٹھیک ہے، آگے بڑھو جنت میں یہ جنت تمہارے قدموں کا اور مسلم کے قدموں کا انتظار کر رہی ہے۔

اسلام کے سوا کچھ قبول نہیں ہوگا۔ جب اسلام آگیا پہلے سارے دین باطل مسترد ،اب ان کی کوئی حیثیت نہیں، ان پران کی حیثیتیں ختم ہوگئیں۔ اب جو اس اسلام کو نہیں مانے گا وہ کافر ہو جائے گا خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا غیر اہل کتاب میں سے ہو۔

جس وقت رب ذوالجلال نے ہمیں یہ پیغام دے دیا اس پیغام کا ہم سے ایک تقاضا ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

يَدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب ذھاب القرآن والعلم ص293 قدیمی کتب خانہ کراچی)

میرا اسلام وقت آئے گا پرانا ہو جائے گا، اسلام کے نقش و نگار جو خوبصورتی سے نظر آ رہے ہیں۔ ان پر دھول پڑ جائے گی یہ پرانا لگے گا۔

پھر مثال دی

كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ

جیسے کپڑا ہے وہ بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ نقش و نگار بڑے واضح نظر آتے ہیں۔ لیکن جب وقت گذرتا ہے تو وہ مدہم ہو جاتے ہیں۔ جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے کپڑا

CamScanner

پرانا ہو جاتا ہے۔ اس کے نقش ونگار مدہم ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک وقت آئے گا میرا نکھرتا اسلام جس پر باطل پرستوں کا غبار آئے گا تو اس طرح پرانا ہو جائے گا۔ کپڑے کے ساتھ صرف اس جہت میں تشبیہ دی جیسے کپڑے کے نقش ونگار مدہم ہو گئے تھے ایسا وقت آئے گا میرے اسلام کے نقش ونگار مدہم پڑ جائیں گے۔

حَتّٰى لَا يُدْرٰى مَا صِيَامٌ وَلَا صَلَاةٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب ذھاب القرآن والعلم ص293 قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہاں تک کہ یہ پتہ نہیں ہو گا کہ روزہ کیا ہوتا ہے؟ نماز کیا ہوتی ہے؟ صدقہ کیا ہوتا ہے ؟حج کیا ہوتا ہے؟ یہاں تک بے خبری ہو جائے گی۔ ہم نے دنیا کا سفر کر کے دیکھا ہے ایسے ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی وہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ مگر لگتا ہے شاید انہوں نے اسلام کو قبول کرنا تو دور کی بات ہے۔ اسلام کو سونگھا ہی نہیں۔ اس وقت ایسی صورتحال آ چکی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اسلام یوں پرانا ہو جائے گا پھر کیا ہو گا۔

وَتَبْقٰى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْعَجُوزُ

بس لوگ رہ جائیں گے بوڑھا ہے اور بوڑھی ہے۔

يَقُولُونَ أَدْرَكْنَا آبَاءَنَا عَلٰى هٰذِهِ الْكَلِمَةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَنَحْنُ نَقُولُهَا

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب ذھاب القرآن والعلم ص293 قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہ کہیں گے اور کوئی پتہ نہیں ہمارے بڑے پڑھتے تھے لا الہ الا اللہ ہم نے سن لیا۔ اس کے بعد ہمیں کوئی پتہ نہیں کہ اسلام کیا ہوتا ہے؟ اسلام کسے کہتے ہیں؟ اسلام کے

CamScanner

تقاضے کیا ہیں؟ اسلام کا سبق کیا ہے؟ ایسی صورتحال کی نشاندہی ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمائی، اس صورتحال کا کئی جگہ ظہور ہو چکا ہے۔

خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

اس کو بیان کرنے کا مقصد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ جب ایسی صورتحال بن جائے گی تو اس وقت میری امت کے جو بیٹے گھر سے نکلیں گے اور میری امت کے جو افراد دین پڑھیں گے اور دین پڑھائیں گے۔

اور دین سمجھ کر دین پھیلائیں گے ان کو اسلام کی بہاروں پر جنت کا انعام دیا جائیگا۔

جب اسلام بوسیدہ کپڑے کی طرح ہو جائے، آج جانتے ہو نظام زندگی میں معاملاتی نظام بالکل مٹا کر رکھ دیا گیا ہے، اس بات کا کچھ اثر باقی ہے کہ کچھ لوگ مسجدوں میں آ جاتے ہیں۔ عوام کے اندر اس وقت جو صورتحال پیش آ گئی ہے۔ اس کے لئے اسلام کے بیٹوں پر ایک ذمہ داری ہے۔ ہم چونکہ اسلام کے بیٹے ہیں، ہم فرزندان اسلام ہیں ہمارے اوپر ذمہ داری آ گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذمہ داری دی ہے کہ نیا نبی کوئی نہیں آئے گا۔ میری ملت کے بیٹو! تم نے دین سمجھنا ہے اور دین سمجھانا ہے۔ اسلام کی پھر بہار لوٹ آئے گی۔

کتنا اچھا ہوگا وہ بیٹا، کتنا اچھا ہوگا وہ کارکن، کتنا اچھا ہے وہ انسان جو آج دین سمجھ کر دین سمجھاتا ہے، فہم دین میں آتا ہے، دین کی سمجھ پاتا ہے پھر چپ نہیں بیٹھتا بلکہ آگے سمجھاتا ہے۔

خود عمل کرتا بھی ہے اوروں سے عمل کرواتا بھی ہے۔

اور آگے دعوت پھیلاتا ہے اس کی یہ کوشش کیا کرے گی؟

اس کا ثمرہ کیا ہوگا؟ اس کا رزلٹ کیا نکلے گا؟

اس کا رزلٹ کوٹھی نہیں، اس کا رزلٹ بنگلہ نہیں،

اس کا رزلٹ دین کی بہار ہے،

اور آپ خود اس کا رزلٹ محسوس کر سکتے ہو

اور اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو،

سمجھ کے نکلو تو سہی، اجالے تمہارے ساتھ چلیں گے،

سمجھ کے نکلو تو سہی بہاریں تمہارے ساتھ چلیں گی،

سمجھ کے آگے بڑھو تو سہی اجالے تمہارے ساتھ ہوں گے۔

اسلام سے غبار کو دور کرنا ایک ذمہ داری

اس واسطے جو تم کہہ رہے ہو "اسلام ہم تیرے ہیں" تو پھر اسلام کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کو اگر دس سال دین کے لئے نہیں نکال سکتے تو کم از کم اپنے بیٹوں میں سے ایک تو اس طرف لگا دوں، اپنی بیٹیوں میں سے ایک تو اس طرف لگا دو، جو پرانے اسلام کو نیا کرنے کا کورس کرے، پرانے اسلام کو جو نیا بنانے کی کوشش کرتا ہے اس میں شریک ہو جائے۔

وہ اسلام جو آج بھی چھت ہے آج بھی پاور ہے۔ اس میں جو دشمنوں کے حملے ہیں اس کی وجہ سے اس کا پرانا ہو جانا ہے، نیا کرنے سے مراد یہ نہیں کہ اس میں کوئی نئی چیز شامل کی جائے، تجدید کا معنی بھی لوگوں نے غلط سمجھ لیا، تجدید کا معنی یہ نہیں کہ اس میں اپنی طرف سے کوئی چیزیں شامل کی جائیں۔ بلکہ تجدید کا معنی یہ ہے کہ ظالموں

کے ظلم اور خواہش پسندوں کی ملاوٹ اور جو اس کے بدخواہ ہیں ان کی دھول جو اس پر آپڑی ہے اسے اپنی صلاحیتوں سے رگڑ رگڑ کے دور کیا جائے تو وہ پہلے والا دین ہی نیا دین کہلائے گا۔

اس میں اپنی طرف سے کسی چیز کو شامل نہیں کرنا، اپنے نام نہاد افکار کی اس میں ملاوٹ نہیں کرنی، اسلام تو ویسے پرانا ہونے والا ہے ہی نہیں، سب کچھ اس میں پہلے دن سے ہے۔ اگر اس میں پہلے کوئی کمی ہوتی تو پھر نئی چیز شامل کی جاتی، اس میں سب کچھ ہے، لوگوں نے اس کے اوپر غبار ڈالا، آلودگی ڈالی ہے۔

اس غبار کو مٹانا ہمارا کام ہے،

اس کو مٹانے کے لئے ریگ مال بھی پاس ہونا چاہیے

اور وہ اپنی صلاحیتوں کا ریگ مال ہے۔

وہ درد ہے، وہ عشق ہے،

وہ تڑپ ہے، وہ جذبہ ہے،

وہ ذوق ہے وہ شوق ہے

کہ جس کی وجہ سے رات بستر پہ نیند نہ آئے اور بندہ گھر سے نکلے کہ دین بچانے نکلا ہوں۔ آرام کا وقت ہو، خواب کا وقت، چین کا وقت ہو مگر دل بے چین رہے کہ

فلاں جگہ پہ دین کی چوری ہو گئی،

فلاں جگہ پہ عقائد کے محل میں ڈاکہ ہو گیا۔

فلاں جگہ نظریات کو لوٹا جا رہا ہے۔

فلاں جگہ افکار کو منڈیوں میں بیچا جا رہا ہے۔

میں کیوں آرام کروں جب تک کہ اس کے بدخواہ کو روک نہ لوں۔

CamScanner

دل اس تڑپ میں تڑپتا ہے اسے پھر حقیقی طور پر اسلام کا بیٹا کہا جاتا ہے۔

اس واسطے آج کے اس پروگرام میں اسلام کے جو تقاضے ہیں اسلام کے بیٹے کی جو ڈیوٹی ہے اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ہے۔ یاد رکھنا آج کا کیا ہوا عمل ضائع نہ جائے گا۔

اللہ کے دربار میں اعمال کی حاضری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ہر بات ہم نے ان کی بات سے کرنی ہے ہر بات کا مرکز مدینہ شریف ہے اور ہر بات کا جوبن طیبہ کی بہار ہے۔

تَجِیءُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

(مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ حدیث ۸۳۸۷)

(تفسیر ابن کثیر سورہ آل عمران زیر آیت نمبر 85 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

قیامت کا دن ہوگا سارے اعمال اللہ کے دربار میں حاضر ہو جائیں گے۔

نماز کی حاضری

فَتَجِیءُ الصَّلَاةُ

نماز پہنچے گی

فَتَقُوْلُ

اور وہ نماز کہے گی

يَا رَبِّ أَنَا الصَّلَاةُ

اے میرے رب میں نماز ہوں، میں آگئی ہوں۔

فَيَقُولُ إِنَّكِ عَلَى خَيْرٍ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا آگئی ہے تو ٹھیک ہے تم خیر پر ہو۔

روزے کی حاضری

ثُمَّ يَجِيءُ الصِّيَامُ

پھر روزہ آجائے گا۔

فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنَا الصِّيَامُ

اور وہ کہے گا یا اللہ میں روزہ ہوں۔

فَيَقُولُ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ

تو بھی بھلائی پر ہے۔

دیگر اعمال کی حاضری

ثُمَّ تَجِيءُ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَلِكَ

پھر نیکی کے اعمال اس طرح آجائیں گے۔

یعنی جتنے بھی نیکی کے اعمال ہیں وہ سارے آجائیں گے زکوٰۃ آجائے گی، حج آجائے گا، تبلیغ آجائے گی۔ رات کی آہ سحر گاہی آجائے گی۔ آنکھوں کا آنسو آجائے گا۔ سماجی

CamScanner

خدمت آجائے گا۔ تعلیم وتبلیغ تدریس وتصنیف آجائے گی۔ ہر چیز کے لحاظ سے نیکیاں آتی جائیں گی۔ بولتی جائیں گی یا اللہ میں فلاں چیز ہوں۔

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا ٹھیک ہے تم خیر پر ہو۔ سب کا یہ انداز ہوگا۔

اسلام کی رب کے دربار میں حاضری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ يَجِيءُ الْإِسْلَامُ

پھر اسلام آجائے گا۔

اسلام ایک جسمانی شکل میں آجائے گا۔

حشر کے میدان میں ہمارا اسلام آجائے گا یعنی اسلام بحیثیت ایک جہان کے اور ایک روحانی شکل میں جس وقت وہاں پر پہنچے گا۔ اپنا تعارف کروائے گا۔ اس کا تعارف باقی سب چیزوں سے جدا ہے، باقی نے کہا میں نماز ہوں، میں روزہ ہوں، میں حج ہوں، میں زکوٰۃ ہوں۔

فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَنْتَ السَّلَامُ وَأَنَا الْإِسْلَامُ

(مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ حدیث ۸۳۸۷)

پھر اسلام کہے گا اے اللہ تیرا نام سلام ہے میرا نام اسلام ہے یہ اسلام کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔

نماز نے کہا میں نماز ہوں تو اللہ نے فرمایا تو خیر پر ہے۔ اسلام آیا تو کہنے لگا یا اللہ تو

سلام ہے میں اسلام ہوں۔

فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی خیر پر ہے۔

باقی سب کے لئے خیر کا لفظ بولا کہ نماز تو خیر پر ہے روزہ تو خیر پر ہے۔ حج تو خیر، زکوٰۃ تو خیر پر ہے۔ لیکن اسلام کو یہ کہنے کے بعد کہ تو خیر پر ہے یہ کہا۔

اسلام کی وجہ سے عطا و سزا

بِكَ الْيَوْمَ آخُذُ وَ بِكَ أُعْطِي

(مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ حدیث ۸۳۸۷)

آج تیری مہر چیک کر کے کسی کو کچھ دوں گا۔

جسے ملے گا تیرے صدقے سے ملے گا اور جسے دوں گا تو تیری وجہ سے دوں گا۔ تیری وجہ سے جنت بانٹوں گا۔ تیری وجہ سے تسنیم تیری وجہ سے کوثر تیری وجہ سے رضوان، تیری وجہ سے خلد تیری وجہ سے اپنا دیدار تیری وجہ سے سب کچھ بانٹوں گا۔ جو دنیا میں تیرا تھا آج اس کو انعام دیا جائے گا۔

قیامت کے دن کا خطبہ، رب ذوالجلال نے اسلام کی عظمت کو اجاگر کیا۔

بِكَ أُعْطِي

تیری وجہ سے دوں گا۔

جس نے تجھے قبول کیا وہ مجھے قبول ہے۔ جس نے تیرے ساتھ تکبر کیا جب تو آیا تھا پھر بھی وہ یہودی رہا، پھر بھی عیسائی رہا، انہیں کچھ نہیں دوں گا۔ تیرے ساتھ جس نے

وفا کی اس کو میں دوں گا۔

پھر ارشاد فرمایا:

بِكَ الْيَوْمَ اٰخُذُ

جسے سزا دوں گا تو تیری وجہ سے دوں گا۔

جسے پکڑوں گا تو تیری وجہ سے گرفت کروں گا۔ جس نے تیرے ساتھ بے وفائی کی، سرکشی کی، غداری کی، اسے پکڑلوں گا سزا کے لئے، اسے پکڑلوں گا حساب کے لئے، اس دن مہر تیری چلے گی۔ میں نے تجھے آخری دین کے طور پر آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے لوگوں کے پاس بھیجا۔ آج جو کچھ ہوگا معیار تو ہوگا۔ باقی سب کو کہا تم سب خیر پر ہو اسلام کو کہا کہ تو خیر پر بھی ہے اور ساتھ تجھے معیار بھی بنایا گیا ہے تو جو تمہارے معیار پر ہوگا اور جس پر تمہاری مہر ہوگی، اے اسلام ہم اس کو نوازتے جائیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کرنے کے بعد بطور دلیل یہ آیہ مبارکہ تلاوت کی۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے

اللہ نے ارشاد فرمایا جو اس کے سوا دین اپنائے گا اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اسلام چیک کر کے پھر بات ہوگی اسلام چیک کر کے معمولات دیکھے جائیں گے۔

CamScanner

اسلام کے سوا کوئی طریقہ قبول نہیں

تو اس حدیث نے ہمارے سامنے فیصلہ کر دیا کہ دین کہتے ہیں زندگی گزارنے کے طریقے کو جو اسلام کو چھوڑ کر اپنا طریقہ ایجاد کرے گا زندگی گذارنے کا تو ہم وہ طریقہ قبول نہیں کریں گے۔ خواہ وہ ایجاد ہو واشنگٹن میں، خواہ ایجاد ہو ہندوؤں کے چرنے میں، خواہ وہ ایجاد ہو ملحدوں کی فیکٹری میں

فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اٹھنا وہ جو اسلام کو پسند،

بیٹھنا وہ جو اسلام کو پسند

دیکھنا وہ جو اسلام کو پسند،

چلنا وہ جو اسلام کو پسند،

مرنا وہ جو اسلام کو پسند،

آنا وہ جو اسلام کو پسند

اور جانا وہ جو اسلام کو پسند

بچپن وہ جو اسلام کو پسند

جوانی وہ جو اسلام کو پسند

بوڑھاپا وہ جو اسلام کو پسند،

اسلام کے سوا جس نے زندگی گزارنے کا راہ ورسم بنالیا اللہ فرماتا ہے وہ قبول نہیں ہوگا

۔کامیاب وہ ہوگا جو پوری زندگی میں ہر لمحہ یہ ثبوت دیتا رہے گا،میں اسلام کا ہوں ،اسلام میرا ہے۔

مسلمانوں کی تنزلی کی بنیادی وجہ

اس موضوع میں بہت اہم بات آج کے جنرل لوگوں کے لحاظ سے ہے۔خواص کا تو اپنا مقام ہے،عمومی طور پر مسلمان جس وجہ سے ڈوبتا نظر آتا ہے وہ ہے پیسہ وہ ہے دنیا، وہ ہے دنیا کی ترقی،وہ ہے بیرونی ویزہ،وہ ہے بینک بیلنس،بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے پیسے کو ایمان نہیں سمجھا،اس میں یقیناً اہل حق کی سوچ اپنے اپنے انداز میں اب تک قائم ہے۔پیسے کو اگر مذہب سمجھا ہوا ہوتا تو آج روزانہ درس سننے کیوں آتے اور کہتے کہ اب سوتے ہیں پھر اٹھ کر کاروبار کر کے پیسہ زیادہ کما لیں گے۔

ہمیں امید ہے کہ جماعت کثیرہ اس میں کامیاب ہے لیکن پھر بھی حملہ ہر طرف سے ہے اور قرآن وہ قرآن ہے جس نے ہر بیماری کا علاج ہمیں عطاء فرمایا ہے۔

انسان کی غلط سوچ کا ازالہ

اسلام کے بیٹے کے لئے جو آج سب سے بڑا پرابلم ہے۔

ہم نے قرآن سے پوچھنا ہے کہ یہ مسئلہ کیسے حل ہوگا تو لوگ کہتے ہیں فلاں نے کبھی روزہ بھی نہیں رکھا اور فیکٹری بھی اس کی زیادہ چلتی ہے۔

فلاں نے کبھی نماز بھی نہیں پڑھی اور ہے بھی کروڑ پتی،

امریکہ اللہ تعالیٰ کا دشمن بھی ہے اور ہر جگہ قابض بھی ہو گیا ہے،

یہودی کائنات کا شریر بھی ہے پیسہ بھی اس کے پاس زیادہ ہے،

یہ الگ سوچ پیدا کی جارہی ہے،

مسلمانوں کے اندر یہ زہر کاشت کیا جاتا ہے۔

ہم نے قرآن مجید سے پوچھنا ہے کہ اگر کسی کی چھت سونے کی بن جائے تو کیا اس کا کلمہ پڑھ لیں۔ اگر کسی کے مکان چاندی کے بن جائیں تو کیا اس کو برحق مان لیں۔ اگر کسی کے پاس ساری دنیا سے پیسہ زیادہ آجائے تو اس کو فضل خدا سمجھ لیں جو اس پر ہو گیا ہے باقی سارے تڑپ جائیں للچا جائیں۔ جو کچھ تھا سب کچھ وہ لے گیا ہم سجدے کرتے رہ گئے، نمازیں پڑھتے رہ گئے، ہمیں تو ملا کچھ نہیں، ہم مومن ہیں، ہمارے مکان کچے ہیں ،امریکہ اللہ کا دشمن ہے اس نے اپنے لئے دنیا سجائی ہوئی ہے۔ یہ خیال جو مسلمان کے ایمان پر خودکش حملہ کرنے والا ہے۔ کہ مسلمان اپنے آپ کو خود بخود سیکنڈ کلاس میں لے جا رہا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔

صرف اس چیز کو کوئی معیار نہ سمجھے، محنت کرنا وہ علیحدہ معاملہ ہے، اور اس میں کام چور ہو کے شکایتیں کرنا یہ مومن کی شان نہیں ہے۔ جگر پگھلانا، آگے بڑھنا یہ مومن کی ڈیوٹی ہے، مگر پیسے کے سورج کو دیکھ کر جھک جانا یہ مومن کی شان نہیں ہے۔

بظاہر مجرموں کے جرم پر عطا

سنو میرے رب کا قرآن سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ

(پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۴۴)

پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے

دروازے کھول دیئے۔

جب وہ بھول گئے اس چیز کو جو ہم نے یاد کرائی تھی کہ اللہ مالک ہے۔ آخرت پر یقین رکھو اپنے نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کے ان کی عظمت کو مانو۔

تو ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا؟

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ

ہم نے ہر شے کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔

یہ نہیں کیا کہ جب وہ بھولے تو ہم نے انہیں پکڑا کہ تم کیوں بھولے ہو، تو جب وہ بھولے تو ہم نے ان کے لئے دولت کا دروازہ کھولا۔ ہم نے پیسوں کا دروازہ کھولا ان کے لئے ہم نے رزق کا دروازہ کھولا ان کے لئے ہم نے دنیا میں بظاہر بلندی کا دروازہ کھولا ان کے لئے۔ انہوں نے کیا تو جرم تھا مگر ہم نے دنیا کی ہر شے کا دروازہ ان کے لئے کھول دیا۔

یہ قرآن ہے کہ جرم پر دروازے کھل گئے۔ اگر آج بگڑے ہوئے امریکہ کی حقیقت کو جاننا چاہتے ہو تو قرآن کی اس آیت کو سامنے رکھو، امریکہ کے اس عروج کو جو زوال کا سبب ہے۔ اسے کوئی سجدہ نہ کرے اور وہ اسے سوچ کر اپنے ایمان پر شکوہ نہ کرے۔ اسے دیکھ کر مومن کی عظمت کا انکار نہ کرے۔ یہ دیکھ کر وہ یہ نہ سمجھے کہ رب اس پر راضی ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم اسے پیک کر کے ہلاکت میں ڈالیں گے۔

اس کو استدراج کہا جاتا ہے قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ کسی کا دیکھ کر پڑھ لو کہ وہ کرتے جرم ہیں لگتا بظاہر یہ ہے کہ ان پہ انعام ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کی تاثیر ہے اگر ایک باب کا لفظ بھی آتا تو کافی تھا کہ انہوں نے ہمیں بھلایا تو ہم نے ان کے لئے دروازہ رزق کا کھول دیا۔ جوں جوں وہ بھلاتے گئے ہم زیادہ دیتے گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ''صرف باب نہیں فرمایا کہ ہم نے ان کے لئے دروازے کھولے ہر شی کے بظاہر وہ دنیا کی دولت ہو سکتی، بظاہر حکومت ہو سکتی ہے، بظاہر چودھراہٹ ہو سکتی ہے، بظاہر برتری ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی کسی باطل پرست کی برتری کو بظاہر دیکھ کر ایمان دے بیٹھے۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ اسلام کا بیٹا نہیں ہے۔

آج دیمک لگ چکی ہے لوگوں کے ایمان کو، نجی محفلوں میں ان کی باتیں سن کر افسوس ہوتا ہے۔ جبکہ حق پرست نے کبھی ایسی چمک نہیں دیکھی اے حق پرستو! مجھے یقین ہے تمہاری بھی یہ آواز ہوگی۔

ماہ مدینہ اپنی تجلی عطاء کرے
یہ ڈھلتی چاندی تو پہر دوپہر کی ہے

جس کو امریکہ، برطانیہ چاندنی بتائے، یہ پہر دوپہر کی ہے، یہ ختم ہو جائے گی۔

قرآن مجید میں اللہ نے اس کو اس لئے بیان کیا کہ قیامت تک میرے بندوں کا امتحان ہوگا۔ میرے محبوب تو نظر نہیں آئیں گے قرآن ان کو سہارا دے گا کہ کوئی نہیں ناشتہ تو کمزور ہے مگر نظریہ تو بڑا مضبوط ہے۔

یہ اسلام کے بیٹوں کا سلیبس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ

(پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۴۴)

جب وہ اس چیز کو بھول گئے جو ہم نے یاد کرائی تھی تو ہم نے ان پر ہر شے کے دروازے کھول دیئے۔

حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا

یہاں تک جب وہ پورے خوش ہو گئے اس پر جو انہیں ملا۔

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ

تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا، اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے۔

انہیں پکڑنے میں ہم نے دیر نہ کی۔ جب ان پر ترقی کا دروازہ کھولا گیا۔ ہر ترقی کا راز ان کے پاس موجود تھا۔ ہر دروازے کی چابی ان کی جیب میں موجود تھی۔ جب وہ خوش ہو گئے۔

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

تو اچانک ہم نے ان کو پکڑ لیا۔

فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۴۴)

پھر وہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔

پھر افسوس ناامیدی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ پھر بھی وقت آ جاتا ہے مومنوں پر، نہ پھر وحی اتر سکے گی اور کوئی نبی بھی نہیں آئے گا اور پھر سب کچھ انہیں بتانا بھی ہے۔

اپنی نظروں سے اپنے نبی علیہ السلام کو سامنے دیکھے بغیر گذارہ کرو وہ اپنی مرقد پر نور میں اپنے غلاموں کو نور عطا فرما رہے ہیں۔ یہ قرآن آپ ﷺ کے سینے کی خیرات ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ سجدہ کرنا کسی کی دہلیز پر، خواہ وہ دنیا کی دہلیز ہو

وہ صرف در کعبہ ہے جدھر جھکتا ہے سر

وہ در محبوب علیہ السلام ہے جدھر جھکتا ہے بندے کا دل۔

اسلام کے بیٹے کے لئے آج کی صورتحال سب سے زیادہ خطرناک ہے ہم نے لوگوں کو بکتے دیکھا۔ اپنی اپنی عمریں بیچتے دیکھا۔ ایک ایک ویزہ کی خاطر اور ایک ایک ڈالر کی کمائی کیلئے لوگ بکتے چلے گئے۔ حق پرستوں کا یہ کارواں ان شاء اللہ قیامت تک کیلئے اپنے ایمان کا سودا نہیں کرسکتا۔ یہ مومن کی شان ہے خواہ ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو اس سے پوچھ لو اگر پوری کائنات سمیٹ کے تیری مٹھی میں دے دیں تو کیا دو منٹ کے لئے کافر بن جائے گا۔ تو وہ کہے گا دس بار بھی پوری دنیا سمیٹ کے میرے ہاتھ پہ رکھو تو وہ دنیا تمہارے منہ پہ ماروں گا، کافر نہیں بنوں گا۔

یہ آپ کو لذت محسوس ہو رہی ہے۔ تمہارے دل اس بات کی گواہی دے رہے ہیں تو پھر شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اسلام کی یہ عظمت عطا فرمائی ہے۔

استدراج

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک سے اسکی وضاحت ہوتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنْ الدُّنْيَا عَلَى مَعَاصِيهِ مَا يُحِبُّ فَإِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر حدیث ۱۶۶۷۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو گناہ پر بھی دے رہا ہے۔ یعنی گناہ پر بھی دنیا دے رہا ہے۔ ایک تو وہ بندے ہیں

جو ہیں ہی کافر، اور مسلمانوں میں کچھ گناہ گار ایسے ہیں جن کی وجہ سے دوسرے نیکوں کا ذہن خراب ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى مَعَاصِيْهِ

جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندے کو ان کے گناہوں پر ان کی چاہت کے مطابق عطا فرما دیتا ہے۔

عَلَى مَعَاصِيْهِ

وہ گناہ گار بھی چوٹی کا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ اس کو رب سے مل بھی جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو اللہ والا نہ مان لینا۔ ہاں وہ گناہ گار ہے لیکن وہ جو چاہتا ہے اس کو مل جاتا ہے اس کو اسلام کی عظمتوں کا حامل نہ ماننا۔

فَإِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر حدیث ۱۶۶۷۳)

یہ کوئی کرامت نہیں بلکہ یہ استدراج ہے۔

ہے وہ گناہگار لیکن جب وہ مانگتا ہے تو فوراً مل جاتا ہے۔ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اسکی مقبولیت نہیں بلکہ یہ استدراج ہے۔

مومن وہ ہے اس کو مل جائے پھر بھی خوش رہے، ہزار بار ہاتھ اٹھائے ایک بار بھی نہ ملے تو پھر بھی یہ نہیں کہتا کہ رب دیتا کچھ نہیں۔

یہاں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ رب کو یہ ہاتھ اتنے پسند ہیں کہ یہ ہاتھ میری بارگاہ میں اٹھائے رکھے۔ اس واسطے یہ فکر و فلسفہ اسلام کے بیٹوں کا ہے۔ ان کے لئے دنیا کی کوئی حیثیت نہیں نہ دنیا سے ان کو جھکایا جا سکتا ہے نہ ہی پیسوں سے ان کو خریدا جا سکتا ہے۔

اسلام ہم تیرے ہیں' کی حقیقی ترجمانی

کیا عجیب خطبہ تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا جب قادسیہ کی جنگ تھی عراق میں، ایرانیوں کے خلاف جس جنگ سے اسلام کے اثرات عراق العرب اور عراق العجم یعنی عجم کا عراق، ایران پھر بلوچستان کے راستے یہاں تک بھی آئے۔ وہ جنگ جب لڑی جا رہی تھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سنٹر میں تھے ایرانیوں اور مجوسیوں کا جو کمانڈر تھا اس نے کہا کہ آگے آ کر مجھ سے کوئی بات کرو۔ جب اس نے بلایا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ آگے چلے گئے۔ باتیں شروع ہو گئیں۔

مسلمانوں کے بارے مشرکین کی غلط سوچ

اس نے بڑی کمینی باتیں کیں کہنے لگا۔

إِنَّكُمْ مَعَاشِرُ الْعَرَبِ

تم عرب لوگ ہو۔

قَدْ عَرَفْتُ الَّذِيْ حَمَلَكُمْ عَلَى الْمَجِيْءِ إِلَيْنَا

مجھے پتہ ہے تم ہمارے پاس کیوں آئے ہو۔

اس نے صحابہ کرام کو کہا کہ میں جانتا ہوں تم ہمارے اوپر کیوں تلواریں لیکر آ گئے ہو۔ کہتا ہے۔

أَنْتُمْ قَوْمٌ لَا تَجِدُوْنَ فِيْ بِلَادِكُمْ مِنَ الطَّعَامِ

تم ایسی قوم ہو کہ تمہیں اپنے ملک میں کھانے کو نہیں ملتا۔ تم بھوکے لوگ ہو۔ تمہارے ہاں زمین میں پیدا کچھ نہیں ہوتا۔

مَا تَشْبَعُوْنَ مِنْهُ

جسے سیر ہو کر کھا سکو

یہ تلواریں لیکر تم یہاں لوٹنے آ گئے ہو۔

تو خون بہانے کی ضرورت کیا ہے؟ ہم تمہیں وہ دیتے ہیں جو تمہیں چاہیے امریکی کانگریس کو سنانے والی یہ باتیں ہیں۔

ایرانی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کہہ رہا تھا۔ تمہیں تلواریں چلانے کی ضرورت کیا ہے؟ نیزے مارنے کی ضرورت کیا ہے؟ تم ہو بھوکے لوگ اور مال لوٹنے کے لئے آئے، ہم تمہیں وہ سب کچھ دیتے ہیں لے کر گھر چلے جاؤ۔ لڑائی کی ضرورت کیا ہے؟

مسلمانوں کو معیشت کا طعنہ

مجوسیوں نے سمجھا ہوا تھا کہ اصل مسئلہ ان کا معیشت کا ہے۔ تو ہم انہیں خزانے دے دیتے ہیں اپنے اونٹوں پر لاد کے لے جائیں اور کھائیں ہمیں کچھ نہ کہیں جب اس نے یہ بات کی کہ

فَخُذُوْا نُعْطِيْكُمْ مِنَ الطَّعَامِ حَاجَتَكُمْ

تم جتنا لے جانا چاہو لے جا سکتے ہو۔ سال کا لے جانا ہے تو سال کا لے جاؤ دو سالوں کا لینا ہے تو دو سالوں کا لے جاؤ تم جا کر کھاؤ ہم اپنی حکومت کرتے ہیں تم اپنی جگہ رہو۔ تلواریں چلا کر خون بہانے کا بھی کوئی فائدہ ہے۔ تم دنیا چاہتے ہو ہم دنیا تمہاری گود میں ڈالتے ہیں تم اسے لے جاؤ۔

پھر اس نے کہا

فَإِنَّا قَوْمٌ مَّجُوْسٌ

اور ہم مجوسی ہیں

تم عرب والے ہو اور ہم آتش پرست ہیں۔

وَ إِنَّا نَكْرَهُ، قَتْلَكُمْ إِنَّكُمْ تُنَجِّسُوْنَ عَلَيْنَا أَرْضَنَا

ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔

جنہوں نے قتل ہونا تھا انہوں نے اپنی بڑائی بیان کرنا شروع کر دی۔ ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔

إِنَّكُمْ تُنَجِّسُوْنَ عَلَيْنَا أَرْضَنَا

تمہاری وجہ سے ہم اپنی زمین کو پلید نہیں کرنا چاہتے۔

کہ تمہارا خون بہے گا اور ہماری زمین پلید ہو جائے گی۔

وہ کتنا گندہ کافر تھا اور اسکی کتنی گندی سوچ تھی۔ مسلمانوں کو طعنہ دے دیا۔ کہ مال تمہارا مقصد ہے وہ ہم تمہیں دیتے ہیں لے جاؤ، ہم لڑنا ہی نہیں چاہتے، قتل ہی نہیں کرنا چاہتے، ہماری زمین پاک ہے تمہارے خون سے معاذ اللہ پلید ہو جائے گی۔ یہ اس نے اس جگہ کہا جہاں اتنا خون بہہ نکلا کہ پھسل پھسل کے مجوسیوں کے گھوڑے گرے اور اللہ نے حق کے شیروں کو فتح عطا فرمائی۔

مجوسی نے کہا کہ ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہیے تم آ گئے ہو لہٰذا بچ کے چلے جاؤ دنیا لے جاؤ۔ ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے کہ تمہاری وجہ سے ہماری زمین پلید ہو جائے گی۔

اسلام کے بیٹے کا مجوسی کو جواب

اب سننا اسلام کے بیٹے کی تقریر اور سننا نبی علیہ السلام کے عاشق کا جواب۔ مجوسی کی طرف سے طعنہ ملا کہ تم دنیا لینے آئے ہو۔

اور آج بھی امریکی تھینک ٹینک اور یورپ کی ریسرچ کے کیڑے جو اسلام کے جہاد کو غلط نام دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے تلواروں سے قوموں کو لوٹا۔ اس لئے اسلام حملے کرتا رہا یوں لوٹتا رہتا تھا لوگوں کو۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ قادسیہ کے میدان میں بیٹھ کر اسکا جواب دیا، اللہ کا فضل ہے مجھے بھی اس میدان میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پوری نظم میں نے قادسیہ کے میدان میں بیٹھ کے لکھی تھی۔

اس جگہ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو طعنہ دیا گیا تو آپ اس مجوسی کے جواب میں بولتے ہیں۔ تلواروں کے سائے میں مدینہ شریف کا وہ شیر گرج رہا تھا، آج بھی اسکی گرج واشنگٹن تک محسوس ہوتی ہے۔

ہمارے آنے کا مقصد کچھ اور ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

وَ اللّٰهِ مَا ذَاكَ جَاءَ بِنَا

خدا کی قسم جو تم نے بتایا ہے، ہم اس کے لئے نہیں آئے۔

تم کہتے ہو ہم دنیا لینے آئے ہیں، نہیں بلکہ تم دنیا دینے کو تیار ہو کہ ساری دنیا لے جاؤ۔ جبکہ اس کے لئے ہم آئے ہی نہیں۔

CamScanner

وَ لٰكِنَّا كُنَّا قَوْمًا

ہم مال لینے نہیں بلکہ نامہ اعمال لینے آئے ہیں۔

تم نے ہمیں غلط سمجھا تم نے ہمارا نسب ہی نہیں سمجھا ہم بیٹے کس کے ہیں۔

تم نے ہمارا رنگ نہیں دیکھا کہ ہم غلام کس کے ہیں؟

تم نے ہمارے نبی علیہ السلام کی شان کو نہیں پڑھا

کہ جن کا عشق ہمیں شیروں کی طرح کرتا ہے اور ہم بولتے ہیں۔

شراب عشق احمد میں کچھ ایسی کیف و مستی ہے
کہ جان دیکر اک دو بوند مل جائے تو سستی ہے

آپ نے کہا کہ تم عرب وعجم کو بیان کر کے جھگڑا بنا رہے ہو۔ یہ ایسا جھگڑا نہیں عرب وعجم کی کوئی بات نہیں رہی کیونکہ جو عرب میں چلے وہ بھی اسلام کا بیٹا اور جو عجم میں چلے وہ بھی اسلام کا بیٹا، یہ جھگڑے ختم اسلام نے عظمتیں عطاء کر دی ہیں

﴿اسلام لانے سے پہلے کی حالت﴾

آپ فرمانے لگے

لٰكِنَّا كُنَّا قَوْمًا

لیکن ہم ایک قوم تھے

نَعْبُدُ الْحِجَارَةَ وَ الْأَوْثَانَ

ہم پتھروں اور بتوں کے پجاری ہوا کرتے تھے۔

آج جن کے ہاتھ میں توحید کی تلواریں ہیں ہم بتوں کے پجاری تھے۔

CamScanner

فَإِذَا رَأَيْنَا حَجَرًا أَحْسَنَ مِنْ حَجَرٍ أَلْقَيْنَاهُ وَ أَخَذْنَا غَيْرَهُ

ہم نے رب یہی سمجھا ہوا تھا۔ایک پتھر کو پوجتے تھے اس سے ستھرا ملتا تو پہلے کو پھینک دیتے نئے کو سجدے شروع کر دیتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ اے مجوسیوں! یہ ہمارا ماضی ہے۔ہم بتوں کے پجاری تھے ہم اصنام پرست تھے۔ایک پتھر کو پوجتے اس سے ستھرا ملتا تو پہلے کو پھینک دیتے دوسرے کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔

اس طرح ہماری زندگی گزر رہی تھی

وَ لَا نَعْرِفُ رَبًّا

ہمیں رب کا کوئی پتہ ہی نہیں تھا۔

یہ فیض ہے احمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ورنہ ہمیں کیا خبر کہ خدا کون تھا؟

وَ لَا نَعْرِفُ رَبًّا

ہمیں رب کا کوئی پتہ نہیں تھا۔

حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْنَا رَسُوْلًا

یہاں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنے رسول علیہ السلام کو بھیج دیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

کہنے لگے ہم بت پرست تھے ہم بتوں کی پوجا میں مگن تھے۔

ایک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔

مِنْ اَنْفُسِنَا

ہمارے خاندان میں، ہماری قوم میں۔

ولادت کے بعد بچپن ہمارے سامنے گذرا، جوانی ہمارے سامنے گزری اور ہمارے سامنے حرا سے باہر گئے اور انہوں نے پڑھانا شروع کر دیا۔

فَدَعَانَا اِلَی الْاِسْلَامِ

انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔

اسلام کا بیٹا اپنی ولایت کو بیان کر رہا ہے۔

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کے ہمیں انمول کر دیا

وہ محبوب علیہ السلام آئے تو ہمارے وارے نیارے ہو گئے۔

ذرے ستارے ہو گئے۔

انہوں نے ہمیں دعوت دی۔

فَاتَّبَعْنَاہُ

ہم نے ان کی پیروی کی۔

انہوں نے جو فرمایا ہم نے مانا۔

تم ہمیں اس پس منظر میں نہ دیکھو کہ جو ہمارے اندر کوئی دنیا ہے جو ہمیں اٹھاتی ہے۔

نہیں ہمارے اندر رشتہ نبوت ہے جو ہمیں بھڑکاتا ہے۔

ہم نے جہنم کو قریب جا کر دیکھا جب بت پرست تھے، لیکن جب انقلاب آ گیا ہمارے نبی علیہ السلام ہمارے پاس آ گئے تو کہنے لگے۔

وَ لَمْ نَجِءْ لِلطَّعَامِ

اور ہم کوئی روٹی لینے نہیں آئے۔

مجوسیو! تلواریں روٹی کیلئے نہیں ہیں۔

إِنَّا أُمِرْنَا بِقِتَالِ عِدُوِّنَا مِمَّنْ تَرَكَ الْإِسْلَامَ

ہم طعام کے لیے نہیں بلکہ اسلام کے لیے آئے ہیں۔

ہمیں رب کی طرف سے آرڈر اور حکم ہے ہم نے اسے مارنا ہے جو اسلام کا تارک ہے۔

تو ہم گندم لینے نہیں آئے

ہم تم سے فنڈ لینے نہیں آئے۔

ہم تو اسلام دینے آئے ہیں۔

لینے کچھ نہیں آئے۔

ہم اسلام دینے آئے ہیں۔

ہماری ہمارے رب کی طرف سے ڈیوٹی ہے۔ جو اسلام نہیں مانے گا اس کو چھوڑنا نہیں،

دعوت دو جو مانتا ہے وہ مانے ورنہ اس کو سزا دو۔

تو نے ہمارا علاج غلط سوچا ہمیں تو خرید نہیں سکتا کیونکہ سودا ہم نے رب سے کرلیا ہے ہمیں تو خرید نہیں سکتا، سودا دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے کرلیا ہے۔

ہم طعام لینے نہیں اسلام دینے آئے

جو اس پورے مضمون کا خلاصہ بنتا ہے وہ یہ ہے کہ

وَ لَمْ نَجِءْ لِلطَّعَامِ وَ لٰكِنَّا جِئْنَا لِنَقْتُلَ مَقَاتِلَكُمْ

ہم کیوں آئے ہیں؟ ہم روٹی لینے نہیں آئے بوٹی لینے آئے ہیں۔

ہم چندہ لینے نہیں آئے ہم بندہ لینے آئے ہیں۔

وَ لٰكِنَّا جِئْنَا لِنَقْتُلَ مُقَاتِلَكُمْ

(المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۶۵ حدیث ۵۹۰۱)

لیکن ہم اس لئے آئے ہیں جو تم میں لڑنے کے قابل ہے اس کو ہم ماریں گے اگر وہ کلمہ نہیں پڑھیں گے۔

اور جو لڑ نہیں سکتے بچے ہیں انہیں ہم قیدی بنانے آئے ہیں۔

سن سورما، ایران کے آتش پرست! تو نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا ریٹ لگایا، کس خزانے سے تو خریدے گا، ہم ایران کی منڈیوں میں بکنے نہیں آئے، ہم تمہاری جان نکالیں گے اگر تم نہیں مانو گے ہم تمہارے بچوں کو غلام بنا کر لے جائیں گے۔

یہ جنگ سے پہلے طے ہو گیا اور پالیسی واضح ہو گئی۔ اسلام کا بیٹا نہ جھکتا ہے نہ خریدا جاتا ہے، یہ کفر کی منڈی تھی ریٹ لگانا چاہا، ساتھ وارننگ دی کہ ہم قتل کر سکتے ہیں لیکن قتل نہیں کریں گے اس لئے کہ زمین پلید نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا بجُّوسن! نہ تو قتل کر سکتا ہے نہ تو خرید سکتا ہے، ہم بکنے نہیں آئے ہم تجھے بکریوں کی طرح باڑے میں باندھنے آئے ہیں اور ہم تمہیں اپنی تلواروں سے سیدھا کریں گے اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا۔

تم ایک بار تصور کر کے دیکھو صحابہ میں جو آدمی کھجور پر چار دن گزارہ کریں ایک کھجور پر ہفتہ گزارہ کریں ان کی معیشت کا مسئلہ بظاہر بڑا تھا یا ہمارا بڑا ہے۔

کون ہے آج اس دھرتی میں جو آدھی کھجور کھا کے ہفتہ گزارہ کرلے۔تو جب سب کو کھانے کو ملتا ہے تو پھر اسلام سے شکایت کیوں؟

آج کسی کو حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ کہے کہ ہم دین بیچ کر ورلڈ بینک سے پیسے لیں گے۔ ہم دین بیچ کے معیشت لیں گے۔نہیں معیشت کا کوئی مسئلہ نہیں۔اسلام کے بیٹوں نے ثابت کیا ہے کہ اسلام کا بیٹا بھوکا رہ کے بھی شیر ہوتا ہے۔

اس صورتحال میں جو وضاحتیں مطلوب تھیں میں نے اختصار کے ساتھ ذکر کردیں آج بھی دنیا میں اس کا فرق ہے صرف ہم نے نہیں غیروں نے بھی اس فرق کو بیان کیا۔

''ان سائیڈ یورپ''میں بہت بڑے امریکی مصنف''جحون گنتھر''کی کتاب ہے۔

جس میں اس نے ایک نظریے کی وضاحت کی ہے،وہ نظریہ کیا ہے کہ۔

Stomic and packet view of life

جیب اور پیٹ میں کچھ ہو۔

یہ آج یورپ کا نظریہ ہے۔لیکن جو نظریہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا یہ وہ نظریہ ہے،جو صفہ پہ پڑھانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر ان کا نظریہ کیا ہے؟جحون کہتا ہے۔

ہفتہ میں چھ دن بینک آف انگلینڈ کی پوجا کرتے ہیں اور ساتویں دن کلیسا میں چلے جاتے ہیں۔اس کے بعد وہ کہتا ہے اس عبادت کا کیا فائدہ کہ چھ دن بینک کی عبادت ساتوں دن اللہ کی عبادت یہ انکے گھر کی گواہی ہے۔

آج اسلام کا بیٹا قناعت کرتے ہوئے کوٹھی نہ سہی ایک جھونپڑی میں رہ کر زندگی گزار

دیتا ہے اور اگر رب دے تو حلال کی کوٹھی میں حرج کوئی نہیں۔ کاشانوں پہ بھی رب کا نور برستا ہے لیکن اس بے صبری کو سمجھانا مقصود ہے کہ جو فلاح صرف اس میں سمجھتے ہیں کہ دولت ہمارے پاس آئے گی تو کامیاب ہیں ورنہ ناکام ہیں، نہیں نہیں اسلام کے بیٹے کو اسلام نے وہ عظمت دی ہے۔ اگر بنگلے میں رہنے سے رب ناراض ہو جائے تو اس سے بڑا نقصان کوئی نہیں اور اگر جھونپڑی میں رہنے سے رب راضی ہو جائے تو اس سے بڑا انعام کوئی نہیں۔

اسلام کے بیٹے کو نہ دبایا جا سکتا ہے اور نہ خریدا جا سکتا ہے کتنا خوبصورت منظر ہے۔ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سٹیٹ چل رہی تھی آپ نے دنیا کے کاموں کی ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں جن کو آپ نے دین دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا ستھرا کردار

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی جہاد کے ساتھ ساتھ ان کی یہ بھی ڈیوٹی تھی کہ جو یہودیوں کے قبائل تھے ان کا آڈٹ یہ کرتے تھے، کھجوریں کتنی ہوئیں؟ کتنی پیداوار ہوئی؟ اور اس کے لحاظ سے انہوں نے جو جزیہ دینا ہوتا تھا وہ لکھ کر دیتے تھے اور وہ وصول کرتے تھے۔

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَى خَيْبَرَ فَيَخْرُصُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَهُودِ خَيْبَرَ

(موطا امام مالک کتاب المساقاۃ باب ماجاء فی المساقاۃ ص625، حدیث 1198 قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی علیہ السلام اور یہودیوں کے درمیان حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ایک پل

CamScanner

کا کردار ادا کرتے تھے وہ جاتے ان کی آمدنی کا حساب کر کے جو جزیہ بنتا تھا اس کی مقدار بیان کرتے تھے۔

اسلام نے اسلامی سلطنت میں ذمیوں سے جزیہ لیکر جینے کا حق دیا تھا کہ زمین ہماری ہے تم ہمارے مزارع ہو جب تک تم زراعت کرتے ہو کرتے رہو۔ زمین ہم کسی کو نہیں دیں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

(صحیح بخاری کتاب الجھاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، ج ا، ص 449 قدیمی کتب خانہ کراچی)

جان لو! ساری زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول علیہ السلام کی ہے۔

اور ہمیں خوشی ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی زمین پر رہتے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جایا کرتے تھے تو یہودی شرارت کرتے جو کہ شروع سے ہی شرارتیں کرتے چلے آرہے اور سودے باز ہیں۔

یہودیوں کی شرارت

- ان کو ترکیب سوجھی کہ یہ ایک بندہ ہے جن کا ہمارے ساتھ رابطہ ہے۔ تو اس کو کچھ دیتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ جہاں سو لکھتا ہے وہاں کم لکھا کرو تم اپنے لئے جو چاہو لے لو اور تم یہ کرپشن کرو کہ تم آڈٹ میں تھوڑا لکھو۔

انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ جو دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بک چکا ہو اس کا

ریٹ کوئی لگا ہی نہیں سکتا۔ یہودیوں نے آپس میں میٹنگ کر کے اپنی عورتوں کے زیورات اکٹھے کیے۔

قَالَ فَجَمَعُوا لَهُ حِلْيًا مِنْ حِلَى نِسَائِهِمْ

(موطا امام مالک کتاب المسقاۃ باب ماجاء فی المساقاۃ ص625، حدیث 1198 قدیمی کتب خانہ کراچی)

انہوں نے اپنی عورتوں کے زیورات جمع کیے۔

انہوں نے سوچا کہ ہماری عورتیں زیوروں سے محروم ہوں گی مگر ہمیشہ کا کام بن جائے گا۔ سارا زیور اکٹھا کر کے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔

فَقَالُوا لَهُ

کہنے لگے۔

هٰذَا لَكَ

یہ تمہارے لیے نذرانہ ہے۔

وَخَفِّفْ عَنَّا وَتَجَاوَزْ فِي الْقَسْمِ

اور تم آمدنی کے لحاظ سے ہم پہ تخفیف کرلو۔

ہم سے بوجھ ہلکا کرلو۔

ہم نے طے زیادہ کرلیا تھا اتنا دینے سے ہمیں نقصان ہوتا ہے کہ ہم اسلامی سلطنت کو سالانہ اتنی پیداوار کا حصہ دے دیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم تخفیف کرو تمہارے لیے یہ ڈھیر سونے کا ہے لے جاؤ۔ اور تم جب بھی آیا کرو ہمیں کچھ تخفیف کر دیا کرو۔

اسلام کے بیٹے کا کردار کیا ہونا چاہیے؟

ایسے میں اسلام کے بیٹے کا کردار کیا ہونا چاہیے آج اقوام عالم کے سامنے اس کو

High light کرنے کی ضرورت ہے۔ آج بندے ایک ایک ویزے پر بک جاتے ہیں اور پھر ان ممالک کے چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ ایمان بیچنے میں حرج محسوس نہیں ہو رہا کہتے ہیں فارم پر دستخط کرنے تھے وہ میں نے کر کے دے دیئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے کردار کو دیکھئے۔ آج جو اس ملک میں کرپشن کا بازار گرم ہے۔ اور آج اس ملک کے اندر جس قدر بھی کوتاہیاں، انحطاط اور زوال آیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ مسلمان جو امانت دار ہوا کرتا تھا اب خائن ہوتا جا رہا ہے۔

اسلام کے بیٹے کو سوچنا ہے کہ وہ اسلامی سلطنت کا کتنا مخلص ہو۔ اپنے پیٹ کا اخلاص ضروری نہیں۔ سلطنت کا اخلاص ضروری ہے۔ اپنے لئے تحفے لے کر مجرم کو چھوڑنا یہ اسلام کے بیٹے کے لائق نہیں ہے۔ رشوت کا بازار گرم کر کے مجرموں کی رسیاں کھول دینا اسلام کے بیٹوں کی بات نہیں ہے۔ اپنے لئے لوگوں سے درہم و دینار لیکر غریبوں کا خون چوس لینا اور دنیا میں بدمعاشوں کو کھلی چھٹی دے کر امن کو تباہ کرنا یہ اسلام کے بیٹوں کا کام نہیں ہے۔

اسلام کے بیٹے حضرت عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہ کا کردار کیسا ستھرا ہے۔

حالانکہ صحابہ میں سے کوئی دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ وہاں یہودی تھے یا آپ تھے ان سے زیورات لے لیتے اور انہیں چھوٹ دیتے رہتے۔

لوگوں کے نام نہاد ایجنٹ بن جاتے ہیں۔ اپنا آپ نقصان کرتے ہیں۔ ذاتی فائدے لیکر قوم کو بیچتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے سامنے کردار رکھا۔

جب ڈھیر لگ گیا اور انہوں نے ریٹ لگا دیا کہنے لگے۔

هَذَا لَكَ وَخَفِّفْ عَنَّا

اے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ تمہارے لیے ہیں۔اس کے بدلے ہم سے کچھ تخفیف کر دینا۔

وَتَجَاوَزْ فِي الْقَسْمِ

لین دین میں اور مال کی تقسیم میں درگذر کرو۔

آج ان کے سامنے گھر بیٹھے حملہ کیا ارشاد فرمایا:

آج کچھ سکالر اپنی مسجدوں میں بیٹھے یہودیوں سے خائف ہیں۔اور ڈائیلاگ بنا کر ان کو چھوٹ دینا چاہتے ہیں۔یہودیوں کے ڈیرے پر بیٹھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا۔

یہودی اللہ کی مخلوق سے بدتر

آپ فرمانے لگے۔

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَاللّٰهِ إِنَّكُمْ لَمِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيَّ

(موطا امام مالک کتاب المساقاۃ باب ما جاء فی المساقاۃ ص 625، حدیث 1198 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اے یہودیو! خدا کی قسم پوری مخلوق میں تم سے برا انسان کوئی نہیں۔

ان کے علاقے میں اکیلے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے لیکن اسلام کے بیٹے کو نہ دبایا جاتا ہے، نہ جھکایا جاتا ہے، نہ خریدا جاتا ہے۔

فرمانے لگے۔

يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَاللّٰهِ إِنَّكُمْ لَمِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيَّ

CamScanner

اے سارے یہودیو! تمہاری طبیعت میں، سرشت میں یہ ہے۔

وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَمِنْ اَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ اِلَيَّ

خدا کی قسم تم اللہ کی ساری مخلوق میں سے سب سے زیادہ مبغوض لوگوں میں سے ہو۔

ان کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہاتھ ہلکا رکھیں آپ نے فرمایا ہاتھ کیا ہلکا رکھنا ہے، زبان بھی ہلکی نہیں رکھیں گے۔

یہ اسلام کا بیٹا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ

ہم نے اپنی جان کے سودے رب سے کر لئے ہیں اب تم سے کس چیز کے سودے کرنے ہیں؟ غلامی کا پٹہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گلے میں ڈالا ہے۔

اب تم اسے کیسے خرید سکو گے جسے سرکار علیہ السلام نے خرید لیا ہے۔

یہ کہہ کر فرمانے لگے سنو!

تمہاری جو اپنی حیثیت ہے وہ واضح ہے۔

غصے کی حالت میں بھی انصاف

مجھے کوئی خطرہ نہیں کہ میری طبیعت میں تمہارے بارے غصہ بھی ہے۔

لیکن تمہیں کیوں ضرورت محسوس ہوئی پیسے دینے کی؟ ہم وہ نہیں کہ کوئی پیسہ نہ دے تو ہم انصاف نہ کریں۔ میں تمہیں پسند بالکل نہیں کرتا لیکن نبی علیہ السلام نے پابند کیا ہے۔ جتنا تمہارا جزیہ بنے گا اس سے زائد نہیں لکھوں گا، اتنا ہی لکھوں گا۔

اگر تم نے پیسے دے کر یہ چاہا کہ میں کہیں زیادہ لکھتا ہوں، اب تھوڑا لکھوں تو فرمایا، تمہارا برا ہونا اپنی جگہ اور ہمارا عادل ہونا اپنی جگہ۔ ہم تم سے خیانت نہیں کریں گے

تم جھوٹے ہو اور خواہ مخواہ تم پہ بوجھ ڈالا جائے۔

خدا کی قسم اگر چہ تم ناپسندیدہ ترین لوگوں میں سے ہو۔

وَمَا ذَاكَ بِحَامِلِي عَلَى أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ

لیکن تم پہ ظلم نہیں کروں گا۔ جو تم نے خود طے کیا ہے اتنا ہی لکھوں گا اس سے زائد نہیں لکھوں گا۔ لیکن یہ جو تم نے میرا ریٹ لگایا۔

دین اسلام میں رشوت حرام

یہ جو تم نے میرے سامنے پیش کیا۔

فَأَمَّا مَا عَرَضْتُمْ مِنَ الرِّشْوَةِ فَإِنَّهَا سُحْتٌ

لیکن جو تم نے مجھ پر پیش کیا ہے یہ رشوت ہے اور یہ حرام ہے۔

اسلام کا بیٹا، معاشرے کا ستون، ملک کی شان، وہ کلرک، مزدور، وہ تاجر، وہ انجینئر، وہ دکاندار بھی ہے، ایماندار بھی ہے جو ملک میں اساسی حیثیات پر بیٹھے ہوئے لوگ ہیں اگر وہ اسلام کے بیٹے نہیں ہیں تو وہ کرسیوں کے کیڑے ہیں اور ملک کے وجود کے لئے دیمک ہیں۔ اور اگر وہ اسلام کے بیٹے ہوں تو ان کو کوئی خرید نہیں سکے گا ملک سنور جائے گا۔

آپ فرمانے لگے تم کہتے ہو کہ یہ تحفہ ہے میں کہتا ہوں کہ یہ رشوت ہے اور یہ حرام ہے۔

میں اتنا لکھوں گا جتنا بنتا ہے نہ اس سے کم لکھوں گا نہ اس سے زائد لکھوں گا۔

یہ باتیں سٹوری نہیں یہ داستان سنانے کا مطلب نہیں، ایمان بچانے کا مطلب ہے۔

جس اسلام کے بیٹے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اسی اسلام کے بیٹے ہم بھی ہیں۔

جس رب کا کلمہ انہوں نے پڑھا اس کا ہم نے بھی پڑھا

اور جس محبوب علیہ السلام کی غلامی کا پٹہ انہوں نے اپنے گلے میں ڈالا

ہم نے بھی ڈالا۔

آخرت کو انہوں نے مانا آخرت کو ہم نے مانا

قرآن کو انہوں نے مانا قرآن کو ہم نے مانا۔

پہلے انبیاء کو انہوں نے مانا پہلے انبیاء کو ہم نے مانا۔

پہلی کتابوں کو انہوں نے مانا پہلی کتابوں کو ہم نے مانا۔

فرشتوں کو انہوں نے مانا فرشتوں کو ہم نے مانا

تو ہم بیٹے نسب کے لحاظ سے پورے ہیں صرف کام کی ضرورت ہے کہ اسلام کا بیٹا یوں ہوتا ہے جیسے ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے ہیں۔

یہ سلطنت کی بقاء کا مسئلہ ہے، اگر قوم کا مزاج تعمیر نہیں ہوگا تو کبھی مسئلہ حل نہیں ہوگا نہ ورلڈ بینک سے، اور نہ ہی کسی کے دیئے ہوئے سہاروں سے، اس قوم کو سوائے مدینہ کے سہارے کی ضرورت کیا ہے؟ اپنی سلطنت کا رخ ادھر کرے تو ہر مسئلہ کا حل ملتا چلا جائے گا۔

جو آپ نے جواب دیا کہ یہ حرام ہے۔

وَاِنَّا لَا نَأْكُلُهَا

ہم حرام نہیں کھاتے حلال کھاتے ہیں۔

حرام کا فرق ہے۔ وہ کتا ہے اور گدھا ہے جو چرتا ہے تو کبھی نہیں سوچتا چارہ حلال کا

ہے یا حرام کا، چوری کے کھیت کا ہے اپنے مالک کا وہ کھا جائے گا۔ کتا کھائے گا تو ہر چیز کھا جائے گا وہ نہیں دیکھے گا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔

لیکن مومن کی شان ہے کہ وہ کھانے سے پہلے پوچھے گا گوشت لانے سے پہلے، پکانے سے پہلے کہ کس چیز کا لایا ہے؟ حلال کا ہے یا نہیں۔

تو آپ فرمانے لگے۔

یہ حرام ہیں ہم یہ نہیں کھاتے۔

وہ شرارتی بولے، ان کے مذہب میں رشوت حرام تھی۔

تو یہودی کہنے لگے

فَقَالُوا بِهَذَا قَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْض

(موطا امام مالک کتاب المساقاۃ باب ماجاء فی المساقاۃ ص625، حدیث 1198 قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہودیوں، مجوسیوں نے کہا کہ رشوت نہ لینے والوں کی وجہ سے آسمان بھی قائم ہے زمین بھی قائم ہے، ورنہ آسمان پھٹ جاتا زمین پھٹ جاتی۔

اسلام کے بیٹے کرپٹ نہیں ہوتے بلکہ اسلام کے بیٹے دیانتدار، امانتدار ہوتے، امانتدار بیٹوں سے آسمان بھی قائم ہے، زمین بھی قائم ہے۔

یہ یہودی بھی بول اٹھے، دشمن بھی بول اٹھے کہ جہان کی بقاء ایسے ایمانداروں سے ہے۔

اس واسطے یہ کسی کی بھول ہے کہ ہم ملک تب باقی رکھ سکتے ہیں جب وہ دوسرے اعتبار کا سہارا لیں۔ اپنے ملک کی بقاء امانت سے ہے۔ جب جہاں امانت سے قائم ہے تو ملک امانت سے کیوں قائم نہیں ہوگا؟ اگر امانت ہوگی تو ملک قائم رہ سکے گا۔

CamScanner

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالی کی عدالت

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالی کو کسی گورنر نے خط لکھا کہ فنڈ بھیجو شہر تعمیر کرنا ہے۔ تو آپ نے فرمایا فنڈ کی کوئی ضرورت نہیں عدل کیا کرو، شہر کبھی نہیں گر سکے گا، عدالت ہونی چاہیے، عدل ہونا چاہیے تو یہ اسلام کے بیٹے ہیں جن کو خریدا نہیں جا سکتا۔

آپ وہ لوگ ہیں کہ جن کو خریدنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن پھر بھی شیطان تیز بڑا ہے اس کے منصوبے بڑے ہیں پتہ نہیں چلتا کہ بندہ بک جاتا ہے۔ عہد کرلو کہ اپنے لیے بیدار ہو کر زندگی گزاریں گے۔

یہ اسلام کے بیٹے کا ایک پہلو تھا، دوسری طرف اس کو جو دبایا نہیں جا سکتا۔ اسکی صورتحال ہمارا ماضی ہے۔ ایک ایک شخص نے حضرت مالک بن براء رضی اللہ تعالی عنہ کو ڈھال پہ بٹھا کر اندر گرایا گیا۔ تو ہزاروں مسیلمہ کذاب کے جو حواری تھے ان کے بیچ سے تلواریں مارتے ہوئے قلعے کا دروازہ جا کر کھول دیا۔

ہمارا ایک ایک شخص بھاری ہے۔ اس انداز کو آج مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے، فوج کا ماٹو بدلنے کی، جہاد فی سبیل اللہ، تقویٰ، ایمان اور جہاد کی آیات کی نکالنے کی جو باتیں ہوتی ہیں۔ اس پس منظر میں جو کیا جاتا ہے کہ کسی کو بھی ناراض نہ کرو۔

تعلیمی نصاب بدلنے کی سازش

جب نصاب کو بدلنے کی سمری پیش کی گئی تو کہا گیا کہ جب تم نام لیتے ہو محمد بن قاسم کا تو کافروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ راجہ داہر کا بھی اچھا نام ہے وہ لیا کرو۔ جب تم سلطان محمود غزنوی کو رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہو تو ہندوؤں کو تکلیف ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے بت توڑے تھے۔

اسلام کے بیٹے کی پالیسی کیا ہے؟

اسلام کے بیٹے کی پالیسی کیا ہے؟ جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی جنگ سے واپس آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اکحل میں تیر لگ گیا اکحل (کلائی) وہ رگ ہوتی ہے جو کلائی کے سینٹر میں ہوتی ہے۔ خطرناک جگہ پر تیر لگ گیا۔ خون بہہ رہا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اپنے سعد کو اپنے قریب رکھیں گے۔ مسجد میں خیمہ لگا دیا میں قریب سے سعد کا پتہ کرتا رہوں گا۔

جنگ خندق میں فیصلہ کن کردار ادا ہو گیا۔ اندھیری آگئی ان کی ہنڈیاں الٹ گئیں لہٰذا وہ بھاگ گئے۔ خندق پر پہرہ دیگر مسلمانوں نے تیر کھا کے بھی ان کو روکے رکھا۔ اب جس وقت واپس لوٹے تو صحابہ کرام کا مورال اتنا اونچا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ شاید آج کے بعد فوجیں مکہ سے مدینہ کی طرف نہیں آئیں گی۔ فوج مدینہ شریف سے مکہ شریف جائے گی یعنی جو کبھی بدر میں آجاتے ہیں، کبھی احد میں آجاتے ہیں، کبھی خندق میں آجاتے ہیں شاید اب ایسا نہیں ہوگا۔ ایک رائے تھی مومن کی، خندق کے بعد پھر قریش مکہ کو ہمت نہیں ہوئی کہ مدینہ شریف جا کر حملہ کریں آٹھ ہجری کو اسلام کے بیٹے تلواریں لیکر مکہ شریف پہنچ گئے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام سے پیار

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسی صورتحال میں ایک دعا مانگ لی اور بڑی عجیب دعا تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا انداز، اسلام کے بیٹوں کی ماں حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی

اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینہ ج،1 ص،552 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اے میرے رب تو جانتا ہے کہ مجھے دنیا میں اتنا کسی چیز سے پیار نہیں جتنا تیرے رستے میں لڑنے سے پیار ہے۔

آقا ﷺ کے دشمنوں سے لڑنے میں لذت زیادہ

یہ کہا تھا مجاہدوں نے قادسیہ میں کہ تمہاری قوم کو شراب سے اتنا پیار نہیں جتنا ہماری قوم کو اللہ کی راہ میں لڑنے سے پیار ہے۔

اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا اللہ تو جانتا ہے کہ مجھے کوئی چیز اتنی پسند نہیں جتنا تیرے رستے میں لڑنا پسند ہے اور ہر جگہ بھی لڑنا اتنا پسند نہیں ہے مزے مزے کی بات ہوتی ہے۔

مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْرَجُوهُ

میں کافروں سے لڑتا ہوں، مارتا ہوں ان کو مگر مجھے زیادہ لذت ان کافروں کو مارنے سے آتی ہے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ شریف سے نکلنے پر مجبور کیا تھا، اتنی اور کسی کی گردن اتارنے میں لذت نہیں آتی۔

یہ ہے عشق، یہ ہے شان رسالت کا درد، کہنے لگے یا اللہ تیرے رستے میں ہر جگہ لڑتا ہوں، مگر سارے جہادوں میں سے اس جہاد میں مجھے لذت ملتی ہے جو میں تیرے لئے

CamScanner

لڑوں اس قوم سے جنہوں نے تیرے نبی علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔

ہمارے نبی علیہ السلام مکہ شریف اعلان کرتے تھے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ کہتے تھے (معاذ اللہ) تم جھوٹ بولتے ہو اور جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ شریف سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اگر چہ حکم رب کا تھا، مگر حالات کے پیش نظر آیا اے اللہ جب میں ان کافروں کو مارتا ہوں تو مجھے بڑا چین ملتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ فَاِنِّی اَظُنُّ

اے اللہ میرا گمان ہے۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا علم ہے۔

اَنَّکَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی ﷺ و اصحابہ الی المدینہ ج،1 ص،552 قدیمی کتب خانہ کراچی)

خندق کے بعد مجھے لگتا ہے کہ فیصلہ ہو گیا ہے اب کوئی جنگ نہیں ہوگی۔

میرا غالب گمان یہ ہے کہ اب کفار مکہ سے جنگ نہیں ہوگی تو جب جنگ نہیں ہوگی تو ان کے ساتھ مجھے لڑنے کا موقع نہیں ملے گا۔ میں زندہ ہوں تو ان کے ساتھ لڑنے کے لئے اب ان کی کمر ٹوٹ گئی ہے مجھے لگتا ہے کہ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان جنگ نہیں ہوگی۔

فَاِنْ کَانَ بَقِیَ مِنْ حَرْبِ قُرَیْشٍ شَیْءٌ فَاَبْقِنِی لَهُ حَتّٰی اُجَاهِدَهُمْ فِیکَ

اگر واقعی قریش مکہ کے ساتھ دوسری جنگ ہوگی تو پھر مجھے زندہ رکھ تا کہ میں ان کے ساتھ لڑوں اور ان کے مقابلے میں شہید ہو جاؤں۔

شہادت کی تمنا

وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتَتِي فِيهَا

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب: ج،2 ص591 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور اگر جنگ نہیں ہوگی تو پھر وہ زخم جو آج لگا ہے وہ کافروں سے نہیں لگے گا۔ آج تو مجھے زخم لگا، ان کا تیر میرے بازو پہ لگا، آج کے بعد اگر ہماری جنگ نہیں ہوگی تو میرے مولا۔

فَافْجُرْهَا

تو میرے زخم کو جاری کردے تاکہ مجھے شہادت مل جائے۔

یہ زندگی، یہ شہادت، یہ موت، یہ غیب، یہ دشمن کا میرٹ۔

لوگ دوستی کے میرٹ ڈھونڈتے ہیں۔ اسلام میں دوستی بھی ہے، دشمنی بھی ہے۔ آدھا دین دوستی ہے آدھا دین دشمنی ہے۔

اللہ کیلئے محبت و دشمنی افضل عمل

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ

(سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب مجانبۃ اہل الاہواء: ج،2 ص، 287 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

سارے اعمال سے پسندیدہ اللہ کو یہ چیز ہے کہ اس کے لئے محبت بھی کرو اور اس کے لئے لوگوں سے دشمنی بھی کرو۔

کہنے لگے اے اللہ مجھے اور جگہ لڑنے میں اتنی لذت نہیں آتی جو مکہ والے کافروں کے

ساتھ لڑنے میں لذت آتی ہے۔اب مجھے لگتا ہے کہ ان کے خلاف جنگ نہیں ہوگی۔
پھر وہ جنگ میں مقابلے میں نکلے ہی نہیں مسلمان فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ شریف لڑنے کے لئے آنا تو دور کی بات ہے جب مسلمان مکہ شریف پہنچے تو کفار اور مشرکین لڑائی کے لئے باہر نکل کر نہیں آئے۔
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جو خیال تھا غیب کا نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے وہ ثابت ہوا۔ کہنے لگے یا اللہ اگر جنگ ہونی ہے تو مجھے زندہ رکھ اگر ان کافروں سے جنگ نہیں ہوگی جو مکہ شریف والے ہیں تو پھر آج میرے زخم کو پھلا دے۔ میرے زخم کو جاری کر دے۔

فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهٖ

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب: ج،2 ص 591 قدیمی کتب خانہ کراچی)

وہ زخم گردن کے قریب سے پھٹ گیا کیونکہ زخم کی جگہ پہ ورم تھا اور وہ ورم سینے کے اوپر گردن کے قریب پہنچ گیا۔
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں وہ زخم فوراً جاری ہو گیا اور خون بہنا شروع ہو گیا۔ اسلام کے بیٹے نے مانگ کے شہادت لے لی۔
یہ بندے کے ایمان کی پختگی ہے یہ زور ہے کہ جو کٹر مشرک و کافر ہیں انہوں نے نبی علیہ السلام کو تکلیف زیادہ دی ہے ہمیں انہیں تکلیف دیکر لذت زیادہ آئے گی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب تھا۔

کہنے لگے میرے بیٹو! میری بات سن لو، مجھے کفن عام کپڑے کا نہ دینا، نئے کپڑے کا یا دھلے ہوئے کپڑے کا، میں نے اپنا کفن سنبھالا ہوا ہے۔ میرا کفن میرے پاس ہے۔

لَمَّا حَضَرَہُ الْمَوْتُ دَعَا بِخَلْقِ جُبَّۃٍ لَہٗ مِنْ صُوْفٍ

جب موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک پرانا جبہ منگوایا جو اون کا بنا ہوا تھا۔

بدر کی وردی کا کفن

فرمایا میرے بیٹو! تمہیں پتہ نہیں یہ میرا تاریخی جبہ ہے۔

فَقَالَ کَفِّنُوْنِیْ فِیْھَا،

اس میں کفن مجھے دینا ہے۔

فَاِنِّیْ لَقِیْتُ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْھَا یَوْمَ بَدْرٍ

بدر والے دن یہ پہن کر مشرکین سے لڑائی کی تھی۔

بدر والے دن یہ میری وردی تھی، یہ پہن کر میں اللہ کے دشمنوں پر جھپٹتا تھا، تو میں چاہتا ہوں قبر میں وہ وردی پہن کے جاؤں۔

اس سے میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اسلام جہاد کے نشانوں کو چاٹ کے ختم نہیں کرنا چاہتا جیتا ہے تو سر اٹھا کے جیتا ہے۔ مرتا ہے تو جہاد کی وردی پہن کے جاتا ہے۔

یہ اسلام کا بیٹا جس کی

ہر آن باطل کے خلاف،

ہر آن میں جذبہ،

ہر آن میں جوش،

ہر آن میں غیرت،

ہر آن میں حمیت،

ہر آن میں مذہبی لذت

چونکہ مشرکین کے ساتھ لڑنے میں یہ جبہ میں نے پہنا تھا۔

وَإِنَّمَا كُنْتُ أَخْبَأُهَا لِهٰذَا الْيَوْمِ

(مستدرک للحاکم ذکر مناقب أبي إسحاق سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۴۹)

میں نے اس کو آج کے دن کیلئے چھپا کے رکھا فلاں جگہ پہ رکھا ہے اس کو نکالو اور مجھے اس کا کفن پہنا دیا جائے۔

اس گفتگو کے اختتام پر ہمارے لئے ان تمام پروگراموں کا جو خلاصہ ہے۔

وہ اس شکل میں ہے، جو سبق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دیا اور ہمارے بارے میں جوانہوں نے خطرات محسوس کیے آج ہم ان میں گھر چکے ہیں۔

﴿رسول اکرم ﷺ کے غیب کی خبر﴾

جس وقت قبرص فتح ہوا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور یہ پہلی بحری جنگ کے بعد تھی۔ اس جنگ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کو کہا تھا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی خالہ تھیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آرام کر رہے تھے اچانک مسکرائے تو ام حرام نے کہا محبوب گھر بندہ تو کوئی نہیں ہے آپ کس بات پہ مسکرائے ہو؟ فرمایا:

CamScanner

نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب الدعاء بالجهاد ج1،ص 391، قدیمی کتب خانہ کراچی)

میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے ہیں درآنحال کہ وہ سمندر کے وسط میں سوار ہیں اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے

ام حرام تیرے گھر میں لیٹے بحری فوج دیکھ رہا ہوں۔

جو سمندر کی پیٹھ پہ سوار ہو کے پار گزر گئی ہے اور انہوں نے قبرص کو جا کر فتح کر لیا ہے۔

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام حرام کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا نام بھی اس فوج میں شامل ہو اور اس بحری فوج میں شریک ہوں تا کہ شہادت مجھے بھی مل جائے۔ تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ

پھر سر رکھا سوئے پھر اٹھے تو مسکرا رہے تھے۔

فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

حضرت ام حرام رضی اللہ عنھا نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب کیوں مسکرائے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اب ایک اور علاقہ فتح ہو گیا ہے۔ وہاں دوسرا لشکر گیا ہے۔

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب الدعاء بالجهاد: ج1،ص 391، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ام حرام رضی اللہ تعالی عنہا کہنے لگیں اس میں بھی میرا نام لکھا دو تو آپ نے فرمایا کہ نام پہلے لشکر میں لکھوا دیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کا زمانہ گزرا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ گذر گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ گذر گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بحری جنگ کی اجازت مانگتے رہے اجازت نہ ملی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ بحری جنگ ہوئی مجاہدین نکلے قبرص فتح ہوا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اپنی سواری پر بیٹھیں، وہ سواری پھسلی آپ نیچے گریں اللہ نے مقام شہادت عطا فرما دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے سال پہلے فرما دیا تھا۔ یہ ہے تیرا منصب ہم نے تمہارا نام لکھوا دیا ہے۔ لہٰذا اور اپلی کیشن کی ضرورت نہیں ہم بات پکی کر دیتے ہیں۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا علم غیب ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ کا دَرْدِ دِل

وہ قبرص والی جنگ فتح ہو گئی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہم نے قبرص والوں کو قیدی بنا لیا۔ حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں۔

جَعَلَ اَبُوْ دَرْدَاءُ یَبْکِیْ (البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۶۵)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ رو رہے تھے۔ جس وقت آنسو جاری تھے

قَالَ جُبَیْرُ بْنُ نُفَیْرٍ

تو حضرت جبیر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ کے بندے یہ دن رونے کا نہیں بلکہ ہنسنے کا ہے۔

ہم نے دشمنوں پر کنٹرول پالیا ہم نے ان کو قید بنالیا۔ ہم نے قبرص فتح کر لیا تو رونے کا کیا مطلب ہے؟

هٰذَا يَوْمٌ اَعَزَّ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ (البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۶۵)

یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالی نے اسلام کو نئی عزت دی ہے۔

مستقبل میں آنے والے خطرات کا تذکرہ

أَتَبكِي؟

روتے کیوں ہو؟

تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے روتا ان پہ نہیں جو یہ قیدی ہوئے ہیں یہ میرا وجدان ہے ان نگاہوں کے بارے میں گویا کہ وہ کہہ رہے ہیں۔

لوگو! روتا ان پہ نہیں جو یہ قیدی ہوئے ہیں مجھے گوانتاموبے کے قیدی نظر آرہے ہیں۔

میں روتا ان پہ نہیں کہ یہ قیدی ہو گئے ہیں ان پہ تو خوش ہو لیکن سوچتا ہوں یہ قیدی کیوں ہوئے ہیں؟ اس کا سبب کیا ہے؟۔ وہ سبب جب ہمارے اندر آجائے گا تو ہمیں بھی یوں ہی قیدی بنایا جائیگا۔

قال اِنَّ هٰذِهٖ كَانَتْ اُمَّةً قَاهِرَةً

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ قوم تھی آزادی والی، اب بکریاں بن گئی ہے کیوں؟ یہ قوم ایک وقت تھا آزاد تھی، استقلال تھا، ان کا اپنا ملک تھا۔

فَلَمَّا ضَيَّعُوا اَمْرَ اللّٰهِ

جب انہوں نے رب کے آرڈر کا لحاظ نہیں کیا۔

صَيَّرَهُمْ اِلٰى مَاتَرٰى سَلَّطَ عَلَيْهِمُ السَّبْىُ (البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ دن دکھا دیا ہے۔

کہ جو میرا نظام نہ مانے اس کو بکریوں کی طرح بندھ دیا جاتا ہے۔

یہ آزاد قوم تھی، مستقل قوم تھی، حکومت ان کی، ملک ان کا اللہ تعالیٰ نے ان کو امانت دی انہوں نے خیانت کی اللہ کے آرڈر کو پس پشت ڈالا اللہ کے نظام کو نافذ نہیں کیا، تو دیکھ لو آج ان کی بیویاں، ان کے بچے قیدی بنے ہوئے ہیں۔

نظامِ الٰہی سے روگردانی ذلت کا باعث

تو میں روتا ان پر نہیں بلکہ میں اپنی اس امت کے مستقبل پر روتا ہوں کہ جب یہ امت بھی اللہ کا نظام نہیں چلائے گی تو پھر ایسے دن دیکھنے پڑ جائیں گے۔

آج اس امت کے ساتھ ایسا ہوا کہ افغانستان سے لوگوں کو پکڑ کے پنجروں میں بند کیا گیا، وہ کیکروں کے پتے تھے یا ماؤں کے بیٹے تھے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے آنسو اس طرف جب بڑھے کہ اسلام کے اندر جب لوگ ہوس لے آئیں گے، خواہش لے آئیں گے اس وقت کی صورتحال ایسی ہی ہوگی۔

دیکھو پاکستان میں، عراق میں مسلمانوں کے گھروں میں جا کے انہیں بند کیا جا رہا ہے۔ کچھ کی سزائیں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اوروں کو بھی وہ سزائیں مل جاتی ہیں۔ آئے

CamScanner

کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔

اخبار پڑھ کر اس وقت آنسو نہیں آتے؟ جس وقت مسلمانوں کے ڈائننگ روم میں امریکی بھگوڑے بوٹوں سے دروازے توڑ رہے ہوں اور گھروں کے پردوں کے اندر جھانک رہے ہوں۔ جس وقت افغانستان کے حریت پسند بیٹوں کو جانور بنا کے قید کر رہے ہوں۔ تو ایسا کیوں ہوا؟ کہ ہم نے اسلام کو پس پشت رکھا۔ زمین رب نے دی لیکن اسلام نافذ نہ کر سکے اور اس کے لحاظ سے تقاضے پورے نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے اس سے زیادہ خطرناک حالات بھی آ سکتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں روتا اس لئے نہیں کہ ہم نے انہیں قیدی بنا لیا بلکہ اس پر مجھے خوشی ہے کہ رب نے ہمیں توفیق دی کہ رب کے دشمنوں کو ہم نے رسیاں ڈال لی ہیں۔ ان کو ہم نے قیدی بنالیا ہے۔

مگر میں سوچ رہا ہوں یہ قیدی بنے کیوں ہیں؟ جس کی وجہ سے یہ قیدی بنے ہیں کل ہماری جماعت اور امت اس طرح قیدی نہ جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درد بھرا پیغام

جس وقت کسریٰ کے خزانے اونٹوں پر لاد کر مسجد نبوی میں لائے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسے کسی بلڈنگ کی چھت کے نیچے نہیں رکھوں گا بلکہ اسے صحن میں رکھوں گا۔ جب صبح سورج طلوع ہو تو صحن سے ہی سب کو تقسیم کر دیا جائے۔

جب صبح سورج نکلا، وہ مسجد نبوی شریف جہاں ہر چیز سونے کی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تھا۔ لوگ کہتے ہیں دیواریں سونے کی ہیں۔

ہر ایک دیوار پہ مہر نے کی ہے جبین سائی
نگار مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

سورج آ کے ماتھا دیواروں پر رگڑتا ہے اور چاند بھی ماتھا رگڑتا ہے۔ کچھ دیواریں سنہری ہیں اور کچھ چاندنی والی ہوگئیں ہیں۔

اس مسجد کا صحن ہیرے جوہرات سے بھرا ہوا تھا۔ جب سورج نکلا تو ہیروں میں روشنی داخل ہوئی تو دوسری طرف دیواروں پہ نقش بنے۔ سارا ماحول عش عش کر اٹھا کہ کسریٰ کے سر کا تاج آج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے قدموں میں ہے۔ سارے دیکھ کر بڑے خوش تھے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آہیں نکل گئیں، رونا شروع کر دیا۔

سب کہنے لگے امیر المومنین آج تو رونے کا دن نہیں بلکہ آج تو ہنسنے کا دن ہے۔ ہم نے باطل پرستوں کے چھکے چھڑائے، ہم نے ان کو سیدھا کر دیا، اسلام کی سلطنت وہاں تک پہنچی۔

جہاں نبی علیہ السلام کی ولادت کے دن کنگرے گرے تھے۔ اب رونے کا مطلب کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم سوچتے نہیں ہو میں آج کے بارے میں نہیں روتا میں کل پر رو رہا ہوں۔

یہ وہ چیز ہے جس قوم میں آئے تو جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہ سونا، یہ چاندی، یہ ہیرے جواہرات یہ آجائیں تو فتنہ بنا لیتے ہیں۔ آج تمہاری فتح پر مجھے خوشی ہے۔ یہ میرے دل کی آواز ہے کہ علاقہ فتح ہوا مگر جو امتحان شروع ہو گیا ہے میں اسکی طرف تمہیں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سونے کی چمک پر ہی خوش نہ ہونا، سونے

سے امتحان بھی ہوتا ہے۔جس وقت قوم میں دولت آئے گی فتنے آئیں گے،فساد ہو جائیں گے،امن خراب ہوتا چلا جائے گا۔

آج پیسے کی بات کرتے ہوئے اور دولت کی طرف للچائی نظر میں دیکھتے ہوئے،تصور کرنا چاہیے کہ اگر پیسہ نہ ہوتو فتنہ نہیں ہوگا۔اگر آجائے تو اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ فتنہ نہ ہو،

وہ دولت اسلام کی عظمت کے لئے خرچ ہو جائے،

وہ دولت اسلام کی سربلندی کے لئے خرچ ہو جائے۔

وہ دولت اسلام کی بقاء کے لئے خرچ ہو جائے۔

میرے بھائیو!اسلام کے بیٹے کا یہ کردار ہونا چاہیے۔

وہ جان تو دے سکتا ہے مگر اپنے رب کی ناموس کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا۔جان دے سکتا ہے مگر اپنے نبی علیہ السلام کی ناموس کے خلاف نہیں سن سکتا۔اس واسطے مجموعی طور پر یہ ہمارے کورس کا خلاصہ ہے۔اول سے لیکر آخر تک اس کو یاد کرنا ہے پھر آگے پہنچانا ہے۔

علم پہ عمل کرنے والا بہترین شخص

حضرت ایاز بن معاویہ کے پاس جب کوئی شخص قرآن ختم کر لیتا تھا

وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰی رَأْسِهٖ

تو آپ اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کے فرماتے تھے۔

فَمَا اَعْرِفُ اَحَدًا خَيْرًا مِّنْكَ

CamScanner

میرے نزدیک تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔

اِنْ عَمِلْتَ بِالَّذِیْ عَلِمْتَ (تفسیر قرطبی جزء اص ۷)

اگر تم نے جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کر لیا۔

یہی تقریر ہم بھی سنا رہے ہیں جو پڑھا ہے اس پر اگر عمل ہو جائے تو پھر اس کے وارے نیارے ہیں، اندھیرے دور ہو جائیں گے بہاریں آ جائیں گی خوشبوئیں پھیلیں گی۔ ان شاء اللہ وہ ایک ایک موضوع تمہارے اندر انقلاب پیدا کرے گا۔ ہر مرض کے لئے دوا جن جن کی تلاش کی یہ علیحدہ بات ہے کوئی مریض طبیب سے پیار کرتا ہے اور کوئی دوائی کڑوی ہونے کے شکوے کرتا رہتا ہے۔ لیکن ہم تو ڈیوٹی پر تھے۔ ڈیوٹی کے وقت ہم کسی کو کچھ نہیں سمجھتے نہ کسی حکمران کو اور نہ اس کے کسی حواری کو اس وقت ہم سرکاری ڈیوٹی پہ ہوتے ہیں جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ڈیوٹی ہے۔ اس ڈیوٹی کے سامنے کسی کے گرم، سرد ہونے کا لحاظ نہیں ہوتا۔

﴿ذکر مصطفیٰ ﷺ ہے روح کی غذا﴾

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا تھا کہ فلاں نواب ہے اس کی شان میں قصیدہ لکھ دو اتنی نعتیں تو آپ نے لکھ دی ہیں فلاں اتنا بڑا نواب ہے اور فلاں اتنا بڑا چودھری ہے اس کے بارے میں بھی لکھ دو۔ وہ سرکار برطانیہ اسکے بارے میں بھی چند جملے کہہ دو تو آپ نے فرمایا کہ تم نے احمد رضا کو غلط سمجھا۔

بجز سرکارِ سرِّ کارِ ایجاد
سُرودکارِے بسَرکارِے نہ دارم

میری سرکار تو ہیں ہی ایک اور وہ سرّ کار ہیں، سرّ کہتے ہیں راز کو، کار کہتے ہیں کام کو۔ ایجاد کہتے ہیں ایجاد وکائنات کو، تو فرمایا میری سرکار ہیں باعث تخلیق عالم کسی اور سرکار سے ہمارا کوئی سروکار نہیں۔

ان کے ٹکڑوں پہ پلتے ہیں ان کی بات کرتے ہیں، اس لئے ہم نے اسی پیغام کو آگے پہنچانے کے لئے بھر پور کوشش کی۔ یہ ایک ناتواں بندے کی کوشش ہے اور آپ حضرات کا تعاون ہے کہ قافلے منزل تک پہنچے۔ یہ ہزار ہا شکر کا مقام ہے۔ فہم دین کے ساتھ مصلیٰ سنانے کی ڈیوٹی بھی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ربع صدی قرآن سناتے گزر گئی۔ میٹرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرکز علم ومعرفت بھکھی شریف میں حفظ شروع کیا تھا۔ حضرت حافظ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقت کے سائے کے نیچے سات ماہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی آج پچیس سال لمحہ بہ لمحہ تواتر اور اتصال کے ساتھ بغیر ناغہ کے وہ سفر بھی جاری ہے۔ مبارک اتنا سفر ہے کہ گیارہواں مصلیٰ گیارہویں والے پیر کے دربار میں سنایا تھا۔

ادارہ صراط مستقیم کا پیغام

اس گفتگو کے اختتام پر آپ تمام حضرات سے دست بستہ اپیل ہے۔ یہ ضرور سوچیں کہ کل دین کا رکھوالا کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو حامی وناصر ہے اور دین کی حفاظت کرنے والا ہے۔ مگر وہ کرواتا بندوں سے ہے۔ تو اگر ہمارے سارے بیٹے کلرک، انجینئر اور ڈاکٹر بن گئے اور دنیا کے مختلف شعبوں میں چلے گئے۔ اللہ کے دین کا سپیشلسٹ کوئی نہ بنا تو

حلال وحرام کون بتائے گا۔ اگر آج نہ سوچا تو دس سال بعد شاید سوچنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ پھر پانی سر سے گزر جائے گا۔

آج ماں کی ذمہ داری کیا ہے؟

اس اجتماع میں ماؤں کی کثیر تعداد ہے۔ وہ سوچ لیں کہ آج کے دن کا بہت بڑا صدقہ جاریہ ہوگا کہ وہ پکا عہد کرلیں کہ وہ اپنے ایک شیر خوار اور ایک بیٹے کو کہیں کہ تیری رگوں میں میرا دودھ ہے تو نے نبی علیہ السلام کے دین کا خادم بننا ہے۔ پکا عہد کیا جائے اور پھر ٹھوس بنیادوں پر پڑھانے کا بندوبست کیا جائے۔ کل بڑی چھت اوپر آ جائے تو ستون پھسلنے نہ پائیں۔ اسلام پر مشکل وقت کی کیفیات آ گئی ہیں۔

چھوٹے چھوٹے ستونوں کی بھی ضرورت ہے مگر بڑے میدانوں کے لئے بڑے جوانوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے اسے دین کے لئے پڑھا جائے دنیا تو دین کی لونڈی ہے۔ وہ اس کے پیچھے آ جائے گی۔ کہا جائے کہ

بیٹا فلاں شیخ کا ہے لیکن محدث نبی علیہ السلام کی حدیث پاک کا ہے۔

بیٹا کسی کسان کا ہے مگر فقیہ نبی علیہ السلام کے دین کا ہے۔

بیٹا کسی چودھری کا ہے مگر وارث نبی علیہ السلام کے مصلیٰ کا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ تمہارا بیٹا کاروبار کرے تو بھی اچھا ہے اور ضرور کریں مگر دین کا حصہ تو نکالو۔ دین کا حصہ ضرور نکالنا چاہیے۔ مال میں سے بھی اور اولاد میں سے بھی۔ اس انداز میں کر و صابر وشاکر رہ کر دین حاصل کرنے دیا جائے اور اس کا حوصلہ بھی بڑھاؤ

۔یہ نہیں کہ تو تو نرا نکما ہے تو تو کرتا کچھ نہیں۔ہم محنت کر کے تجھے کھلاتے رہے ہیں تو کب نکلے گا۔تو وہ دین کے لئے نکلے اور پڑھتا بھی چلا جائے۔

طلباء کے صدقے رزق میں برکتیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اپنے بھائی کا شکوہ کیا تھا کہ وہ تمہارے پاس بیٹھا رہتا ہے لیکن گھر میں کام ہی نہیں کرتا سارا کام میں کرتا ہوں یہ کھاتا ہے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تجھے غلط فہمی ہوئی تو نہیں کماتا۔

اِنَّکُمْ اِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَاءِ کُمْ

(سنن نسائی کتاب الجھاد باب الاستنصار بالضعیف: ج،2 ص،64 قدیمی کتب خانہ کراچی)

تمھارے ضعفاء کی بدولت تمھیں رزق دیا جاتا ہے اور تمھاری مدد کی جاتی ہے۔

ان کے صدقے رب تمہیں بھی کھلاتا ہے۔تیرے پاس کیا گارنٹی ہے کہ تو بیج بوئے اور وہ فصل بن جائے۔کیا گارنٹی ہے کہ تو خام مال لائے اور فیکٹری میں صحیح تیار ہو جائے۔تیرا اس میں کیا ہے،فرمایا رب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے صدقے تجھے بھی کھلاتا ہے۔

اس واسطے حوصلے بلند کر کے دین کے نام اپنے بیٹے کر دو،

اور اپنی سوچ دین کے تابع رکھو۔

شیطانی خیالوں کو کبھی بھی قریب نہ آنے دو۔

ادارہ صراط مستقیم تمہاری ایسی امیدوں کا محور ہے۔

یہ عوام کی اصلاح کے لئے ہے۔

CamScanner

ان کو دین کی خوشبو سونگھانے کے لئے کام شروع کیا ہے۔

اس کا مقابلہ کسی شخصیت سے نہیں،

اسکا مقابلہ کسی جماعت سے نہیں،

اس کا مقابلہ ہر اس بندے سے ہے جو دین کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

اس مقصد کے لئے ادارہ صراط مستقیم میدان میں آیا ہے۔

اس کے زیر اہتمام ان شاء اللہ فہم دین کورسز ہوتے رہیں گے۔

ہر جگہ جا کر اس ادارہ کا پیغام پہنچاؤ اور وہاں تنظیم قائم کرو۔ اپنی صلاحیتوں کو صرف کر کے اس کو آگے بڑھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

فہم دین

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اول

1. فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں
2. محبت الٰہی اور اس کی چاشنی
3. منصب نبوت اور عقیدہ مومن
4. محاسبہ نفس اور اس کا طریق کار
5. فہم زکوۃ
6. رسول اللہ ﷺ کی نماز
7. گھر کا اسلامی ماحول
8. آداب زبان
9. تعارف آئمہ اربعہ
10. قادیانیت کا محاسبہ
11. صراط مستقیم کی روشنی
12. نظام مصطفے ﷺ کی بالادستی
13. حل مشکلات اور عقیدہ صحابہؓ

جلد دوم

1. اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار
2. سود اور اسکی اقسام
3. ہم اور ہمارے عقائد
4. اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی
5. مسئلہ حیات النبی ﷺ
6. ترک تقلید کی تباہ کاریاں
7. مومن کا مقصد حیات
8. جہاد اور دہشت گردی میں فرق
9. تصوف اور اسلام
10. حواس نبوی ﷺ
11. اوقات اور معمولات کا شرعی توازن
12. جنتی گھر
13. اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم

1. مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ
2. مفاہیم اسم محمد ﷺ
3. روزہ کے اسرار و رموز
4. امتیازات نماز
5. شان رسالت ﷺ سمجھنے کا ایمانی طریق
6. زندگی اور اس کی اقسام
7. خلفائے راشدین سے حضرت علیؓ کی عقیدت
8. ماں کی شان اور امتحان
9. بدعت کا معنی و مفہوم

جلد چہارم

1. احادیث ختم نبوت ﷺ
2. سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ
3. ہاں ہم سنی ہیں
4. ورع و پرہیزگاری کے ماڈل
5. طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
6. نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے
7. دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار
8. عہد شباب کا اسلامی نصاب
9. کاروباری شراکت کے اسلامی اصول
10. تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایک فرض اور قرض

جلد پنجم

1. تربیت اولاد
2. تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ
3. اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت
4. اور دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا
5. جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے
6. قرآن اور تفکر کائنات
7. تصوف عقیدہ توحید کی معرفت
8. رنج و الم سے نجات کا راستہ
9. مسئلہ حاضر و ناظر
10. اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم

1. میرے رب سے مجھے محبت ہے
2. رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست
3. شان رسالت ﷺ کی یکتائی
4. زکوٰۃ کے اسرار و رموز
5. پردہ دختران اسلام کا وقار
6. عزت اور اسکے حصول کا طریقہ
7. قیمتی اوقات اور ذخیرہ لمحے
8. میوزک خرمن ایمان کے لئے چنگاری
9. حق چار یار
10. جب سچائی خود بولے

جلد ہفتم

1. پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ
2. مائیں جب فرمائیں
3. یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص
4. باپ کی شان اور امتحان
5. دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش
6. ختم نبوت اور قادیانی کفر
7. شہداء زندہ ہیں
8. انکاف یاد الٰہی میں انہماک
9. ناموس رسالت ﷺ کے پہرے دار و جاگتے رہو
10. آئمہ محدثین اور اہل قبور سے استمداد

جلد ہشتم

1. خانقاہیں اور لذت اسرار
2. میرے لئے اللہ کافی ہے
3. آرڈر پر اشیاء تیار کروانے کے شرعی احکام
4. رگ ملت اور نشتر تعلیم جدید
5. جب رسالت خود نعرہ زن ہو
6. حرمت شراب
7. انسانی حواس کا صحیح استعمال
8. نظام مصطفےٰ ﷺ ایک مثالی انداز حکمرانی
9. اسلام ہم تیرے ہیں

جلد نہم

1. وصیت کے شرعی احکام
2. والدین بنے کی دنیا میں جنت
3. ناموس رسالت ﷺ کے نگہبان ولوے
4. رسول اللہ ﷺ کی شجاعت
5. اسلام کی اپنی بیٹیوں سے گفتگو
6. رہن گروی کے مسائل
7. ایک عدد نئی زندگی
8. حج کے اسرار و رموز
9. معرفت الٰہی اسباب و علامات
10. قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں!
11. تبلیغ دین کے فوائد
12. یہ شان رسالت ﷺ ہے ذرا ہوش سے بول!

جلد دہم

1. تحفظ ختم نبوت ﷺ میں علماء اہلسنت کا کردار
2. یہ ایک سجدہ ہے جسے تو گراں سمجھتا ہے
3. دو قومی نظریہ ملکی سالمیت کا راز
4. جادو کی مذمت
5. روح کی طہارت
6. عظمت اہلبیت اطہار (رضی اللہ عنہم)
7. ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر
8. تصوف ایک خاموش ایمانی تحریک
9. وسیلہ قرآن و سنت کی روشنی میں

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6- مرکز الاولیس دربار مارکیٹ دربار شیخ ہجویری اسٹریٹ لاہور
042-37115771-2, 0321/0315-9407699

CamScanner